





# اسوہ صحابہ

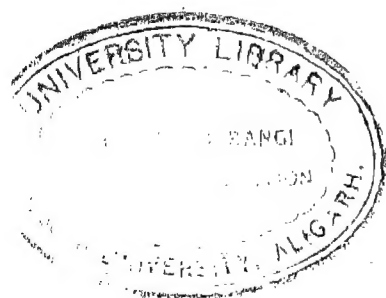
حصہ دوم

صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کی تفصیل کے یہ لکھا گیا کہ انہوں نے کیونکر اسلام کے عادلانہ نظام حکومت کو قائم رکھا اور کیونکر مذہب، اخلاق اور علوم اسلامیہ کی حفاظت و اشاعت کی

از

عبد السلام ندوی

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی





# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۱	دیوان مولانا بیت المال	۴۱	اطاعت خلفاء	۱	دیباچہ
۸۳	نظارت تافہ	۴۳	لا طاعت فی معصیت اللہ	۱	سیاسی خدمات
۸۴	کتب و رسائل	۴۴	نقشہ و اختلاط سے اجتناب	۱	خلافت آئینی
۸۴	چرکیان اور سر امین	۴۸	حقوق طلبی	۲	صحابہ کو خلافت کی خواہش تھی
۸۵	نہان خانے	۵۰	امراء و عمال	۳	خلافت کی ذمہ داریوں کا احساس
۸۶	موض اور نمرین	۵۴	عمال کی معزولی	۴	زرائع خلافت
۸۷	نہر سعد	۶۶	تختہ	۵	ویانت
۸۸	نہر ابی موسیٰ	۶۷	صیغہ عدالت	۶	مساوات
۸۸	نہر مقفل	۶۸	اصول دائرین عدالت	۷	زہد و تواضع
۸۹	زریعہ	۶۹	تفتا کا انتخاب	۸	ایثار
۹۰	پل اور سرنگ	۷۰	تفتا کی ذمہ داریوں کا احساس	۹	حق پسندی
۹۱	سرکاری عمارتیں	۷۱	عدل و انصاف	۱۰	رحم و شفقت
۹۲	دارالامارہ	۷۲	رشوت ستانی کا انسداد	۱۱	علم و عفو
۹۳	جیل خانے	۷۳	ماہرین فن کی شہادت	۱۲	مسادات فی الحقوق
۹۴	غلہ خانے	۷۴	تحریری فیصلے	۱۳	رعایا کے حقوق کا اعلان
۹۵	بازار	۷۵	اخلاق کا اثر مقدمات پر	۱۴	مشورہ
۹۶	شفا خانے	۷۶	صیغہ محل و خراج	۱۵	تہذیب و خلافت میں تفریق و امتیاز
۹۷	چھاؤ تیان اور تلے	۷۷	وصولی خراج کا طریقہ	۱۶	خاتمہ جنگی سے اجتناب
۹۸	جسمام	۷۸	جزیہ		
۹۹		۷۹	عشر		
۱۰۰		۸۰	زکوٰۃ و عشر		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۵	مساوات	۱۲۸	یہودی غیر	۹۵	وصیت
۱۲۶	رعایا کی آسائش کا نظام	۱۲۹	نصارا سے نجران	۹۶	اوقات
۱۲۷	غیر خود اربچوں کے وظیفے	۱۳۰	نصارا سے عربوں	۹۸	شہروں کی آبادی
۱۲۸	لاوارث بچوں کے وظیفے	۱۳۱	غلاموں کے حقوق	۱۰۰	گرفتہ
۱۲۹	قسط کا انتظام	۱۳۲	اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا	۱۰۱	موصول
۱۳۰	رعایا کی شرکاتیوں سے واقف ہونے کے دسائل	۱۳۳	اسیران جنگ کو کھانا کھلانا اور اون کے آرام و آسائش کا سامان	۱۰۲	جیزہ
۱۳۱	مزدی جانوروں کا قتل	۱۳۴	ہم ہو چکانا،	۱۰۳	اردبیل
۱۳۲	مذہبی خدمات	۱۳۵	خفاہی خاندان کے اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ	۱۰۴	عرش
۱۳۳	اشاعت اسلام	۱۳۶	اسیران جنگ کو اعزہ و انعام دینے	۱۰۵	قبر دان
۱۳۴	زوسلوں کا مکمل	۱۳۷	جدانہ کرنا،	۱۰۶	تعزیر و حدود
۱۳۵	اقامت دین	۱۳۸	لوڈیوں کے ساتھ بغیر استبراء	۱۰۷	ذمی رعایا کے حقوق
۱۳۶	عقائد	۱۳۹	کے معاہدہ نہ کرنا،	۱۰۸	مذہبی تعلقات
۱۳۷	نماز	۱۴۰	غلاموں کی آزادی،	۱۰۹	مذہبی تعلقات
۱۳۸	زکوٰۃ	۱۴۱	عرب کا غلام نہ بنانا،	۱۱۰	سیاسی تعلقات
۱۳۹	حج	۱۴۲	غلاموں کو مکاتب بنانا	۱۱۱	جان کی حفاظت
۱۴۰	روزہ	۱۴۳	ام الولاء کے بیع و شرا کی ممانعت	۱۱۲	مال و جائیداد کی حفاظت
۱۴۱	تحریم مدینہ	۱۴۴	اسیران جنگ کے اعزہ و انعام دینا	۱۱۳	مذہبی آزادی
۱۴۲	نکاح و طلاق	۱۴۵	جدانہ کرنا	۱۱۴	جزئیہ کی وصولی میں رعایت و نرمی
۱۴۳	جمع و ترتیب قرآن	۱۴۶	غلاموں کے وظیفے	۱۱۵	ملکی حقوق
۱۴۴	احتساب	۱۴۷	غلاموں کی تعلیم	۱۱۶	آزادی تجارت
۱۴۵	تجدید و اصلاح	۱۴۸	غلاموں کو امان دینے کا حق دینا	۱۱۷	سازش اور بغاوت کی حالت میں
۱۴۶	رسوم جاہلیت کا انسداد	۱۴۹	غلاموں کی عزت و اکبر کی حفاظت	۱۱۸	ذمیوں کے ساتھ سلوک
۱۴۷		۱۵۰		۱۱۹	ان مراعات کا ذمیوں پر اثر
۱۴۸		۱۵۱		۱۲۰	عیسائیوں اور یہودیوں کی
۱۴۹		۱۵۲		۱۲۱	جلاد و ظہیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۶	علمی تعلیم تحریر و کتابت	۲۲۰	مسجد فصیح	۱۹۹	شرک و بدعت کا استیصال
۲۶۹	افتاء	۲۲۱	مسجد نیر ترنظہ	۱۹۷	اصلاح اخلاق
۲۷۱	علم التفسیر	"	مشریہ ام ابراہیم	۲۰۱	اصلاح بین الناس
۲۷۵	علم حدیث	"	مسجد بنو قفسر	۲۰۲	اصلاح معاش
۲۹۰	فن روایت کی ضرورت	"	مسجد بنو معاریہ	۲۰۳	ارشاد و پدایت
"	صحابہ کرام نے فن حدیث کیونکر حاصل کیا؟	"	مسجد فتح	"	پند و نصیحت
۲۹۱	شوق حدیث میں سفر	"	مسجد قلیتین	"	نمودہ و مثال
۲۹۷	صحابہ کرام نے احادیث کو کیونکر محفوظ رکھا	۲۲۲	مسجد السیاء	۲۰۴	وعظ گوئی
۲۹۶	صحابہ کرام نے کس حزم و احتیاط کے ساتھ ہم مکمل احادیث کو بچوایا	"	مسجد ذباب	۲۰۵	کلمات طیبہ
۲۹۸	روایت حدیث کا مقصد	"	مسجد احد	۲۰۶	جہاد
۳۰۳	صحابہ کے پاس حدیث کا تحریری ذخیرہ کس قدر تھا	۲۲۸	انصاب حرم	"	جہاد کی حقیقت
۳۰۴	فرائین رسول	۲۲۹	خدمات متفرقہ	۲۰۷	عہد نبوت میں صحابہ کرام کا فوجی نظام
۳۰۵	جن لوگوں نے صحابہ کرام سے روایت کیں انھوں نے احادیث کا کس قدر تحریری ذخیرہ فراہم کیا	"	مسجد کی صفائی	"	تمام قوم کا فوج بنانا
۳۰۷	مدارج حدیث کی تعیین	"	مسجد میں روشنی کا انتظام	۲۰۸	فوجی شعار
۳۰۹	درایت	۲۵۰	مسجد میں بخور کا انتظام	"	فوج کی تقسیم
۳۱۲	طبقات الصحابہ	"	مسجد کی نگرانی	"	فوجی تعلیم و تربیت
۳۱۷	مرویات صحابہ کی تعداد	۲۵۱	اذان	۲۱۰	زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام
۳۱۷		"	امامت	۲۱۱	جہاد کے لیے ساز و سامان
۳۱۷		۲۵۲	جلال کی خدمت	۲۱۳	صحابہ کرام کا فوجی نظام
۳۱۷		۲۵۴	علمی خدمات	۲۱۹	غزوہ بکرہ
۳۱۷		"	تعلیم قرآن	۲۲۱	جہاز سازی کا کارخانہ
۳۱۷		"	تعلیم حدیث	۲۲۲	فتوحات صحابہ
۳۱۷		"	تعلیم فقہ	۲۳۸	تعمیر مساجد
۳۱۷		"		۲۴۰	مسجد حبشہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۳	شعر و شاعری	۳۵۵	اجزائے تصوف کی بے اعتدالی	۳۲۲	علم فقہ
۳۲۸	خطابت و زور و تقریر	۳۵۹	اصطلاحات تصوف	۳۲۲	صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
۳۳۶	خاتمہ	۳۶۲	سلسلہ تصوف	۳۲۲	کیونکر فقہ کی تعلیم حاصل کی
۳۳۶	صحابہ کرام کا اثر	۳۶۴	تصوف صحابہ	۳۲۲	طبقات فقہاء و صحابہ
۳۳۷	صحابہ کرام کا مذہبی اثر	۳۶۶	حضرت ابو بکر صدیق	۳۲۵	صحابہ کرام نے تابعین کو کیونکر
۳۳۸	صحابہ کرام کا اخلاقی اثر	۳۶۷	حضرت عمر فاروق	۳۲۵	فقہ کی تعلیم دی
۳۴۰	صحابہ کرام کا علمی اثر	۳۶۷	حضرت عثمان	۳۲۶	تدوین مسائل فقہ
۳۴۱	صحابہ کرام کا عام اثر	۳۶۸	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۳۲۶	صحابہ کرام نے اصول فقہ کے
۳۴۵	صحابہ کرام کا اثر عقائد پر	۳۸۰	صحابہ صفہ	۳۲۹	مسئلات و مسائل ایجاد کیے
۳۴۶	صحابہ کرام کا اثر سیاست پر	۳۸۳	عام صحابہ	۳۲۹	صحابہ کرام کے اختلافی مسائل کا
		۳۸۶	تصوف صحابہ کی حقیقت	۳۳۲	منشا و کیا تھا
		۳۹۲	مقامات و احوال	۳۳۷	علم اسرار الدین
		۴۰۶	علم الانساب	۳۵۱	علم تصوف
		۴۰۹	علم تاریخ	۳۵۲	صوفی اور تصوف
					خاتما بین

UNIVERSITY, ALIGARH



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دیباچہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک، مذہب، اخلاق، سیاست، اور علم و معرفت کا ایک مکمل مجموعہ تھی جن کے اُصول و قواعد قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں بہ تفصیل تذکرہ ہیں، اسلئے آپ کے وصال کے بعد ان عناصرِ رابعہ کا تحفظ و بقا صحابہ کرام کا سب سے اہم فرض تھا، اور انھوں نے اس فرض کو جس دیانت اور سرگرمی کے ساتھ ادا کیا، کتاب کے اس حصے میں اسی کی تفصیل ہے، اگرچہ بحیثیت جانشین رسول کے خلفاء راشدین کو اس فرض کے ادا کرنے کا موقع اور تمام صحابہ سے زیادہ ملا، اور اس لیے کتاب کا یہ حصہ زیادہ تر خلفاء راشدین ہی کے مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اور علمی کارناموں پر مشتمل ہے، لیکن ان تمام کارناموں کے انجام دینے میں دیگر صحابہ بھی ان کے شریک تھے، مثلاً وہی مسجدوں کے امام، درسگاہوں کے معلم، صوبوں کے حاکم، عدالتوں کے قاضی، فوجوں کے افسر، اور مسلمانوں کے مفتی تھے، اور اس حیثیت سے ان کے عملی مظاہر مساجد سے لیکر ایوان حکومت اور میدان جنگ تک میں یکساں

نظر آتے تھے، اس بنا پر خلفاء راشدین کے کارناموں کے ساتھ اور صحابہ کے کارنامے بھی اس حصے میں آگئے ہیں، اور اس طرح یہ حصہ تمام صحابہ کے کارنامائے زندگی کا ایک مکمل مجموعہ بن گیا ہے جو لوگ اس کتاب کے پہلے حصے میں خود صحابہ کرام کے مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی فضائل و مناقب پڑھ چکے ہیں، ان کو اس حصے میں نظر آئیگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فیض تربیت سے کیونکر صحابہ کرام کو تدبیر سیاست اور علم معرفت میں بھی دنیا کے لئے ایک مکمل نمونہ بنا کر چھوڑ گئے، اور ان نمونوں نے اپنے زمانے میں کیونکر تمام دنیا کو آپ کی تعلیمات و تلقینات کے مطابق مذہب، اخلاق اور سیاست کی صراط المستقیم پر قائم رکھا۔

خدا کے اور پیغمبروں نے بھی اپنے اصحاب کو ان تمام چیزوں کی تعلیم و تلقین کی ہے لیکن اصحاب رسول اللہ نے جس طرح انکی حفاظت کی، اور جس طرح ان کو قائم و برقرار رکھا اسکی نظیر سے تمام دنیا کی مذہبی تاریخ خالی ہے، اور درحقیقت ایک ابدی مذہب کے قیام و بقا کیلئے اسی قسم کے برگزیدہ و متدین محافظ درکار تھے۔

عبدالسلام ندوی

شبلی منزل

اعظم گڑھ

۱۱ جولائی ۱۹۲۲ء

# سیاسی خدمات

## خلافت آلمی

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلكم وليكن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من بعد خوفهم امنا (نور)

خلافت آلمی ایک مقدس مذہبی امانت ہے اسلئے اوس کا استحقاق صرف ایمان و عمل ہی کی بنا پر پیدا ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اول اول جب آسان پر اس کا اعلان ہوا تو مقرران بارگاہ آلمی نے اپنے استحقاق کا اظہار ان الفاظ میں کیا،

واذ قال ربك للملكة اني جاعل	جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں
في الارض خليفة قالوا اتجعل فيها	اپنا ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں تو اون نے کہا کیا تو
من يفسد فيها وليفك السد ماء	زمین میں اپنا خلیفہ کس شخص کو مقرر کرنا ہو جو اس میں فساد
وفحن نسيم مجلدك ولقد سلكه بقر	پھیلائے گا اور خوزیری کر گیا ہوا حال کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کہتے ہیں

صحابہ کرام کے عقائد و اعمال کی جو تفصیل پہلے حصے میں گندھکی جو اونکو پڑا اگرچہ ہر شخص تسلیم کریگا کہ انھوں نے مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اپنے آپ کو خلافت آلمی کا حقیقی مستحق بنالیا تھا، لیکن اس حصے میں ہم اون اخلاقی خصوصیات کو دکھانا چاہتے ہیں جن سے نہایت

وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگا کہ صحابہ کرام میں حاکم و محکوم اور راعی و مرعی دونوں کے مشترکہ اخلاقی اوصاف نے خلافت کو کس صحیح اصول پر قائم کیا اور کس صحیح طریقے پر اوس کو قائم رکھا، صحابہ کو خلافت کی خواہش نہ تھی، امارت و حکومت اگر ابر بالعود والنہی عن المنکر کا ذریعہ ہے تو وہ ایک مقدس فریضہ مذہبی ہے، لیکن اگر اوس کو ذاتی اغراض کا شکار گاہ بنا لیا جائے تو اوس سے بدتر کوئی چیز نہیں، اس بنا پر ہر نظام حکومت کے متعلق سب سے پہلے یہ پتہ لگانا چاہئے کہ اوس کی بنیاد کس سطح پر رکھی گئی ہے؟ صحابہ کرام کے دور کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگ ذاتی حیثیت سے امارت و حکومت کی خواہش نہیں رکھتے تھے، البتہ جن مواقع پر وہ مذہبی خدمات اور مذہبی اعزاز کا ذریعہ ہو سکتی تھی وہاں تمام صحابہ اوس کو محبوب سمجھنے لگتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں اعلان فرمایا کہ میں آج یہ جھنڈا اوس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہو اور خدا اوس کی ہاتھ پر فتح نصیب کرے گا، تو اس مذہبی شرف کے شوق سے تمام صحابہ کے دل بے زیر ہو گئے، لیکن ان مواقع کے علاوہ اون کے پاک دل کو کبھی اس ہوس نے آلودہ نہیں کیا، خود حضرت عمرؓ فرماتے ہیں،

ما اجبت الا ما سارۃ الا یومئذ، غزوہ خیبر کے سوا میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی،

سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کا مسئلہ پیش ہوا تو ہاجرین و انصار میں اگرچہ ایک طرح کی کشمکش پیدا ہو گئی تاہم اوس وقت بھی وہ صحابہ کی یہ خصوصیت نمایاں رہی اس وقت انصار ہاجرین کے حریف مقابل تھے، لیکن انھیں انصار میں حضرت زید بن ثابتؓ بھی تھے جنھوں نے نہایت

سلفہ سلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ،

ایشان کے ساتھ کہا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے تھے، اسلئے خلیفہ بھی ہمارا ہی ہوگا، ہم جس طرح آپ کے انصار تھے، آپ کے خلیفہ کے بھی انصار رہیں گے۔“

یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے زمانہ تک ذاتی تفوق و امتیاز کی بنا پر صحابہ کرام میں باہم کوئی نزاع نہیں قائم ہوئی،

خلافت کی ذمہ داریوں کا احساس، حکومت یا امارت اگر ذاتی اغراض کا ذریعہ ہیں تو انکی ذمہ داری اس سے زیادہ نہیں، جتنا ایک جانور اپنی بھوک پیاس کا ذمہ دار ہے، لیکن اگر ان کے ذریعہ سے دنیا میں نیکیوں کا پھیلاؤ اور برائیوں کا استیصال کرنا مقصود ہے، تو وہ ایک ایسا بار بار اٹھنے جس کے بوجھ سے آسمان وزین تک کانپ اٹھتے ہیں، صحابہ کرام کے سر پر یہی بارِ امانت ڈالا گیا تھا، اسلئے اس بوجھ سے ان کے اعصاب ہمیشہ متزلزل رہتے تھے، حضرت ابو بکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انھوں نے پہلا خطبہ جو دیا وہ صرف خلافت کی ذمہ داریوں پر مشتمل تھا، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں،

یا ایھا الناس لو دت ان هذا	لوگو! میری خواہش یہ تھی کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا شخص
کفانیہ غیري دلین اخذتمونی سنتہ	اٹھاتا، اور اگر تم مجھ سے اپنے پیغمبر کی سنت کا اتباع
نبیکم ما اطمینان کان لمعصوم	چاہو گے، تو میں اس کا تحمل نہ ہو سکوں گا،
من الشیطان وان کان لینزل علیہ	کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ و مامون تھے اور اوپر
الوحی من السماء	آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی،



حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کے اٹھانے کی قوت رکھتا تو چھپرہ بہت زیادہ آسان تھا کہ میں آگے بڑھ جاؤں اور میری گردن اڑا دیجائے۔  
ایک بار حج سے واپس آرہے تھے، راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور بہت سی نکیریاں جمع کر کے چادر بچھائی، اور اس پر حبت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی،

اللہم کبرت سنی وضعفت قوتی و  
خداوند اب میرا سن زیادہ ہوا میرے قویٰ ضعیف ہو گئے  
انتشرت رعیتی فاقبضنی الیٰ لیث  
میری رعایا میرے قبیل گئی، پس بھٹکوا اس حالت میں ملنے لگا  
عزیز ضعیف و کلام فرطاً،  
کہ میرے اعمال برباد ہوئے اور میں خدا تعالیٰ سے آگے نہ ہوں

اولن کے مرض الموت میں جب لوگوں نے درخواست کی کہ اپنا جانشین مقرر کرتے جائیے،  
تو بولے کیا میں یہ بوجھ موت و زندگی دونوں حالتوں میں اٹھاؤں، میری صرف یہ آرزو ہے  
کہ میں اوس سے اس طرح الگ ہو جاؤں کہ عذاب و ثواب برابر برابر ہو جائیں۔

خلافت کی ذمہ داریوں کا یہی احساس تھا جس کی بنا پر انھوں نے حالت نزع میں ہرگز وہ  
کی حفاظت حقوق کے لئے وصیت کی، ہاجرین و انصار سے لیکر بدو اور ذمی ملک کے حقوق کی طرف  
اپنے جانشین کو توجہ دلائی، چنانچہ بخاری باب قصۃ البیتۃ للاتفاق علی عثمان بن یہ وصیت بہ تفصیل  
ذکور ہے،

زاکین خلافت | اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اپنے فضل و احسان سے اپنا سب سے بڑا عطیہ عطا فرمایا  
تو ساتھ ساتھ اوس کے خرائض بھی بتادیئے،

الذین ان مکفہ فی الارض اقاموا  
الصلوة و آتوا الزکوۃ و امروا  
بالمعروف و نہوا عن المنکر و  
لہ عاقبتہ الامور، (ج ۱)

وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین میں منکین کر دیں گے تو وہ نماز کو  
تایم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم کریں گے اور  
بدی سے روکیں گے، اور ہر کام کا انجام صرت  
خدا کے لئے ہو،

یہ فرائض جلیلہ اصولاً تین قسموں میں منقسم کیے جاسکتے ہیں، مذہب، اخلاق، سیاست،  
صحابہ کرام نے اپنے عہد میں جس طرح یہ فرائض انجام دیئے اور ان کی تفصیل اس حصہ کے مختلف  
ابواب و فصول میں آئیگی، اس موقع پر صرت اون موثر مثالوں کا جمع کرنا مقصود ہے، جن سے  
اوس جوش، اوس خلوص، اوس مستعدی اور اوس سرگرمی کا اظہار ہوگا، جو ان فرائض کے  
انجام دینے میں صحابہ کرام نے ظاہر فرمائی،

ہمارے زمانہ میں بادشاہ کارات کو تنہا کھانا ایک غیر معمولی واقعہ سمجھا جاتا ہے، لیکن حضرت  
ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو سات مہینہ تک مقام سبخ میں قیام فرمایا جو مدینہ کی اصل آبادی سے  
دور تھا، لیکن روزانہ وہاں سے کبھی پاپیادہ اور کبھی سواری پر مسجد نبوی میں آتے تھے اور عشا کی  
نماز پڑھا کر واپس جاتے تھے،

حضرت عمرؓ صبح تڑکے اٹھتے تو پہلا کام یہ انجام دیتے کہ جو لوگ تہجد پڑھ کر سو جاتے تھے  
اون کو نماز صبح کے لئے جگا دیتے، عشا کے بعد اون کا سب سے آخری فرض یہ تھا کہ مسجد کی  
دیکھ بھال فرماتے، جو لوگ عبادت الہی میں مصروف ہوتے اون کے سوا دوسرے بیکار

آدمیوں کو نہ رہنے دیتے،

لیکن ابھی ادن کے فرائض خلافت ختم نہ ہو جاتے بلکہ راتوں کو اوٹھ اوٹھ کے مدینہ کا

پہرہ دیتے،

ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ رات کو نکلے، دفعۃً ایک گھر میں چراغ

کی روشنی نظر آئی، قریب آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کچھ لوگ شور و ثغب کر رہے ہیں،

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے فرمایا، تمہیں معلوم ہے یہ کس کا گھر ہے؟ یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے،

اور وہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں، تمہاری کیا رائے ہے؟ بولے کہ خدا سے ہم کو تجسس

کی ممانعت فرمائی ہے اسلئے واپس آئے،

مدینہ میں ایک عام لشکر خانہ قائم کیا تھا، وہاں جاتے تھے اور مسلمانوں کو خود اپنے ہاتھ سے

کھانا کھلاتے تھے، ایک قاصد دربار خلافت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امیر المومنین، ہاتھ میں عصا

لیکر مسلمانوں کو خود کھانا کھلا رہے ہیں، عشاء کے بعد پھر پھر کے مسجد میں شخص کا چہرہ دیکھتے اور

اوس سے پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تو اوس کو بجا کر کھانا کھلاتے،

فوجوں کو روانہ فرماتے تو ہر وقت اوس کے خیال میں مصروف رہتے، فرمایا کرتے تھے کہ

میں ناز پر ہٹا ہوں اور فوج کے بھیجنے کا سامان کرتا رہتا ہوں، نہماوند کے معرکہ کا دن آیا تو رات کو ڈھن

بدل بدل کر کائی، قادسیہ میں ایرانیوں سے جنگ ہوئی، تو صبح سے لیکر دوپہر تک کا صرف یہ

شغلہ تھا کہ جو شتر سوار اودھرتے آتے اون سے حالات دریافت فرماتے،

خلاصۃ الافکار باخبر المصطفیٰ صفحہ ۱۱۴۵، امابہ تذکرہ ربیعہ بن امیہ، اس قسم کی متعدد مثالیں تاریخوں میں مذکور ہیں، طبرستان

صفحہ ۷۴، طبقات ابن سعد تذکرہ ام حبیبہ خولہ صفحہ ۲۴۲، طبری صفحہ ۱۲۳۶،

رعایا کی خبر گیری کا نہایت خیال رکھتے تھے، اعمال کے یہاں سے جو قاصد آتے دن سے رعایا کا حال پوچھتے، ایک دن حضرت ابو موسیٰ اشعرؓی کے یہاں سے ایک آدمی آیا تو اس سے رعایا کے حالات پوچھے، اخیر میں تمام ملک کے دورے کا بھی ارادہ کیا تھا، اور فرماتے تھے کہ ایک سال متصل دورہ کروں گا، رعایا خود مجھ تک پہنچ نہیں سکتی اور اعمال دن کی ضروریات کو بھرتا نہیں پہنچاتے، دو مہینہ شام میں، دو مہینہ جزیرہ میں، دو مہینہ مصر میں، دو مہینہ بحرین میں، دو مہینہ کوفہ میں اور دو مہینے بصرہ میں قیام کروں گا، لیکن ان میں صرف شام کے دورہ کی نوبت آئی،

صدتہ میں جو جانور آتے تھے دن کی نگرانی اور حفاظت خود فرماتے تھے، ایک دن سخت لاپل رہی تھی، اور زمین پر انگارے بکھے ہوئے تھے اسی حالت میں حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ وہ دو اونٹوں کو ہانکے ہوئے لے جا رہے ہیں، پوچھا کہ آپ اس وقت گھر سے کیوں بھٹکے ہوئے صدقے کے دو اونٹ چھوٹ گئے تھے میں نے خیال کیا کہ ان کو چراگا، میں پہنچاؤں ایک روز صدقے کے اونٹ آئے تو سر پر چادر ڈال لی اور پتی ہوئی زمین پر کھڑے ہو کر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے دن کا حلیہ بلند کروایا، حضرت عثمانؓ بھی موجود تھے، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے دن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا تھا،

ان خیر من استاجرت القوی الامین جس کو تم نے لازم رکھا، وہ قوی اور امین ہے،

لیکن وہ قومی امین یہ ہیں،

ایک دن صدقہ کے ادٹوں کے بدن پر تیل لگا رہے تھے، ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین کسی غلام کے متعلق یہ کام کر دیا ہوتا؟ بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے۔

بازار کی نگرانی کا خاص اہتمام رکھتے تھے، اگرچہ اس کام کے لئے حضرت عبداللہ اور حضرت سائب بن زید کو خاص طور پر مقرر کر دیا تھا، لیکن خود بھی بازار کا گشت لگا کرتے تھے، ایک دن بازار سے گزرتے تو دیکھا کہ ایک نئی دوکان کھلی ہے اوس کو توڑ ڈالا، اگر تاجر ایک جگہ جمع ہو جاتے تو ان کو کوڑا مارتے اور کہتے کہ راستہ نہ بند کرو،

ایک دن بازار سے گزرے حضرت حاطب بن بلتعہ کو دیکھا کہ متعین بیچ رہے ہیں، بولے ”یا بھاؤ بڑھاؤ یا اس کو اوٹھا کر بازار سے لیجاؤ“

بیت المال سے مسلمانوں کے جو وظائف مقرر تھے ان کے گھروں پر جا جا کر تقسیم کرتے تھے، ہشام کعبی کا بیان ہے کہ وہ ہاتھ میں قبیلہ خزانہ کا جبر سے لیتے تھے، اور مقام تدیین جا کر ہر باکرہ و ثیبہ عورت کو اوس کا وظیفہ خود اوس کے ہاتھ میں دیدیتے تھے، پھر وہاں سے مقام عصفان میں آکر وظائف تقسیم فرماتے تھے،

حضرت عثمان نے بھی اس سنت کو قائم رکھا تھا، مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے،

”کہ وہ ممبر پر تھے اور موزن اقامت کہہ رہا تھا، لیکن وہ اس حالت میں بھی لوگوں کے حالات

مسند الغابہ ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۳، مسند موطاے امام مالک کتاب البیوع، مسند کثر الاعمال صفحہ ۱۱،

مسند جلد ۲۱ صفحہ ۲۱، مسند فروع البلدان صفحہ ۱۳۵،

اور بازار کا بیچ بچھڑ رہے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی جوش و خلوص کے ساتھ فرائض خلافت ادا فرماتے تھے، استیعاب میں، کہ وہ ہاتھ میں ڈرہ لئے ہوئے بازار دن میں گھومتے رہتے تھے اور لوگوں کو پرہیزگاری سچائی، حسن معاملت اور پورے پورے ناپ جو کھ کی ترغیب دیتے تھے، ایک دن بازار میں گئے دیکھا کہ ایک لونڈی ایک خرمہ فروش کی دکان پر در رہی ہے، بولے کیا حال ہے؟ بولی اوس نے ایک درہم پر میرے ہاتھ کھجور فروخت کی، لیکن میرے آقا نے اوس کو واپس کر دیا اب وہ بھیرنے پر راضی نہیں ہوتا، اونھون نے سفارش کی کہ کھجور لیلو، اور اوس کے دام واپس دیدو، اوس نے اون کو ڈھکیل دیا، لوگوں نے کہا ”کچھ خیر ہے، یہ امیر المومنین ہیں“ اب اوس نے اوس کی کھجور واپس کر دی اور کہا کہ ”مجھ سے راضی ہو جائیے“ بولے ”اگر لوگوں کا حق پورا پورا دو گے تو مجھ سے زیادہ تم سے کون راضی ہوگا“

ایک دن بازار سے گزرے دیکھا کہ لوگ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ گئے ہیں بولے ”کسی کو یہ اختیار نہیں ہے، مسلمانوں کے بازار نمازیوں کے مصلے کی طرح ہیں، جو لوگ آج آگے بڑھ گئے ہیں وہ کل اوس کو چھوڑ دیں“

دیانت، خلفاء کی حفاظت میں سب سے زیادہ گران قیمت چیز بیت المال تھا، دنیوی بادشاہ سلطنت کا مال اپنے اوپر بید رہنے صرف کرتے ہیں، لیکن صحابہ کرام نے اس خزانہ الہی کی اس دیانت کے ساتھ حفاظت کی کہ اپنے مصارف سے زیادہ اوس میں سے کبھی ایک جہہ نہیں لیا،

ملہ مسند جلد ۳، صفحہ ۳۰، ملہ استیعاب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ملہ الرایض المستتر فی مناقب امیرہ صفحہ ۲۴۱، ملہ کنز العمال جلد ۱۲، صفحہ ۱۶۷

حضرت ابو بکرؓ نے فرائض خلافت کی مصروفیت کی بنا پر بیت المال سے وظیفہ لیا تو  
اوس کے ساتھ یہ تصریح کر دی، کہ اس کے بعد اون کی تجارت کی آمدنی بیت المال میں  
نقل ہو جائے گی،

فسیال آل ابی بکر من ہذا المال اب آل ابو بکر اس مال سے وجہ معاش لے گی  
ويعترف للمسلمین، اور مسلمانوں کے لئے پیشہ کرے گی،

لیکن انتقال کے وقت وظیفہ کی رقم بھی واپس کر دینی،  
حضرت عمرؓ کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے ایک مزدور تھے،  
اسلئے بیت المال سے صرف اسی قدر لیتے تھے، جتنا ایک مزدور کو لینا چاہئے، اسد الغما  
میں ہے،

ونزل نفسہ بمنزلہ الاجیر وکاحاد اونھوں نے اپنا حق بیت المال سے صرف اس قدر  
المسلمین فی بیت المال لیا جس قدر ایک مزدور مسلمانوں کے عام افراد کا حق تھا  
اونھوں نے اپنے طرز عمل سے ہر موقع پر ثابت کیا کہ بیت المال مسلمانوں کا مشترکہ  
خزانہ ہی، خود اون کا اوس میں کچھ حق نہیں ہی، چنانچہ اونھوں نے ایک بار حضرت  
حذیفہؓ کو لکھا، کہ مسلمانوں کے وظیفے تقسیم کر دو، اونھوں نے جواب دیا کہ وظیفے تقسیم ہو چکے،  
لیکن بہت سا مال بچ گیا ہی، حضرت عمرؓ نے اون کو دوبارہ لکھا کہ یہ بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دو،  
یہ عمر اور آل عمر کا مال نہیں ہی،

ایک بار حج کو گئے تو آمدورفت میں ۸۰ درہم صرف ہو گئے، اولن کو اس پر استقدافسوس  
ہوا کہ ہاتھ پیرا تھمارتے تھے، اور کہتے تھے،

ما اخلقنا ان نكون قد اسرفنا      یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے  
فی مال اللہ تعالیٰ،      مال میں فضول خرچی کی،

ایک بار سیار ہوئے اور دوا کے لئے شہد کی ضرورت پیش آئی، بیت المال میں شہد کا  
پیپا تھا، مسجد میں تشریف لائے اور عمر پر چڑھ کر تمام مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اگر آپ لوگ  
اجازت دیں تو یہ شہد لیلون در نہ وہ مجھے حرام ہے۔

ایک بار تمام مصارف کے بعد کچھ مال بچ گیا، تو لوگوں سے مشورہ کیا کہ اب یہ کہاں خرچ  
کیا جائے، لوگوں نے کہا "تو امیر المومنین ہم نے آپ کو زراعت و تجارت کے کاروبار سے روک دیا ہے  
اب وہ آپ کا مال ہے" اونھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا کہتے ہو؟  
اونھوں نے کہا "لوگوں نے آپ کا نام لیا ہے" بولے تمہیں کہو اونھوں نے کہا "ایک سال دن آپ  
میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے، تو ہم نے آپ کو افسردہ پایا، دوسرے روز گئے تو  
آپ خوش تھے، ہم نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے دن میرے پاس صدقے کے دو دینار رہ گئے  
تھے اسلئے میں رنجیدہ تھا اور آج میں نے اولن کو تقسیم کر دیا، اسلئے خوش ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا  
"تم نے سچ کہا میں دنیا و آخرت دونوں میں تمہارا شکر گزار ہوں"۔

خلافت کے بعد وہ خود مسلمانوں کے ہو گئے تھے، اور اپنی ذاتی حیثیت فنا کر دی تھی، اسلئے



اون کو جو کچھ ملتا تھا ادس کو یا تو بیت المال میں داخل کر دیتے تھے یا ادس کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایک بار شاہ روم کا قصد آیا تو اون کی بی بی نے ایک اشرفی کا عطر خریدا اور ادس کو شیشی میں بھر کر شاہ روم کی بی بی کے پاس ہدیہ بھیجا، ادس نے اون شیشیوں کو جو اہرات سے بھر کر واپس کر دیا، حضرت عمرؓ نے یہ جو اہرات دیکھے تو اون کو فروخت کر کے ایک دینار اپنی بی بی کو واپس کر دیا، بقیہ رقم بیت المال میں داخل کر دی،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چراگاہ میں اونٹوں کو چرا کر خوب فرہ کیا، اور بازار میں بیچنے کے لئے لائے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ اسے امیر المؤمنین کے بیٹے یہاں آؤ، وہ آئے تو کہا کہ امیر المؤمنین کا بیٹا تجھ کو گول نے تمہارے اونٹوں کو خوب بھلایا پلایا ہو، اس المال سے بقیہ اونٹوں کو بیت المال میں داخل کر دو،

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اون کی بی بی عاتکہ کے پاس ہدیہ ایک چادر بھیجی، اونھوں نے اون کو بلا کر سخت تہنک کیا اور چادر کو اون کے اوپر پھینک دیا کہ ہم کو اس کی ضرورت نہیں، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ ایک بار اون کے پاس ابھیہان سے کچھ مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی، اونھوں نے مال کے ساتھ روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور ہر حصہ پر ایک ایک ٹکڑا روٹی کا رکھا، پھر قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو دیا جائے،

ایک دن بیت المال کا کل مال تقسیم کر کے ادس میں جھاڑو دو لوائی، پھر ادس میں نماز پڑھی تاکہ قیامت کے دن لوگ اون کی دیانت کی شہادت دیں،

ادن کو جو چیزیں ہر شے ملتی تھیں وہ ادن کو بھی بیت المال میں داخل کر دیتے تھے، ایک دن اونھون نے ایک عطر کی شیشی دکھا کر کہا کہ یہ مجھے ایک دہقان نے ہدیہ دی ہے پھر بیت المال میں آئے اور اوس میں جو کچھ عطر تھا اونڈیل دیا، اور فرمایا کہ کامیاب ہو وہ شخص جس کے پاس ایک قوسرہ ہو اور وہ روز اوس کو کھائے۔

میں نے  
اور  
میں نے  
میں نے  
میں نے

ایک بار کسی رئیس نے حضرت حسن و حضرت حسین علیہما السلام کو دو چادرین ہدیہ دیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے چادرین پر نظر پڑ گئی تو پوچھا کہ یہ کہاں سے ملین؟ اونھون نے واقعہ بتایا تو ادن کو بیت المال میں داخل کر دیا، ایک بار ہسبہان سے ادن کے پاس بہت سا مال اور سامان آیا اونھون نے اوس کو چند دیانت دار لوگوں کی حفاظت میں رکھوا دیا، اوس میں سے حضرت ام کلثوم نے ایک مشکیزہ شہد اور ایک مشکیزہ گھی کا منگو لیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آکر گنا تو دو مشکیزوں کی کمی معلوم ہوئی، اونھون نے پوچھا تو حفاظت کرنے والوں نے کہا "ادن کا حال نہ پوچھئے، ہم ادن کو لادیتے ہیں" بولے تم کو اصل واقعہ بیان کرنا پڑے گا۔ اونھون نے کہا "ہم نے حضرت ام کلثوم کے پاس بھیج دیا" فرمایا "میں نے تو یہ حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو تقسیم کرو اور تم نے ام کلثوم کو دیدیا" چنانچہ اسی وقت وہ مشکرے اٹھوا منگوائے، اور ادن میں سے جو کچھ صرف ہو چکا تھا اوس کی قیمت گوائی تو معلوم ہوا کہ ۳ درہم کی کمی ہے، حضرت ام کلثوم کے یہاں سے ۳ درہم منگو اسے اور مشکیزوں کو تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا،

یہی دیانت تھی جس نے صحابہ کے دور خلافت میں جمہوری روح پھونک دی تھی، شخصیت حقیقت

سلہ استیباب تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، صفحہ ۱۰۲، تذکرہ ابراہیم تذکرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ،

بددیانتی، خود غرضی، اور عیش پرستی کا نتیجہ ہے، خود غرض لوگ صرف اس بنا پر شخصیت کی حمایت کرتے ہیں کہ سلطنت کے تمام اختیارات سلطنت کی تمام دولت اور سلطنت کے تمام مداخل و خارج اون کے ہاتھ میں آجائیں، اور وہ مطلق العنانی کے ساتھ منے اور امین، لیکن جو لوگ دیانت کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہیں، وہ تمام دنیا کو خود امور سلطنت میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں، تاکہ اون کے سرکار بوجہ ہلکا ہو جائے اور اون کی ذمہ داریاں بہت سے لوگوں پر تقسیم ہو جائیں، صحابہ کرام اسی اصول پر حکومت کرنا چاہتے تھے، اسلئے وہ خود تمام مسلمانوں کو امور خلافت میں شرکت کی دعوت دیتے تھے، حضرت عمرؓ نے خراج کے تعین کے متعلق تمام صحابہ کو مشورے کے لئے بلایا تو یہ الفاظ فرمائے،

انی لم اذبحکم الا لان تشرکوا فی  
امانی،  
میں نے آپ لوگوں کو صرف اسے تکلیف دی کہ آپ میری  
امانت میں شریک ہوں،

سادات! جبکہ تمام عرب و عجم نے سیادت و حکومت کے ذریعہ سے دنیا کو اپنا غلام بنا لیا تھا، اسلام نے صرف تقویٰ و طہارت کو انسان کا اصلی شرف قرار دیا اور قرآن مجید نے تمام دنیا کے خلاف یہ صدا  
بندی،

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم،  
تم میں سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے،  
صحابہ کرام کو اگرچہ خلافت الہی نے اوس شرف سے بھی ممتاز کیا جو روم و ایران کا سب سے  
بڑا ذریعہ تفوق و امتیاز تھا تاہم انھوں نے صرف مذہب و اخلاق ہی کو اپنا اصلی شرف خیال کیا حضرت  
عمر بن الخطابؓ کا قول ہے،



پلٹ کر بصرہ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعرئی نے جو دہان کے گورنر تھے، نہایت جوش کے ساتھ اذہکا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اگر میں آپ دونوں صاحبوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا تو ضرور پہنچاتا، یہاں میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا مال ہے جس کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا جاتا ہو، آپ لوگ یہاں اس روپیہ سے اسباب تجارت خرید لیں اور مدینہ جا کر اس کو زرخیز کرین، جو نفع حاصل ہو اس کو خود لے لیں اور اصل مال امیر المومنین کے حوالے کر دیں، یہ کہہ کر روپیہ اون کے حوالہ کر دیا اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دیدی ان دونوں صاحبوں نے اس پر عمل کیا، لیکن جب روپیہ لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے پوچھا کیا ابو موسیٰ نے کل فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ بولے ”نہیں“ فرمایا ”میرا لڑکا بھکھڑا تھا اسے ساتھ یہ رعایت کی ہے، اصل اور نفع دونوں دیدو“

ایک بار انھوں نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا، اس نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں عراق کو جاؤں بوسے مکاتب ہونے کے بعد جہان چاہو جا سکتے ہو، وہ روانہ ہوا تو اور چند غلاموں نے اس کی رفاقت کرنا چاہی، اور کہا کہ امیر المومنین سے ایک خط لیلو کہ تمام مسلمان ہمارے ساتھ عزت سے پیش آئیں، اس کو اگرچہ معلوم تھا کہ یہ درخواست اون کو ناگوار ہوگی تاہم اس نے یہ گزارش کی ڈانٹ کر فرمایا ”تم لوگوں پر ظلم کرنا چاہتے ہو، تم تمام مسلمانوں کے برابر ہو،

اس طرز عمل نے تمام قوم میں مساوات کی روح پھونک دی تھی، اسلئے اگر کوئی شخص خلفاء کے ساتھ کسی قسم کا غیر مساویانہ برتاؤ کرتا تھا تو تمام لوگ برہم ہو جاتے تھے حضرت امیر معاویہؓ پہلی بار

۱۔ موطا، امام مالک کتاب البیوع باب ما جاز فی القراض، ۲۔ طحاوی کتاب المکاتب فی الوضوح عن المکاتب، ۳۔ سیہ،

شام سے صبح کو آئے تو ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ تمام اہل شام بگڑ گئے اور کہا کہ یہ منافق کون ہے جو صرف امیر المومنین کو سلام کرتا ہے،

زہد و تواضع، سلاطین و امراء کے جاہ و جلال سے اگرچہ انسان دفعۃً مرعوب ہو جاتا ہے لیکن حقیقی اطاعت اور اصلی محبت صرف زہد و تواضع سے پیدا ہو سکتی ہے، صحابہ کرام کے دور خلافت میں اگرچہ دنیا نے اون کے سامنے اپنے خزانے اوگل دیئے، تاہم اونھوں نے اپنی قدیم سادگی اور خاکساری کو ہمیشہ قائم رکھا، اسلئے عرب کی غیور طبیعتوں کو اون کی اطاعت اور فرمانبرداری سے کبھی عار و استغفات نہیں ہوا،

حضرت ابو بکرؓ خلافت سے پہلے بکریان دوہا کرتے تھے، منصب خلافت سے ممتاز ہوئے تو ایک چھو کڑی نے کہا "اب وہ ہماری بکریان نہ دوہیں گے" اونھوں نے سنا تو بوسے خدا کی قسم ضرور دوہوں گا، خدا نے چاہا تو خلافت میری قدیم حالت میں کوئی تغیر نہ پیدا کرے گی، چنانچہ امور خلافت کو بھی انجام دیتے تھے اور اون کی بکریان بھی دوہتے تھے، بلکہ اگر ضرورت ہوتی تھی تو اون کو چہرا بھی لاتے تھے،

ایک دن اونھوں نے پینے کا پانی مانگا، تو لوگ شہد کا شربت لاتے، پیائے کو منہ سے لگا کر ہٹالیا، اور رونے لگے، جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی رو پڑے، تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گئے، پھر دوبارہ رونا شروع کیا، لوگوں نے پوچھا آخر آپ کیوں روئے؟ فرمایا "میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کسی آدمی کو ڈاکیل رہے ہیں، حالانکہ

طہ ادب المفرد باب التسليم علی الامیر

کوئی شخص آپ کے پاس نہ تھا، میں نے پوچھا یہ آپ کس کو ڈکیل رہے ہیں؟ فرمایا دنیا میرے سامنے  
 الجسم ہو کر آئی تھی، میں نے اوس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا، وہ ہٹ گئی، مگر پھر دوبارہ آئی  
 اور کہا کہ آپ مجھ سے بچ کے نکل جائیں تو کل جائیں لیکن آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے نہیں بچ  
 سکتے، مجھے یہی واقعہ یاد آگیا، اور میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے چمٹ نہ جائے،  
 حضرت عمرؓ کسریٰ و قیصر کے خزانے کے کلید بردار تھے، لیکن زہد و تواضع کا یہ حال تھا کہ  
 ایک دن اونھوں نے پینے کا پانی مانگا، لوگ شہد کا شربت لائے پیائے، کوہا تھ پر رکھ کر تین بار فرمایا کہ  
 ”اگر پی لون تو اوس کی مٹھاس چلی جائیگی اور طغی (عذاب) باقی رہ جائیگی“ یہ کہہ کر ایک آدمی کو دیدیا  
 اور وہ اوس کو پی گیا،

ایک بار اون کے پاس حضرت عقبہ بن فرقہ آئے، دیکھا کہ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی  
 کھا رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے اون کو بھی شریک طعام کر لیا لیکن یہ قہم ہائے خشک اون کے گلے سے  
 نہ اترے، وہ عیش و طرب کے ساز و برگ دیکھ چکے تھے، ہوئے یا امیر المومنین آپ کو میدے سے  
 رغبت ہے؟ فرمایا ”کل مسلمانوں کو مل سکتا ہے“ اونھوں نے کہا ”نہیں“ بوسے کیا تم چاہتے ہو کہ میں دنیا ہی  
 میں کھانے پینے کا مزا اوڑھ لوں؟

ایک دن حضرت حفصہؓ کے یہاں آئے، اونھوں نے سالن میں زیتون کا تیل ڈال کر  
 سامنے رکھ دیا، ہوئے ”ایک برتن میں دو دو سالن، تادم مرگ نہ کھاؤں گا“  
 عین زمانہ خلافت میں اون کے سامنے کھجوریں رکھ دی جاتی تھیں اور وہ سڑی گلی

کھجورین تک اڑھا کر کھا جاتے تھے،

باس اس سے بھی زیادہ سادہ تھا، حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ اون کے کرتے کے مونڈھے پر تہہ پیوند لگے ہوئے ہیں،

جاہ و جلال کے موقعون پر بھی یہی سادگی قائم رہتی تھی، شام کے دورے کو گئے تو شہر کے قریب پہونچ کر اپنے اونٹ پر غلام کو سوار کرادیا اور خود غلام کے اونٹ پر سوار ہو لئے، لوگ استقبال کے لئے چشم براہ تھے، قریب پہونچے تو حضرت سالم نے لوگوں کو اشارے سے بتایا کہ امیر المومنین یہ ہیں، لوگ تعجب سے باہم کانابھوسی کرنے لگے، فرمایا دن کی نگاہیں اہل عجم کے جاہ و چشم کو ڈھونڈ رہی ہیں،

ایک کو گئے تو اونٹ پر بیٹھے بیٹھے گاڑے کی قمیص بھٹ گئی، اسٹے وہاں کے پادری کو دیکھا کہ اس کو دھو کر پیوند لگا دے وہ قمیص میں پیوند لگا کر لایا تو اس کے ساتھ خود اپنی طرف سے ایک نئی قمیص بھی دی، لیکن اونھوں نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ میری قمیص پسینہ خوب جذب کرتی ہے۔

ایک دن ممبر پر چڑھ کے فرمایا کہ ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں حیرایا کرتا تھا اور وہ اس کے عوض میں مٹھی بھر کھجور دیدیا کرتی تھیں، آج میرا یہ زمانہ ہے، یہ کہہ کر ممبر سے اتر آئے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا یہ تو آپ نے اپنی تحقیق کی، بوسے تنہائی میں میرے دل نے کہا کہ تم امیر المومنین ہو، تم سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ اسٹے

۱۔ موطائے امام مالک کتاب الجامع اباجاء فی الطعام والشراب ۲۔ موطائے امام مالک کتاب الجامع اباجاء فی البس واللباس

۳۔ موطائے امام محمد باب الزبد والنواضع ۴۔ طبری صفحہ ۲۵۲



مین نے چاہا کہ اوس کو اپنی حقیقت بتا دوں۔

اون کے دروازے پر دربان اور پرے دار تھے، وہ خود اپنے چپراسی تھے، جہاں ضرورت ہوتی تھی خود چلے جاتے تھے اور کام انجام دے کر چلے آتے تھے، ایک دن حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس آئے، لونڈی اون کے بالوں سے جوین نکال رہی تھی اونھوں نے اُسکو ہٹانا چاہا، بولے رہنے بھی دو، اونھوں نے کہا یا امیر المومنین اگر آپ بلو ابھیجئے تو میں خود حاضر ہوتا۔ بولے ضرورت تو بھکو تھی۔

حضرت عثمانؓ اگرچہ بذات خود دولت مند تھے، لیکن زمانہ خلافت میں نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے، مسجد میں سرہانے چادر رکھ کر لیٹ جاتے تھے، ارٹھتے تھے تو بدن میں لکڑیوں کے چھپنے کے نشان نظر آتے تھے، لوگ دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ امیر المومنین ہیں۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو تراب کا خطاب عطا فرمایا تھا، اور خاکساری نے اون کو اس لقب کا صحیح مصداق بنا دیا تھا، تمام لوگ اون کی خدمت و اطاعت کو اپنا فرض سمجھتے تھے، لیکن وہ خود بازار سے اپنا سودا سلف خرید کر لاتے تھے، ایک دن بازار میں کھجوریں خریدیں اور خود اُدٹھا کر لے چلے، ایک آدمی نے کہا "یا امیر المومنین میں پہونچا دوں" بولے بھوکا باپ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔

زہد و تورع کا یہ حال تھا کہ اپنے لئے کبھی اینٹ پر اینٹ اور شہتیر پر شہتیر نہیں رکھی، مینی گھر نہیں بنایا، بیت المال میں جو کچھ آتا اوسی وقت تقسیم کر دیتے، اور کہتے کہ  
 سلمہ نزلہ الارز کہ حضرت عمرؓ سلمہ طری صفحہ ۲۵۵، سلمہ اب المفرد باب من کانت له حاجۃ فمواضع الانبیا علیہم السلام الرافضی صفحہ ۱۱۱، سلمہ اب المفرد باب الکبر سلمہ القابہ تذکرہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ



کہا کہ اپنی بی بی ام کلثوم کو دیدیجئے۔ بولے ”ام سلیط اس کی زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ وہ غزوہ احد میں مشک بھر کر پانی لاتی تھیں اور ہم کو پلائی تھیں۔“  
ایک دن مسلمانوں کو طے تقسیم فرما رہے تھے، ایک نہایت عمدہ حملہ نکلا تو لوگوں نے کہا، ”حضرت عبداللہ بن عمر کو دیدیجئے۔“ بولے ”نہیں، مہاجر ابن سعید ابن عتاب یا سلیط ابن سلیط کو وٹن گا۔“

انھوں نے اپنے عمدہ خلافت میں ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، اور جب میوہ یا کھانے کی کوئی عمدہ چیز آتی تو اون میں بھر کے ازواج مطہرات کی خدمت میں بھیجتے، لیکن سب سے آخری پیالہ حضرت حفصہؓ کے پاس بھجواتے تھے، تاکہ جو کئی ہودہ اون کے حصہ میں آئے،

لوگوں کے وظیفے مقرر فرمائے تو لوگوں نے کہا کہ رحبشر میں پہلے اپنا نام درج فرمائیے۔ بولے ”نہیں اپنے آپ کو وہ میں رکھوں گا، جہاں مجھ کو خدا نے رکھا ہے، چنانچہ قرابت داران رسول کے نام پہلے لکھوائے، اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے کم مقرر فرمایا تو انھوں نے کہا کہ وہ مجھ سے کسی چیز میں آگے نہیں رہے۔“ بولے ”اون کے باپ تمھارے باپ سے اور وہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے۔“

امرا و عمال مقرر فرمائے تو اپنے خاندان کے کسی شخص کو کوئی عمدہ نہیں دیا، اون کے خاندان میں صرف نعمان بن عدی ایک ایسے بزرگ ہیں، جن کو میسان کا عامل مقرر فرمایا تھا۔  
سلاہ بخاری کتاب النکاح، القرب الی الناس فی الفرد، سلاہ اصابت ذکر عتاب سلاہ موطا سلاہ امام ابی حنیفہ کتاب الزکوٰۃ باب جزئہ اہل الکتاب و الجوس، سلاہ توح البلدان صفحہ ۴۶۲۔

لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ادن کو ایک جرم پر موقوف بھی کر دیا،  
 اس سے بڑھ کر کیا ایثار نفسی ہو سکتی ہو کہ اپنے بعد جن لوگوں کو خلافت کے لئے منتخب  
 فرمایا ادن میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نسبت صاف تصحیح کر دی کہ خلافت میں  
 اولن کا کوئی حصہ نہیں، چنانچہ بخاری میں یہ واقعہ بہ تصحیح مذکور ہے،  
 حق پسندی، اگر خود امرا و سلاطین میں حق پسندی کا مادہ موجود نہ ہو تو رعایا کی آزادی، نکتہ حسنی  
 اور حقوق طلبی بالکل بیکار ہے، لیکن صحابہ کرام کے دور میں خود خلفاء میں حق پسندی کا اس قدر مادہ  
 موجود تھا کہ ہر جائز نکتہ حسنی کے سامنے تسلیم خم کر دیتے تھے اس لئے ایک طرف تو ان کچھ چنیوں  
 کے علی نتائج نکلتے تھے، دوسری طرف قوم میں جائز آزادی کا مادہ پیدا ہوتا تھا جو خلافت کے  
 استحکام کا سب سے قوی سبب تھا،

ایک بار حضرت عمرؓ نے خزائن کعبہ کو تقسیم کرنا چاہا، لیکن حضرت شیبہؓ نے اس کی نفی  
 کی اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ آپ سے زیادہ محتاج تھے  
 لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے تقسیم سے فوراً ہاتھ کھینچ لیا،  
 ایک بار حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بی بی کو شوہر کی دیت میں درانت نہیں ملتی، حضرت  
 ضحاک ابن سفیانؓ نے کہا نہیں، اسیم افسابی کی بی بی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری فرمان  
 کے ذریعہ سے اوس کے شوہر کی دیت دلوائی تھی، حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی رائے بدل لی،  
 ایک پاگل عورت مرکب زنا ہوئی، لوگوں نے اوس کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں  
 ملہ اسد الغابہ جلد ۷، صفحہ ۱۷۸، تذکرہ اہل بن عدی، صفحہ ۱۷۸، ابوداؤد کتاب المناکب باب فی ال کعبۃ، صفحہ ۱۷۸، ابوداؤد فی المراتب  
 من دیمہ زد جا،

پیش کیا، انھوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے رحم کا حکم دیا، لوگ اس کو ننگا کرنے کے لئے لیجا رہے تھے، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگئے اور واقعہ معلوم ہونے پر کہا "کہ اس کو واپس پھلو، حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے تو کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پاگل مرفوع القلم ہے، پھر اس کو کیون ننگا کرتے ہیں؟ انھوں نے اس کو رہا کر دیا اور غفلتہ تکبیر بلند کیا،

ایک بار حضرت ابو مریم ازدیؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں آئے اون کو اونکا آنا ناگوار ہوا، اور بولے کہ "ہم تمھارے آنے سے کچھ خوش نہیں ہوئے" انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا جس شخص کو مسلمانوں کا والی بنائے اگر وہ دن کی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اس کی حاجتوں کے ساتھ پردہ والیگا، حضرت امیر معاویہؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کی حاجت برآر می کے لئے ایک مستقل شخص مقرر کر دیا،

رحم و شفقت، اخلاقی کتابوں میں بادشاہ کو رعایا کا باپ کہا گیا ہے، لیکن دنیا سے قدیم میں کتنے مسند آراء سرپر سلطنت گذرے ہیں اور دنیا سے جدید میں کتنے درعیان تخت و تاج ہیں جنھوں نے اپنے بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا ہے؟ لیکن صحابہ کرام نہ صرف مجازاً بلکہ حقیقتہً ان بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے تھے، اور ان سے دائمی اطاعت کا خاموش معاہدہ لیتے تھے حضرت ابو بکرؓ کو بچے دیکھتے تو دوڑ کر کہتے، "اے باپ" وہ محبت سے اون کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے چھو کر یا کہتے کہ آپ ہماری بکریاں کا دودھ کیوں نہیں دہتے؟ دہ دودھ دودھ دیتے، اور کہتے کہ

سلطۃ البراد و کتاب الحد و باب فی الخیر ان یسرق او یشرب، سلطۃ البراد و کتاب الخیر ارج، الامارۃ، سلطۃ الرایس النفرۃ فی سنۃ العشر جلد ۱ صفحہ ۳۰

”اگر ضرورت ہو تو چرابھی لاؤں“ مدینہ کے کسی گوشہ میں ایک بڑا سیار تھی تھی، وہ رات کو جاتے اور اوس کی ضروریات انجام دے آتے، جاڑ دن کے دن میں چادرین خرید کر مدینہ کی بیویوں میں تقسیم فرماتے،

حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو اون کی قدیم شدت و جلالت کے تصور سے تمام صحابہ کانپ اڑے، اور کہنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی، تو ایک عام مجمع کیا اور منبر پر چڑھ کر فرمایا،

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ میری سختیوں سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمرؓ پر سختی کرتے تھے، پھر حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو اوس وقت بھی عمرؓ ہمارے ساتھ سختی سے پیش آئے، اب جبکہ وہ خود خلیفہ ہو گئے ہیں تو خدا جانے کیا غضب ہو گا؟ لوگوں نے یہ بالکل سچ کہا ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم تھا، اور آپؐ کی رحمت و شفقت کا درجہ کون حاصل کر سکتا ہے؟ خدا نے خود آپؐ کو رؤف و رحیم کہا، جو خود خدا کا نام ہے، پھر ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور اون کے رفق و ملاطفت کا بھی آپؐ لوگوں کو انکار نہیں، میں ان کا بھی ایک خادم اور مددگار تھا، اسلئے اون کی نرمی کے ساتھ اپنی سختی کو ملا دیتا تھا، اور تیغ بے نیام ہو جاتا تھا، وہ چاہتے تھے تو اوس سے وار کرتے تھے، ورنہ میان میں ڈال دیتے تھے، لیکن اب جبکہ میں خود خلیفہ رہا ہوں تو یقین کرو کہ وہ سختی دو گنا ہو گئی ہے، لیکن صرف اون لوگوں کے لئے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں، رہے نیک اور دیندار لوگ تو میں ان کے لئے اس سے زیادہ نرم ہوں“

جس قدر وہ باہر نکلے وہیں

حدیث مبارک میں اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ محفوظ ہے،  
اول سب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس خطبہ کا ایک ایک لفظ کس قدر سچائی، کس قدر  
صدافت، اور کس قدر راستبازی سے لکھا ہے، اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ دین دار لوگوں کے لئے  
سب سے زیادہ نرم ہوں گے، واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حقیقت ایسے ہی تھے، حضرت  
سعید بن ربیعؓ ایک صحابی تھے، جو ان کے بعد خلافت میں آئے ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ  
ان کے پاس تعزیت کو آئے اور کہا کہ کوئی جمعہ نافع نہ کرنا، اور مسجد نبویؐ میں برابر شریک جماعت  
ہونا، بولے مجھے کون بچائے گا، پٹے تو اس کام کے لئے اول کے پاس ایک غلام بھیجا،

ایک بار حضرت اشعث بن قیسؓ بھرہ گئے وفد کے ساتھ آئے، اور کہا کہ ہم ایک بنجر  
زمین میں آباد ہیں، اس کے مشرقی جانب کھاری سمندر ہے، اور مغربی جانب چٹیل میدان،  
نہ ہمارے پاس کھیت ہیں نہ مویشی، دو کوس سے ضعیف لوگ پانی لاتے ہیں، عورتیں پانی بھرنے  
جاتی ہیں تو بچوں کو بکری کی طرح باندھ دیتی ہیں، کہ کہیں درندے نہ اٹھالیا جائیں تو کیا آپ ہماری  
ضرورت پوری نہ کریں گے؟ حضرت عمرؓ نے فوراً ابھڑکے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے، اور  
حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کو لکھ بھیجا کہ اول کے لئے ایک نہر کھودا دیں،

ہمیں عورتوں کے شوہر سفر میں ہوتے، اول کے گھر کو دشمنیت ایجا تے، دروازے پر  
کھڑے ہو کر سلام کرتے، اور کہتے تھے ہمیں کوئی ضرورت ہو، ہمیں کسی نے بتایا تو نہیں؟ اگر  
سنة الریاض النعمانی مناقب الشہداء جلد ۲ صفحہ ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱

تھیں سودے سلف کی ضرورت ہو تو میں خرید دوں، مجھے خوف ہے کہ بیع و شرا میں تم لوگ ہلکا  
 نہ کھا جاؤ، وہ اپنی لونڈیاں ساتھ کر دیتیں، بازار میں جاتے تو ان لونڈیوں اور غلاموں کا جھگڑا  
 ساتھ ہوتا، ان کا سودا سلف خرید دیتے، جن کے پاس دام نہ ہوتے خود اپنی لڑکے سے دیتے، مجاہدین  
 کے خطوط آتے تو خود ان کی بی بیوں کے پاس لیکر جاتے اور کہتے کہ اگر کوئی پڑھنے والا نہ ہو تو دروازہ  
 کے قریب آ جاؤ میں پڑھ دوں، قاصد خان دن جا لگے جواب لکھوا رکھو کہ بھیج دوں، پھر خود ہی  
 کاغذ دوات لیکر جاتے، جن عورتوں کے خطوط تیار ہوتے ان کو لے لیتے، ورنہ کہتے کہ دروازے  
 کے پاس آ جاؤ میں خود لکھ دوں، سفر میں ہوتے تو اپنے اونٹ پر سٹو، کھجور، مشک اور پیالے  
 ساتھ رکھتے، جو لوگ کسی ضرورت سے پاس آتے ان سے کہتے کہ لو کھاؤ، جب لوگ کوچ کر نکلتے  
 تو منزل کی دیکھ بھال فرماتے، اگر کوئی چیز گری ہوئی تو اٹھا لیتے، اگر کوئی شخص لنگڑا لولا ہوتا  
 یا اوس کا اونٹ بیمار ہوتا تو اوس کے لئے کرایہ کا اونٹ کر دیتے، قافلہ روانہ ہوتا تو پیچھے پیچھے  
 چلتے، کوئی چیز گر پڑتی تو اٹھا لیتے، لوگ منزل پر اترتے تو گم شدہ چیزوں کی تلاش میں خود  
 امیر المومنین کے پاس آتے،

ایک بار بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت آئی اور کہا کہ یا امیر المومنین  
 میرا شوہر مر گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں نہ وہ کوئی کام کر سکتے ہیں، نہ ان کے  
 پاس کھیتی ہے نہ مویشی، مجھے خوف ہے کہ ان کو درندے نہ کھا جائیں، میں خفافہ ابن ایماز انصاری  
 کی لڑکی ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے، حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے



وہاں سے پلٹے تو ایک اونٹ پر غلہ اور کپڑا لاد کر اس کے پاس لائے اور ہاتھ میں اونٹ کی ہمار  
دیکر کہا کہ اس کو ہانک لیاؤ، جب یہ ختم ہو جائیگا تو خدا پھر دے گا، ایک شخص نے کہا اے  
امیر المؤمنین آپ نے اس کو بہت دیا، بولے اسے کم بخت اس کے باپ اور بھائی دونوں  
نے میرے سامنے ایک قلعہ کا مدتوں محاصرہ کیا اور اس کو فتح کیا۔

ایک بار سفر حج کو جا رہے تھے، راہ میں ایک بڑا علاقہ اور اس نے قافلہ کو روک کر  
پوچھا کہ تم مین رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں، جب معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا تو اس نے شدت سے  
گریہ دیکھا، پھر پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا نام بتایا  
بولادہ تم میں ہیں، جب اس کو اون کے وفات کی خبر ہوئی تو پھر اسی طرح گریہ وزاری کی،  
پھر پوچھا کہ اون کے بعد کس نے زمام خلافت ہاتھ میں لی؟ بولے عمر بن الخطابؓ اس نے پوچھا  
وہ تم میں ہیں؟ جواب دیا کہ تم سے وہی گفتگو کر رہے ہیں اس نے کہا تو میری فریاد سی کیجیے،  
مجھے کوئی فریاد رس نہیں ملتا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کون ہو؟ تمھاری فریاد سن لی گئی، بولا میرا  
نام ابو عقیل ہے، رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے مجھے دعوت اسلام دی، میں آپ پر ایمان لایا آپ نے  
مجھے ستوپلایا اور میں اب تک اس کی میری دسیرابی کو محسوس کرتا ہوں، پھر میں نے بکری کا  
ایک گلہ خریدا اور اب تک اون کو چراتا ہوں، تازہ پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں، لیکن اس  
سال بدبختی نے ایک بکری کے سوا کچھ نہیں چھوڑا تھا، مگر اس کو بھی بھیڑیا اڑھالے گیا، اب  
آپ میری دستگیری فرمائیے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم سے چشمہ پر ملو، منزل پر پہنچے تو اونٹنی کی

لگام پکڑے بھوکے پیاسے بڑھے کا انتظار کرتے رہے، لوگ آپکے تو صاحب حوض کو بلا کر کہا کہ  
 ”فلان بڑھا آئے تو اوس کو اور اوس کے اہل و عیال کو کھلاتے پلاتے رہو، یہاں تک کہ مین  
 حج سے واپس آجاؤں۔“ حج سے پٹنے، تو صاحب حوض سے اوس کے متعلق دریافت فرمایا، اور  
 کہا کہ ”وہ مبتلائے بخار آیا تھا اور تین دن کے بعد مر گیا، مین نے اوس کو دفن کر دیا، اور یہ ادب کی  
 قبر ہے“ حضرت عمرؓ نے فوراً اوس کی قبر پر نماز پڑھی، اور اوس سے لپٹ کر روئے، اوس کے اہل و  
 عیال کو ساتھ لے گئے، اور تادم مرگ اوس کی وجہ معاش کے متکفل رہے،

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ بازا رون مین جاتے تو بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ دکھاتے  
 حالوں کے سر پر بوجھ اٹھا دیتے، اگر کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو اوسے اٹھا کر دیدیتے، اور  
 یہ آیت پڑھتے،

تَلَّكَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فُجِعَ لَهَا الَّذِينَ  
 لَا يَرِيدُونَ عَلَوا فِي الْأَرْضِ  
 وَلَا فسادُوا الْعَاقِبَةَ الْمُتَّقِينَ،  
 علم و عفو، علم و عقوسیادت کا ایک ایسا ضروری عنصر ہے کہ عرب کے ان پڑھ بدو بھی اس سے واقف  
 چنانچہ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے،

إِذَا شِئْتَ يَوْمًا نَسُودَ عَشِيرَةٍ  
 فَبِالْحِلْمِ سَدَّ لَا يَلْتَمَسُ  
 اگر تم کسی قبیلہ کے سردار بننا چاہتے ہو  
 تو حلم و بردباری کے ساتھ سرداری کرو و شتمناں نہ کرنا

بالخصوص عرب کی شتمیل طبیعتوں پر تو صورت ہی ایک ایسی چیز تھی جو چھینٹا ڈال سکتی تھی  
اگر اون کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تو روزِ بغاوت کے شعلے بلند ہوتے اسلئے صحابہ کرام نے نہایت  
معتدل اصول سیاست اختیار فرمایا تھا،

کان عس بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خلافت اس وقت تک صحیح اصول  
یقول لا یصلیٰ ہذا الا مرلا یبشدا توفی قائم نہیں رہ سکتی جب تک ایسی سختی نہ کی جائے جو ظلم کی حد تک نہ  
غیر تجب بولین فی غیر دھن پہنچے اور ایسی نرمی نہ اختیار کی جائے جو کمزوری پر مبنی ہو،  
لیکن یہ سختی بھی حقوق العباد اور حقوق اللہ تک نہ دوڑتی ورنہ ذاتی معاملات میں وہ رومی کے گلے کی طرح  
زخم ہو جاتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزلی کا اعلان کیا تو ایک شخص نے کہا،

ما عدلت یا عمر لقد نعتت عاملا مستعلما عرقم نے انعام نہیں کیا اور ایک ایسے عامل کو معزول کیا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغلات جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معز فرمایا تھا اور ایسی تلوار کو  
سیدھا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میان میں کر دیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچا تھا، ایک ایسے  
روضعت لواء نصیر رسول اللہ صلی اللہ تہنست کو سپت کر دیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اور  
علیہ وسلم ولقد قطعتم الرجم وحسد ابن العم قطع رجم کیا اور اپنے چچا زاد بھائی پر حسد کیا،

یہ الفاظ مجمع عام میں کہے گئے تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو سن کر صرف اس قدر کہا کہ تم کو کم سن اور ترابز دنیا  
کی برابر اپنے چچا زاد بھائی کی حمایت میں غصہ آگیا، ایک دفعہ وہ مسجد سے آ رہے تھے راہ میں ایک صحابہ  
سے ملاقات ہو گئی اور اونھوں نے ان کو سلام کیا بلکہ اس عمر میں انھوں نے تھارادہ نہ مانہ دیکھا ہی جب تم کو

یہ کتاب بخارج القاضی ابی یوسف، علیہ السلام، تذکرہ احمد بن حنبل، بغدادی،

لوگ عکاظ میں عمر کہتے تھے، اور اب تو تمہارا لقب امیر المومنین ہے، پس رعیت کے معاملے میں خدا سے  
 ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب خداوندی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائیگا اور جو موت سے  
 ڈرے گا اس کو فوت ہو جائے گا خون لگا رہے گا، ایک شخص جو ساتھ میں تھے بولے بی بی تم نے تو  
 امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا جانے وہ یہ خولہ بنت نکیم ہیں اور عباده بن  
 صامت کی بی بی ہیں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی، پھر عمر کو تو  
 اور سنا چاہئے۔

سادات فی الحقوق | رعایا اگرچہ بادشاہ کے تفوق و امتیاز کو گوارا کر لیتی ہیں لیکن وہ باہمی تفریق و  
 امتیاز کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی، اسلئے اگر کوئی بادشاہ تمام رعایا کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتا ہے تو اس کا  
 سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ان کے حقوق میں مداخلت نہ کرے اور سادات پیدا کرے صحابہ کرام کے  
 دور خلافت کے ابتدائی زمانہ میں جو اتفاق و اتحاد قائم رہا اس کا سنگ بنیاد خلفاء کا یہی مساویانہ  
 طرز عمل تھا، اول اول حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب خراج و زکوٰۃ کا مال آیا تو انھوں نے سب پر  
 برابر برابر تقسیم کر دیا، اور چھوٹے بڑے آزاد، غلام، مرد اور عورت سب نے سات سات درہم  
 سے کچھ زیادہ پایا، دوسرے سال اس سے زیادہ مال آیا اور ہر شخص کو بیس بیس درہم ملے، اللہ تعالیٰ  
 کے اس فضل و برکت کو دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا، حالانکہ  
 بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے فضائل ان کی ترجیح کی سفارش کرتے ہیں، لیکن انھوں نے  
 صاف صاف کہہ دیا کہ فضائل کا تو اب خدا دے گا، یہ معاش کا معاملہ ہے، اس میں مساویانہ ہی  
 ملے اسابت ذکرہ بنبت اللہ، قرآن مجید کی یہ آیت قد صمم اللہ قولہ فی حق لک اسلئے اسی کے بارے میں  
 نازل ہوئی تھی اور حضرت عمرؓ کا اشارہ اسی آیت کی طرف ہے۔

بہتر ہے،

حضرت عمرؓ نے اگرچہ فضائل کے لحاظ سے دظایع کے مختلف مدارج قائم کئے، تاہم ان کے دل میں بھی یہ ناہمواری ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی، چنانچہ اپنی خلافت کے اخیر زمانے میں خود یہ الفاظ فرمائے،

ان کنت تالفت الناس بما صنعت	میں نے بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر جو ترجیح دی
فی تفضیل بعض علی بعض دان	تھی اوس کا مقصد صرف تالیف قلوب تھا، لیکن اگر
عشت هذا السنة سادیت بین	اس سال زندہ رہا تو سب کے حقوق برابر کر دوں گا،
الناس فلم افضل احب علی اسود	اور سرخ کو سیاہ پر، عربی کو عجمی پر کوئی ترجیح نہ دوں گا،
ولا عربیاً علی عجمی وصنعت کما صنعت	اور وہی طرز عمل اختیار کر دوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ وابوہبک	اور ابوہبہؓ نے کیا تھا،

رعایا کے حقوق کا اعلان، رعایا اور بادشاہ کے تعلقات اس قدر نازک، مشتبہ اور پیچیدہ ہوتے ہیں کہ اگر وضاحت کے ساتھ ان کا اعلان نہ کر دیا جائے تو رعایا کے تمام حقوق و مطالبات پامال ہو جائیں، یہی وجہ ہے کہ ظالم سلطنتیں ان حقوق سے رعایا کو عموماً ناواقف رکھنا چاہتی ہیں، اور ان کا تفصیلی اعلان تو عادل سے عادل سلطنت بھی نہیں کرتی، لیکن صحابہ کرام دنیا میں میار عدل کے قائم کرنے کے لئے آئے تھے، اسلئے انھوں نے اپنے دور خلافت میں نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ان حقوق کا اعلان کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے خاص اس موضوع پر

ایک خطبہ دیا جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ خلیفہ در عایا کے حقوق و اختیارات بتائے،  
اونھوں نے فرمایا،

صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہو کہ مصیبت آئی میں اوس کی اطاعت کی جائے صرف تین  
طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے یہ مال مال صالح ہو سکتا ہو، یا یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے،  
حق میں صرف کیا جائے، اور ناجائز طریقے سے اوس کو نہ خرچ کیا جائے، میری اور تمھارے مال کی  
مثال یقین کے دلی ک مثال ہو، اگر میں غمool ہو گا تو اوس کے لینے سے احتراز کروں گا، اور اگر  
محتاج ہوں گا تو نیکی کے ساتھ اوس کو بقدر ضرورت اپنے اوپر صرف کر دوں گا، میں کسی کو یہ موقع  
نہ دوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے، اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اوس کے چہرے کو اپنے پاؤں سے مسل  
دون گا، کہ راہ حق پر آجائے،

پھر تمھارے چند حقوق ہیں، جن کو میں اسلئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے اون کا مطالبہ کر سکو،  
میرا فرض ہو کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقہ سے وصول کروں، میرا فرض ہو کہ جب وہ  
مال میرے ہاتھ میں آجائے تو اسی کے معارف مجھ میں صرف کر دوں، میرا فرض ہو کہ تمھارے  
وظائف کو بڑھائوں اور سرحد کی حفاظت کروں، اور میرا فرض ہے کہ تم کو خطرے میں نہ ڈالوں  
لیکن ان حقوق کی عملی تکمیل زیادہ تر امرار و عمل کے ہاتھ میں تھی، اسلئے اون کو مخاطب  
کر کے فرمایا،

اچھی طرح سن لو میں نے تم کو ظالم و جبار بنا کر نہیں بھیجا ہے، میں نے تم کو ائمہ ہی بنا کر  
بھیجا ہو، کہ لوگ تمھارے ذریعہ سے سیدھی راہ پائیں، پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق دو

نہ اون کو مار دے وہ ذلیل ہو جائیں، نہ اون کی مدح دستائش کر دے کہ اون کو تمھارے ساتھ گردیدگی پیدا ہو، نہ اون کے سامنے اپنے دروازے بند رکھو کہ قومی خبیث کو گھل جائے، اپنے آپ کو ادنیٰ تر سمجھ کر اون پر ظلم نہ کرو، اون کے ساتھ جہالت سے نہ پیش آؤ، اون کے ذریعے سے کفار کیساتھ جہاد کرو، لیکن اس معاملہ میں اون پر اون کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ تمھارے جہاد میں تھک جائے تو رک جاؤ، لوگو تم گواہ رہو کہ میں نے ان امر اور کھرت اسلئے بھیجا جو کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں، اون پر ال غنیمت تقسیم کریں، اون کے مقدمات کے فیصلے کریں، اور اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے تو اس کو میرے سامنے پیش کریں،

مشورہ، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت بتائی ہے،

امرهم شورى بينهم

اون کے تمام کام شور سے چلنے ہیں،

اور صحابہ کرام کا دور خلافت اس آیت کی عملی تفسیر تھا، حضرت ابو بکرؓ سیاست کے ہمارے مسائل کے علاوہ مقدمات کا فیصلہ بھی مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے، مسند دارمی میں ہے،

كان ابو بکر اذا ورد عليه الخصم

حضرت ابو بکرؓ کے پاس جب کوئی زبردستی مقدمہ لیکر آتا تو

نظر في كتاب الله ثم في السنة ثم

پہلے کتاب سنت پر نظر ڈالتے، پھر تمام مسلمانوں سے

استشارا للمؤمنين،

مشورہ لیتے،

انھوں نے ہاجرین و انصار کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی، جس میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابی بن کعبؓ

حضرت زید بن ثابتؓ لازمی طور پر شریک کئے جاتے تھے، یہی مجلس شوریٰ تھی جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں نہایت وسیع، نہایت باضابطہ، اور نہایت مکمل کر دیا، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتوحات کی کثرت اور ملک کی وسعت کی بنا پر اس قدر کثرت سے بحث طلب سال پیدا ہوئے کہ اون کے لئے ایک دوسری مجلس کی ضرورت پیش آئی، اسلئے انھوں نے مسجد نبویؐ میں ایک دوسری مجلس شوریٰ قائم کی جس میں صرف مہاجرین شریک ہوتے تھے، چنانچہ علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں،

كان للمهاجرين مجلس في المسجد  
فكان عمر يجلس معهم فيه ويحدثهم  
عما يفتاى اليه من اصلافنا  
مسجد نبوي من مهاجرين في مجلس قائم في مسجد  
حضرت عمرؓ اون معاملات کے متعلق گفتگو کرتے تھے جو ان کی خدمت میں اطراف ملک سے پیش ہوتے تھے،  
ان مجالس کے ذریعہ سے جو امور طے ہوئے وہ تفصیل حدیث و تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں،

نبوت و خلافت میں تفریق و امتیاز، جس طرح عدم تفریق و امتیاز نے نبوت والوہیت کے ڈانڈے ملا دیئے تھے اور دنیا نے انبیاء کو صفات انہی کا منظر قرار دے لیا تھا، اسی طرح اگر نبوت و خلافت میں تفریق و امتیاز قائم نہ کی جائے تو دونوں کے حدود باجماع مل جائیں، خلیفہ پیغمبر کا قائم مقام ہوتا یا اور پیغمبر ہی کی طرح اس کی اطاعت فرض ہوتی ہو، خدا خود فرماتا ہو،

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم  
خدا کی اطاعت رسول کی اور امراء کی اطاعت کرو،

لے کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ بحوالہ طبقات ابن سعد، ص ۲۷۶، فتوح البلدان صفحہ ۲۷۶،



اس بنا پر اگر خلیفہ اور پیغمبر کی حیثیتیں الگ الگ نہ قائم کی جائیں تو کچھ دنوں میں دو لون ایک ہو جائیں اور شرک فی النبوة کی ایک جدید قسم پیدا ہو جائے، صحابہ کرام نے خلافت الہی کو قائم کیا تو سب سے پہلے نبوت و خلافت میں تفریق و امتیاز قائم کر کے دنیا کو ایک عام غلط فہمی سے محفوظ رکھا، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مورد سب و شتم بنائے تو اس کی سزا موت ہی، اور خود آپ کے عہد مبارک میں اس کی نظیر قائم ہو چکی ہے، خلیفہ کے ادب و احترام کا قائم رکھنا بھی اگرچہ امت کا فرض ہے، تاہم اس کو اس معاملہ میں وہ درجہ نہیں حاصل ہو سکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا، حضرت ابو بکرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس نکتہ کو سمجھا اور نبوت و خلافت میں فرق و امتیاز قائم کیا، ایک بار وہ کسی شخص پر سخت برہم ہوئے، سامنے ایک دوسرے صحابی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے تیور دیکھ کر کہا: ارشاد ہو تو اس کی گردن اڑا دوں، غصہ فرو ہوا تو اون کو بلا کر لوچھا کہ اگر میں حکم دیتا تو تم واقعی اس کو قتل کر ڈالتے؟ بولے "ہاں" فرمایا "خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔"

ایک بار کسی نے اون کو خلیفہ اللہ کہا، بولے "میں خلیفہ اللہ نہیں ہوں، خلیفہ الرسول ہوں۔"

خانہ جنگی سے احتساب | اخیر زمانے میں اگرچہ مسلمانوں کی تلواریں خود مسلمانوں کے خون سے سیراب ہونے لگیں، لیکن متعدد تربیت یافتگان عہد نبوت نے اپنے دامن کو اس کی چھینٹوں سے محفوظ رکھا، سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکی، لیکن جب

۱۔ ابو داؤد کتاب الحد و باب الکلم فہم سب الہی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۔ استیعاب تذکرہ حضرت ابو بکرؓ،

بعض لوگوں نے اون کو معرکہ آرا ہونے کا مشورہ دیا تو انھوں نے صاف کہہ دیا کہ مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنوں اور خود آپ ہی کی اُمت کا خون بہاؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں یہ شعلے بلند ہوئے تو حضرت احنف بن قیسؓ اون کی حمایت کے لئے اٹھے، اتفاق سے حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہو گئی، انھوں نے اون کو روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان باہم جنگ کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔

جنگ صفین میں حامیان علیؓ نے جب حضرت سہل بن صلیفؓ پر الزام لگایا کہ وہ جنگ کرنے میں لیت و لعل کرتے ہیں، تو بولے ہم نے جب کسی ہم کے لئے کندھے پر تلوار رکھی تو خدا نے اس مشکل کو آسان کر دیا، البتہ یہ جنگ ایسی ہے کہ ہم مشک کا ایک منہ بند کرتے ہیں تو دوسرا کھل جاتا ہے (یعنی ایک کے طرفدار ہو کر لڑتے ہیں تو فریق مخالف بھی مسلمان ہی ہوتا ہے جس سے جنگ کرنا ناجائز ہے) کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیونکر شریک ہوں۔

جہاں حضرت زبیرؓ کے زمانے میں خانہ جنگی ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس دو شخص آئے اور کہا کہ لوگ تباہ ہو گئے، آپ عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کیون نہیں اٹھتے؟ بولے اس لئے کہ خدا نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے۔ دونوں نے کہا کہ خدا تو خود کہتا ہے،

جہاد کرو تاکہ فتنہ و فساد نہ ہونے پائے،

فقاتلوہم حتی لا تکن فتنۃ،

علامہ ابن حنبل رحمہ اللہ، مسند عثمان، علامہ بخاری کتاب الایمان، باب المخاصی من العرب، علامہ بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ الجندب،



جب ابن زیاد اور مروان نے شام میں اور حضرت ابن زبیر نے مکہ میں اور قرآنے بصرہ میں یہ طوفان اٹھایا تو بعض لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور اس پر افسوس ظاہر کیا، بولے مجھے قریش پر سخت غصہ آتا ہے، اسے گروہ عرب تم جس ذلت، جس گمراہی اور جس افلاس میں مبتلا تھے وہ تم کو معلوم ہے، پھر خدا نے تم کو اسلام اور محمد صلیم کے ذریعہ سے نجات دلائی، یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچے، اب دنیا نے پھر تم کو برباد کر دیا، یہ جو کچھ شام میں ہو رہا ہے خدا کی قسم وہ صرف دنیا کے لئے ہے،

اگر عایا میں کسی قسم کی بچینی اور اضطراب کے آثار نمایاں ہوتے تو قبل اس کے کہ یہ چنگاریاں بھڑکیں صحابہ کرامؓ پند و نصیحت کے چھینٹوں سے اونکے بچانے کی کوشش کرتے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے کونہ کے گورنر تھے اون کا انتقال ہوا تو عایا میں بچینی کے آثار نمودار ہوئے حضرت جریر بن عبداللہؓ نے اسی وقت ایک خطبہ دیا، جس کے الفاظ یہ ہیں،

علیکم بالقاء الله وحده لا شریک	تھارے لئے اس حالت میں تقویٰ و قار اور سکون
له والوقادوا السکینه حتی یا یتکم	لازم ہے، یہاں تک کہ دوسرا امیر آئے، اور
امیر فائدا یا یتکم لان استغفوا لامیر	وہ آئے والا ہے، اپنے امیر کو معاف کر دو کیونکہ وہ
فانه کان لیحب العفو	معافی کو دوست رکھتا تھا،

متعدد صحابہ نے اس کشمکش سے الگ ہو کر عزت گوئی اختیار کر لی تھی، حضرت ابن

انحطیہ دنیا سے قطع تعلق کر کے دمشق میں گوشہ نشین ہو گئے تھے، اور شب و روز نماز اور تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت سلمہ بن اکوعؓ رذہ میں چلے گئے اور عمر بھر وہیں مقیم رہے، صرف وفات سے دو چار روز پیشتر مدینہ میں آ گئے تھے، وہاں انھوں نے شادی بھی کر لی تھی، اور اولاد بھی ہوئی تھی، ایک بار حجاجؓ نے اون سے کہا کہ اس گوشہ گیری نے تم کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ بولے نہیں، بھگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے اگرچہ عمر بھر فوجی زندگی بسر کی تھی، تاہم حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب خانہ جنگی ہوئی تو اوس میں بالکل حصہ نہیں لیا اور خانہ نشین ہو گئے، اون کے لئے اور بھائی نے ترغیب دی کہ خود دعویٰ خلافت کریں، حضرت امیر معاویہؓ نے اعانت کی خواہش کی لیکن وہ اپنے گوشہ عزلت سے نہیں نکلتے،

حضرت سعید بن عاصؓ نے بھی فتنہ کے خون سے بالکل عزلت گزینی اختیار کر لی اور جنگ صفین و جمل کسی میں شریک نہیں ہوئے،

حضرت ہبیبؓ اس زمانہ میں مصر کے ایک وادی میں گوشہ نشین ہو گئے، اور وہیں وفات پائی، چنانچہ اون کے انتساب سے اوس کا نام دادی ہبیب پڑ گیا،

یزید بن معاویہؓ نے حضرت ابوشعث صنعانیؓ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تو وہ مدینہ میں ایک صحابی کے یہاں اترے اور اون سے کہا کہ اس فتنہ کے

لے ابوہریرہؓ کتاب التماس باب امانی اسباب الاضرار، مسند بخاری کتاب الفتن باب شرب فی الفتنہ، مسند الغائبہ تذکرہ حضرت سعد بن زیدؓ لے مسند الغائبہ تذکرہ حضرت سعید بن عاصؓ حسن المحاضرہ جلد اول صفحہ ۱۰۰،

متعلق آپ کی کیا رائے ہے، بولے میرے دوست ابوالقاسم صلعم نے مجھے وصیت کی ہے کہ اگر اس  
 قسم کے واقعات پیش آئیں، تو احد پر جا کر اپنی تلوار توڑ ڈالو، اور خانہ نشین ہو جاؤ، اگر کوئی  
 جنگجو تمہارے گھر میں گھس آئے تو بستر پر چلے جاؤ، اگر بستر کی طرف بھی بڑھے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ  
 جاؤ اور کہو کہ اپنے اور میرے دونوں کے گناہوں کا وبال اپنے سر پر لو، اور دوزخ میں  
 چلے جاؤ، اسلئے میں نے تلوار توڑ ڈالی ہے اور خانہ نشین ہو گیا ہوں،

اطاعت خلفاء، انصاف اہل بیت کے سوا ہر موقع پر صحابہ کرام کی گردنیں خلفائے کے سامنے جھکاؤ  
 حقین، صحابہ کرام کے لئے روایت حدیث سے زیادہ محبوب اور واجب العمل کوئی کام نہ تھا،  
 تاہم جب حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی اور اونھوں نے اس پر  
 ٹوک دیا، تو کمال اطاعت گزاری کے بجائے بولے کہ اے امیر المومنین اگر آپ فرمائیں تو میں  
 کبھی اس حدیث کی روایت نہ کروں،

ایک بار حضرت ابو بکرؓ ایک شخص پر سخت برہم ہوئے، سامنے ایک صحابی بیٹھے ہوئے  
 تھے، بولے ارشاد ہو تو اس کی گردن اڑا دوں، غصہ فرو ہو تو پوچھا کہ اگر میں حکم دیتا تو تم  
 واقعی اس کو قتل کر دیتے؟ بولے ہاں،

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ نے حج کے متعلق لوگوں کو فتویٰ دیا، لیکن ایک  
 آدمی نے کہا ابھی آپ ٹھہر جائیے کیونکہ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) نے دوسرا تغیر کیا ہے،  
 اونھوں نے فوراً لوگوں سے کہا کہ میں نے جو فتویٰ دیا ہے اس پر عمل نہ کرو، امیر المومنین  
 سلمہ سنا، ابن جنبل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۶، سلمہ اوداد کتاب الطہارۃ باب التیمم، سلمہ اوداد کتاب الحدود باب الحکم  
 فیمن سب النبیؐ،

آ رہے ہیں، ادن کی اقتداء کرو،

حضرت ابو ذرؓ اور امیر معاویہؓ میں ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا اور یہ اختلاف اس قدر بڑھا کہ امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ادن کی شکایت کی، انھوں نے ادن کو بلوایا اور کہا کہ اگر آپ دمشق سے نقل ہو کر ربذہ میں آجائے تو ہم سے قریب تر ہو جائے انھوں نے بخوشی ادن کی اطاعت کی اور ربذہ میں آکر مقیم ہو گئے، وہ خود فرماتے ہیں،

ولو امر و اعلى حبشيا سمعت  
اگر لوگ مجھ جیسی کو بھی امیر بناتے تو میں اس کی  
اطاعت کرتا،

حضرت عمرؓ نے ایک انصاریہ سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد طلاق دیدی، ایک دن قبا میں آئے دیکھا کہ بچہ کھیل رہا ہے اور ٹھاکراپنے سامنے اونٹ پر بٹھا لیا، لڑکے کی نانی آئی اور بچے کو چھیننا چاہا، معاملہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، بچے کو عورت کے حوالے کر دو، حضرت عمرؓ چپ چاپ چلے گئے، اور کچھ جواب نہ دیا،

بنو امیہ نے اسلام کے نظام سلطنت کو بہت کچھ بدل دیا تھا، تاہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالملک بن مروان کو ایک خط میں لکھا کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں تمہاری اطاعت سے دریغ نہ کروں گا،

یہ اطاعت صرف خلفاء کی زندگی ہی تک محدود نہ تھی بلکہ ادن کی وفات کے  
ملہ نانی کتاب الحج باب التیمۃ عند الہلال، ملہ بخاری کتاب الزکوۃ باب ادی زکوۃ، ملہ موطا امام مالک کتاب الاقیقۃ باب اجار  
فی الموت من الرجال ومن اتى بالولد، ملہ موطا امام مالک کتاب البایع باب اجار فی البیعۃ،

بعد بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا،

ایک جذامی عورت (غالباً صحابیہ ہوگی) خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی حضرت عمر بن الخطابؓ کا گذر ہوا تو فرمایا لوگوں کو اذیت نہ دو گھر میں جا کے بیٹھو، وہ جا کر خانہ نشین ہو گئی، حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے جا کر کہا تمہارا روکنے والا تو مر گیا اب گھر سے باہر نکلو، بولی میں ایسی نہیں ہوں کہ زندگی میں اون کی اطاعت اور مرنے کے بعد اون کی نافرمانی کروں!

جب تمام اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو فسخ کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے اہل و عیال اور نوکر چاکر سب کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ غدر کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن جھنڈا قائم کیا جائیگا، ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسولؐ کے لئے بیعت کی ہے، اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر غدر نہیں ہو سکتا، کہ ایک شخص کے ہاتھ پر اللہ اور رسولؐ کے لئے بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ کی جائے، جس شخص نے اس کی بیعت کو فسخ کیا ہے میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں!

لا طاعت لی معینہ اللہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مقصد چونکہ خلافتِ آسمیٰ کو دنیا کے لئے منع

خیر و برکات بنانا تھا، اسلئے آپؐ نے اطاعتِ امرا کی ایک خاص حد مقرر فرمادی تھی، اور معاصی و منکرات کو اطاعت کے دائرہ سے الگ رکھا تھا، اور ایک موقع پر صاف صاف فرمادیا تھا کہ اطاعت کا تعلق صرف نیک کاموں سے ہے،

لے موطا، ام الکتاب الحج باب جامع الحج، ۱۷۱ بخاری کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم خیاراً فخرج فقال بخلاؤہ، ۱۷۱ بخاری کتاب المنازعی،



صحابہ کرام نے اطاعت خلفاء کے متعلق ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا، یہی وجہ ہے کہ  
 ان کے عہد میں خلفاء جادۂ اعتدال سے سرمو تجاوز نہ کر سکے، ایک بار حضرت عمرؓ نے بھرپور  
 چڑھ کے کہا، صاحبو! اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کر دگے؟ ایک شخص  
 وہیں کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سراوڑ ادا دین گے، حضرت عمرؓ نے  
 اس کے آزمانے کو ڈانٹ کر کہا تو میری شان میں یہ لفظ کہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تمہاری  
 شان میں، بولے۔ الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں کچھ ہو گا تو مجھے سیدھا کر دیں گے!  
 خلفاء راشدین کے بعد جب خلافت نے سلطنت کا قالب اختیار کر لیا، تو اوّل وقت  
 بھی صحابہ کرام نے اس اصول کو محفوظ رکھا اور امراء کے ناجائز احکام کے سامنے  
 اپنی گردن خم نہ کی،

ایک بار مدینہ کے ایک مردانی گورنر نے حضرت سہل بن سعدؓ کی زبان سے  
 حضرت علیؓ کو بڑا بھلا کہلوانا چاہا، لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا،  
 ایک بار حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی علانیہ مخالفت  
 شروع کی، انھوں نے حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا کہ عبادہؓ نے شام میں سخت فتنہ و فساد  
 پھیلارکھا ہے، آپ اُن کو بلا لیجئے، ورنہ میں اُن کو جلا وطن کر دوں گا، انھوں نے اُن کو  
 مدینہ میں بلا لیا، اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے  
 بعد کچھ امرا ہوں گے جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی بتائیں گے، اسلئے جو لوگ خدا اور خدا

سے مسلم کتاب فضائل باب من فضائل علی ابن ابی طالبؓ،

رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہتے،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص مسجد میں حدیث بیان کر رہے تھے، حضرت عبدالرحمان بن عبد رب الکعبہ آئے اور حلقہ میں شامل ہو گئے، جب وہ روایت کر چکے تو بولے کہ آپ کا بھتیجا معاویہ ہم کو حکم دیتا ہے کہ باہم ناجائز طور پر اپنا مال کھائیں اور اپنے بھائیوں کو قتل کریں، حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

یا ایہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم

مسلمانو! اپنے مال باہم ناجائز طور پر نہ کھاؤ، بجز اس

بتیکم بالباطل الا ان تكون تجارۃ

صورت کے جب تم میں باہم رضامندی کے ساتھ

عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم

تجارتی تعلقات قائم ہوں اور اپنے آپ کو قتل

ان الله کان بکم رحیما

نہ کہہ خدا تم پر مہربان ہے،

بولے خدا کی اطاعت میں اور ان کی اطاعت اور خدا کی نافرمانی میں اونکی نافرمانی کرو،

حضرت معاویہ نے یزید کے ہاتھ پڑ بیعت لینا چاہی، تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر

نے سخت مخالفت کی اور کہا کیا ہر قتل کی سنت جاری کی جائے گی، کہ جب ایک قیصر مرے گا

تو دوسرا قیصر اس کا جانشین ہوگا، خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے، امیر معاویہ نے اور ان کو

دولت و مال دے کر ہموار کرنا چاہا اور اس غرض سے اور ان کی خدمت میں لاکھ روپیہ بھیجے

لیکن انھوں نے یہ کھرا کر انکار کر دیا کہ میں دین کو دنیا کے بدلے میں نہیں بیچ سکتا،

سلاطین و امرا کی علی مخالفت، صحابہ کرام کے دل میں خدا اور رسول کے سوا کسی کا خوف نہ تھا،

سلاطین و امرا کی علی مخالفت، صحابہ کرام کے سوا کسی کا خوف نہ تھا،

سلاطین و امرا کی علی مخالفت، صحابہ کرام کے سوا کسی کا خوف نہ تھا،

سلاطین و امرا کی علی مخالفت، صحابہ کرام کے سوا کسی کا خوف نہ تھا،

بن عبداللہ

اس لئے وہ امر اسلامین کی دلیرانہ مخالفت کرتے تھے، اور جو چیز اصول اسلام اور سنت نبوی کے خلاف ہوتی تھی، اس سے اون کو روکتے رہتے تھے، حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کا قدیم نقشہ بدلنا چاہا تو تمام صحابہ نے عام مخالفت کی، یہاں تک کہ اون کو ایک عام مجمع میں تمام صحابہ کو ہموار کرنا پڑا،

اخیر زمانہ میں جب خلافت نے حکومت کی شکل اختیار کر لی اس وقت بھی صحابہ کرام نے اس جوہر کو محفوظ رکھا،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرفات میں کہا کہ لوگ بلیہ کیوں نہیں کہتے؟ حضرت سعید بن جبیرؓ ساتھ تھے بولے کہ معادیہ کا خوف مانع ہو، یہ سننے کے ساتھ ہی خیمے سے نکلے اور تین بار لیک کہا اور فرمایا کہ علیؓ کے نفیض سے اونھوں نے سنت کو چھوڑ دیا، مروان مدینہ کا گورنر تھا، ایک بار حضرت ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے، مروان کا لڑکا سامنے سے گذرا اونھوں نے پہلے اس کو ہٹایا، وہ نہ ہٹا تو مارا، وہ روٹا ہوا مروان کے پاس آیا، مروان نے اون سے کہا، اپنے بھتیجے کو کیوں مارا؟ بولے میں نے اس کو نہیں بلکہ شیطان کو مارا، رسول اللہ صلم نے فرمایا ہو اگر کوئی شخص حالت نماز میں کسی کے سامنے سے گذر جائے تو پہلے اس کو ہٹائے، اگر نہ ہٹے تو اس سے مقابلہ کرے، کیونکہ وہ شیطان ہے،

ایک دن جمعہ کے روز مروان خطبہ دے رہا تھا، حضرت ابوسعید خدریؓ آئے اور  
 ملاحظہ کتاب الصلوٰۃ باب فضل بناء المسجد، ملاحظہ کتاب الحج باب تلبیہ بعزۃ، ملاحظہ کتاب الایات والقصاص باب من انقض منہ  
 دون السلطان و بخاری کتاب الصلوٰۃ بخاری میں ہے، شاب من بنی الی محیط،

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، پولیس نے جھاننا چاہا، لیکن وہ نہ بیٹھے لوگوں نے کہا، خدا نے رحم کیا، ورنہ وہ آپ کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے تھے، اونھوں نے کہا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا کرتے ہوئے دیکھ چکا ہوں تو ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا، آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا آپ نے اسی حالت میں دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا،

تشت و اختلاف سے اجتناب | صحابہ کرام اگرچہ آزادی کی بنا پر خلفائے مناظرہ کرتے تھے، مباشرت کرتے تھے، رد و قدح کرتے تھے، اختلاف کرتے تھے، لیکن اختلاف کو قائم نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اختلاف کیا، اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہاں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد تم نے اور راستے اختیار کر لئے، میں تو چار رکعت پر دو ہی رکعت کو ترجیح دیتا ہوں، لیکن اس کے بعد خود چار رکعت ادا کی، لوگوں نے کہا یہ کیا؟ ابھی تو آپ نے حضرت عثمانؓ پر رد و قدح کی اور پھر چار رکعت نماز پڑھتے ہیں، بولے، اختلاف بُری چیز ہے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اگرچہ مجید متبع سنت تھے اور اس وجہ سے جب منیٰ میں تہما نماز پڑھتے تھے، تو قصر کرتے تھے، لیکن جب امام کے ساتھ نماز کا اتفاق ہوتا تو اختلاف کے خوف سے چار ہی رکعت ادا فرماتے تھے،

صحابہ کرام اختلاف و تشتت سے اس قدر ڈرتے تھے، کہ جن احادیث سے مسلمانوں میں

ملہ ترمذی ابواب مجملہ باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یطلب، ملہ ابوداؤد کتاب المناکب باب الصلوۃ منیٰ، ملہ مسلم کتاب الصلوۃ باب قصر الصلوۃ منیٰ،

اختلاف پیدا ہو سکتا تھا، اوس کی روایت سے بھی احتراز فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کی نسبت ناراضی کے کلمات فرمائے تھے اُن کو حضرت حذیفہؓ مَدَیْنِ مِیْنِ بَعْضِ لَوْ کُنْ بَیَّان کرتے تھے، تو وہ لوگ حضرت سلمانؓ کے پاس آکر اُن کی تصدیق کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے کہ حذیفہؓ ہی کو انکا علم ہی، حضرت حذیفہؓ کو معلوم ہوا تو وہ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ آپ میری روایتوں کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی خفا ہو جاتے تھے اور ناراضی کی حالت میں اپنے اصحاب کو کچھ کہہ دیا کرتے تھے، تو آپ اپنے ذریعہ سے دلوں میں بعض اصحاب کا بغض اور بعض اصحاب کی محبت پیدا کرتے ہیں اور اختلاف و تفریق کا سبب بنتے ہیں، اگر آپ اُن کی روایت سے باز نہ آئیں گے تو میں حضرت عمرؓ کو لکھوں گا،

حقوق ملی، جس طرح سلطنت کا فرض حقوق کا دینا ہو، اسی طرح رعایا کا فرض حقوق کا لینا ہے، جب کسی نظام حکومت میں یہ دونوں عنصر شامل ہو جاتے ہیں تو میزان عدل کے پلے برابر ہو جاتے ہیں، صحابہ کرام کے عہد میں خلافت جن عادلانہ اصول پر قائم رہی اوس کا سبب انہی دونوں عناصر کا اجتماع تھا صحابہ کرام اگرچہ نہایت بے نیاز تھے تاہم سلطنت سے اپنے پورے حقوق کے لینے میں دریغ نہیں کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اہل خمس میں سے اہل بیت کا حق دیا لیکن اُن کو کمی معلوم ہوئی تو سب نے لینے سے انکار کر دیا،

صحابہ کرام نہ صرف اپنے حقوق لیتے تھے بلکہ جو گروہ ضعیف ہوتا تھا اوس کے حقوق کے لئے اہل بیت کا حق دیا لیکن اُن کو کمی معلوم ہوئی تو سب نے لینے سے انکار کر دیا،

۱۔ ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۔ ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسم ذی القربی،

طلب کرتے تھے، عہد نبوت میں آزاد شدہ غلاموں کا ایک لاوارث اور بیکس گروہ تھا،<sup>۱</sup> جسے  
 جب کہنیں سے الگ آتا تو آپ سب سے پہلے اسی کس پیرس گروہ کو حصہ دیتے تھے، آپ کے بعد  
 جب دفترِ تائیم ہوا اور تمام وظیفہ خواروں کے نام لکھے گئے تو یہ گروہ بالکل نظر انداز کر دیا گیا، حضرت  
 عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے حقوق کا مطالبہ کیا، اور خود حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں جا کر  
 ان کے وظیفے طلب کیے۔



## امراء و عمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف دو قسم کے عمال کا تقرر ہوا، حکام و ولایہ اور  
محصلین زکوٰۃ، جو صحابہ محصل زکوٰۃ بنا کر روانہ کئے جاتے تھے اول کو

(۱) ایک زمان عطا ہوتا تھا جس میں یہ تصریح بتایا جاتا تھا کہ کس قسم کے مال کی کتنی تعداد میں  
کتنی زکوٰۃ لینی چاہیے، انتخاب کر کے یا حق سے زیادہ مال لینے کی اجازت نہ تھی،

(۲) یہ لوگ جب زکوٰۃ وصول کر کے لاتے تھے تو آپ ادن کا محاسبہ فرماتے تھے، کہ کہیں  
کوئی ناجائز رقم تو نہیں وصول کی ہے،

(۳) تمام عمال کو بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا اور مقدار ضرورت کی تصریح آپ نے  
نمود فرمادی تھی،

من کان لنا عاملاً فليكتب في وجبة فان لم	جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک بی بی کر لینا چاہیے
يكن له خادم فليكتب خادم ما وان لم	اگر اس کے پاس ملازم نہ ہو تو ایک ملازم رکھ لینا چاہیے
يكن له مسكن فليكتب مسكنا ومن اتخذ	اگر گھر نہ ہو تو ایک گھر بنا لینا چاہیے، لیکن اگر کوئی اس سے
غير ذلك فهو غافل	زیادہ ملے گا تو وہ غافل ہو گا،

سے ابوداؤد کتاب الخرج باب ان ارباق العمال،

صحابہ کرام نے جس صداقت راستبازی، دیانت، اور ایثار نفسی کے ساتھ ان احکام کی پابندی کی وہ ان کے محاسن اخلاق کا طغرایں امتیاز ہیں، حاصلین زکوٰۃ کو لوگ بہترین منتخب بلکہ بعض حالتوں میں اپنا کل مال دیدیتے تھے، لیکن وہ لوگ صرف وہی مال لیتے تھے اور اسقدر لیتے تھے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی چنانچہ زکوٰۃ کے عنوان میں اس کی متعدد مثالیں پہلے حصے میں گزر چکی ہیں،

خیانت کا ارتکاب تو ایک طرف، بعض صحابہ خیانت کے خون سے اس خدمت ہی کو قبول کرنا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو مسعود انصاریؓ کو مصدق بنا کر بھیجا چاہا تو فرمایا کہ "ایسا نہ کرنا کہ قیامت میں تمہاری پشت پر کوئی صدقہ کا ادنیٰ بلبلا تا ہو نظر آئے (یعنی خیانت نہ کرنا) بولے کہ اب میں نہیں جاتا، ارشاد ہوا کہ میں تمہیں مجبور بھی نہیں کرتا، ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلَى عَمَلٍ  
لَوْ رَاجِعُ غُفَسَ بَارِعًا لَمْ يَرْجِعْ إِلَيْنَا  
فَلَقَدْ نَمْنَمْنَا مِنْهُ غِيْطًا فَخُذُوا قَوْلَهُ فَعَمَلٌ يَأْتِي  
بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میں حاضر کرنا پڑے گا،

ایک صحابی جو عامل تھے پتھر بول اٹھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خدمت سے سبکدوش فرمائیے، صحابہ کرام کو رشوت خوری سے اس قدر احتیاط تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ صلب معاہدہ یہود خیبر کے یہاں نصف پیداوار تقسیم کرنے کے لئے گئے اور یہودیوں نے رعایت کی

لے ابو داؤد کتاب الخراج باب فی غلول الصدقات، مسند ابو داؤد کتاب الاضیاع باب فی ہدایا العمال،



غرض سے عورتوں کے زیرِ جمع کر کے ادن کو رشوت میں دینا چاہتا تو بوسے یہ حرام ہے اور ہم  
حرام مال نہیں کھا سکتے،

معادۂ خدمت اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیا تھا، اور بہت سے صحابہ اسکو  
پیشہ بھی سمجھتے تھے تاہم بعض اکابر صحابہ اپنی خدمت کا صلہ صرف خدا سے چاہتے تھے، چنانچہ ایک بار  
حضرت عمرؓ نے یہ خدمت انجام دی اور معادۂ خدمت لینے سے انکار کر دیا، لیکن خود رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے کچھ مل جائے تو اس کو لیکو کھا دے، صدقہ کر دو۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں فتوحات کو دستِ بولی اور سلطنت کے کاروبار پھیلے تو  
ایسے لوگ آئے جنہوں نے صیغۂ مال کو صیغۂ فوج سے علیحدہ کر لیا اور ہر ایک کے لئے الگ الگ اعمال مقرر  
فرمائے جو امیرِ اخراج اور امیرِ انفور کے لقب سے ممتاز تھے، ادن میں ہر ایک کے لئے ایک  
ایک ضلع مخصوص کر دیا، چنانچہ ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن جراح کو کنص مین، یزید بن ابی سفیان  
و شقیق مین، شرجیل بن حسنہ کو اردن مین، عمرو بن عاص اور علقمہ بن حجر کو فلسطین میں متعین کیا۔  
حضرت ابو بکرؓ نے عمال کے تقریر میں حسب ذیل اصول ملحوظ رکھے،

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو لوگ عامل مقرر ہوئے تھے ادن کو اپنے عہدہ پر  
قائم رکھا، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد جب متعہ صحابہ اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر چلے آئے تو  
حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم لوگ کیوں چلے آئے، عمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکی خدمت  
کا کوئی شوق ہو سکتا ہے؟

یہ حدیث امام اکبرؒ کتاب المساقاۃ باب ما جاز فی المساقاۃ، کتاب الورد و کتاب الزکوۃ باب فی الاستغاثات، صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷  
صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰،

(۲) وہ عمال کے تقرر میں کسی قسم کی رورعایت پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں رشتہ داری کا لحاظ و مروت نہیں کرتے تھے،

چنانچہ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو شام کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا کہ دہان تمہاری قرابتیں ہیں شاید امارت کے لئے تم اُن کو ترجیح دو، تمہاری نسبت مجھے بھی خوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا دالی ہو اور وہ رعایت سے اُن پر امر اور مقرر کرے تو اس پر خدا کی لعنت ہوگی،

(۳) اہل بدر کے متعلق حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا طرز عمل بالکل متضاد تھا، حضرت عمرؓ اُن سے علی اور مذہبی خدمت لیتے تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ میں کسی بدی سے بھاگتا ہوں، عامل نہ بناؤں گا اور اُن کو موقعِ دون گا کہ اپنے بہترین اعمال کے ساتھ خدا سے ملاقاتی ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے اور صلحہ کے ذریعہ سے امتوں کی مصیبت اور عذاب کو اس سے بچاتا ہے، دفع کرتا ہے جتنی اُن سے مدد حاصل ہو سکتی ہے،

(۴) عمال کی تمام تر کامیابی کا دار مدار اس پر ہے کہ اُن کے رعایا و اسباب اور اثر و اتقاء کو ہر ممکن طریقے سے قائم رکھا جائے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر اور اعمال سے قصاص نہیں لیتے تھے بلکہ دیت دلواسے تھے، حضرت ابو بکرؓ کا بھی یہی دستور تھا، ایک بار حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک لوگوں کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو قصاص لینے پر آمادہ کیا، لیکن اُن نے کہا کہ جاسنے دو اور خاموش رہو،

حضرت عمرؓ کے زمانے میں عہدوں کی ترتیب و تقسیم میں اور بھی وسعت پیدا ہوئی، صوبوں کی تقسیم جو پہلے ہو چکی تھی اس کے علاوہ انھوں نے ملک کی جدید تقسیم کی اور اس تقسیم کی رو سے مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین کو الگ الگ صوبہ قرار دیا اور ان میں حسب ذیل عمال مقرر فرمائے،

والی	یعنی حاکم صوبہ
کاتب	یعنی میرنشی
کاتب دیوان	یعنی دفتر فوج کا میرنشی
صاحب الخراج	یعنی کلکٹر
صاحب احداث	یعنی افسر پولیس
صاحب بیت المال	یعنی افسر خزانہ
قاضی	یعنی صدر الصدور اور منصف

والی کا اسٹاٹ نہایت وسیع ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کا والی بنا کر روانہ فرمایا تو دس آدمی ان کے اسٹاٹ میں دیئے،

(۱) ان عمال کے تقرر میں حضرت عمرؓ اکثر موقعوں پر اپنی فطری جوہر شناسی سے کام لیتے تھے، عرب میں جو لوگ کسی خاص وصف میں عام طور پر مشہور تھے، مثلاً حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمر بن العاصؓ حضرت معمر بن شعبہؓ کہ اپنی سیاست والی کی وجہ سے دہانۃ العرب کے اسٹاٹ تھے،

کہے جاتے تھے یا حضرت عمرؓ مدی کرئہ اور حضرت طلحہ بن خالدؓ کہ فن حرب میں بے نظیر خیال  
 کہے جاتے تھے، ان لوگوں کو ملکی یا فوجی عہدوں کے دینے میں بہت زیادہ نکتہ شناسی کی ضرورت  
 نہ تھی، ان کی شہرت نے خود ان کو ان عہدوں کا مستحق بنا دیا تھا، لیکن ان کے علاوہ جن لوگوں میں  
 ان کو کوئی خاص قابلیت نظر آئی ان کو اس قابلیت کے لحاظ سے مناسب عہدے عطا فرمائے  
 حضرت عبداللہ بن ارقمؓ ایک صحابی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے اور آپؐ  
 اذن کی دیانت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب وہ خط لکھ کے لاتے تھے تو آپؐ اس کو پڑھوا کے  
 سننے بھی نہیں تھے، ایک بار آپؐ کی خدمت میں کہیں سے خط آیا آپؐ نے فرمایا اس کا جواب  
 کون لکھے گا؟ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے فرمایا کہ ”میں“ چنانچہ خود اپنی طبیعت سے جواب لکھ کر  
 لائے اور وہ آپؐ کو نہایت پسند آیا حضرت عمرؓ بھی موجود تھے اذن کو اس پر حیرت ہوئی  
 اور جب خلیفہ ہوئے تو اذن سے میرنشی کا کام لیا اور مدین کے لحاظ سے بیت المال کا انسر بھی  
 مقرر فرمایا،

ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت آئی اور کہا کہ ”میرے شوہر سے زیادہ  
 افضل کون ہو سکتا ہے رات بھر شب بیداری کرتا ہے، گرمیوں کے دن میں برابر روزے رکھتا ہے“  
 حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تعریف کی اور وہ شرمناک چلی گئی جس اتفاق سے حضرت کعب بن  
 سورؓ بھی موجود تھے بولے ”یا امیر المؤمنین آپؓ نے عورت کا انصاف شوہر سے نہیں دلوایا وہ  
 شکایت کرتی ہے کہ میرا شوہر مجھ سے راہ و رسم نہیں رکھتا“ حضرت عمرؓ نے عورت کو واپس بلایا

۱۔ اسناد الخبائہ ذکرہ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ،

اور اس نے اب صاف صاف اس کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے کعبہ ہی سے اس کا فیصلہ کر لیا  
اور انکو اسی وقت بصرہ کا قاضی مقرر کر کے بھیج دیا۔

تمام عمال فاروقی مین حضرت عمرؓ کے عمار بن یاسرؓ ایک ایسے بزرگ تھے جن کی سیاست  
سے بالکل نا آشنا تھے اور باہنہ نہایت معزولگی عہد سے پر ممتاز تھے لیکن خود حضرت عمرؓ نے  
جب ان کو معزول کیا تو صاف صاف فرما دیا،

لقد خلت ما انت بصاحبہم  
ولکنی تاوت و فوید ان نسن علی الذین  
استضعفوا فی الاسر من و یجعلہم ائمة  
و یجعلہم اوارثین<sup>۱</sup>۔

میں خود جانتا تھا کہ تم ان کی ہدایت کے اہل نہیں ہو  
لیکن میں اس آیت کے معنی کی عملی تفسیر کی ہر چیز  
ہیں کہ ان لوگوں پر اسان کرین جو زمین میں کمزور  
تھے اور ان لوگوں کے ام اور وارث بنائیں،

ذاتی قابلیت کے علاوہ خارجی اوصاف کے لحاظ سے بدھون پر پیشہ شہریوں کو ترجیح دیتے تھے  
اور اپنے تبدیلہ کے کسی شخص کو کوئی ملکی عہدہ نہیں دیتے تھے اپنے زمانہ ان مین صرف نعمان  
بن عدی کو حسان کا عامل مقرر فرمایا لیکن ان کو کبھی چند دنوں کے بعد ایک جیل سے معزول کر دیا  
ملکی عہدوں پر پیشہ بھیج اور سند رست لوگوں کو امور فرماتے تھے حضرت سعید بن عامر

کی نسبت معلوم ہوا کہ ان پر کبھی کبھی غشی طاری ہو جایا کرتی ہے تو ان کو کلب فرمایا اور جب  
انھوں نے اس کی مقول و جہ بیان کی تو پھر ان کو فہرست غلو قسم پر واپس کر دیا،  
غیر مذہب کے لوگوں مین حضرت ابو زیدؓ کی نسبت ایسا بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے  
ملکہ اسد الغابہؓ کو کعبہ ابن سوریؓ کے ہاتھ ۱۶۰۰ سلاخ تلوخ اسد ان کے ہاتھ اسد الغابہؓ کو کعبہ ابن سوریؓ  
۱۰۰۰ سلاخ اسد الغابہؓ کو کعبہ ابن سوریؓ کے ہاتھ ۱۶۰۰ سلاخ تلوخ اسد ان کے ہاتھ اسد الغابہؓ کو کعبہ ابن سوریؓ

اون کو عامل مقرر کیا اور اوس کے سوا کسی عیسائی کو عامل نہیں بنایا۔  
عمال کے انتخاب کی مختلف صورتیں تھیں،

(۱) کبھی حضرت عمرؓ کو جمع فرماتے اور اون سے طالب اعانت ہوتے  
چنانچہ ایک بار تمام صحابہ کو جمع کر کے کہا کہ اگر آپ لوگ میری مدد نہ کریں گے تو دوسرا کون کرے گا  
تمام صحابہ نے بخوشی آمادگی ظاہر فرمائی اور حضرت عمرؓ نے اسی وقت حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین اور  
ہجر کا کلکٹر مقرر کر کے روانہ فرمایا، با اینہم اوس وقت کئی خدمت زہد و تقدس کے خلاف بھی جاتی  
تھی، اس لئے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے کہا کہ عمر اتم نے اصحاب رسولؐ کو آلودہ دنیا کر دیا  
حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر میں ان کے سوا کس سے مدد لون، بولے اگر ایسا ہی ہے تو خواہ اس قدر  
مقرر کر دے جانت کی طرف امل نہ ہونے پائیں،

(۲) بعض اوقات صوبوں یا ضلعوں کی طرف سے منتخب اشخاص کو طلب کرتے تھے،  
اور اون کو وہاں کا عامل مقرر فرماتے تھے، چنانچہ اسی طریقے کے مطابق حضرت عثمان بن عففرؓ  
کو فہم سکے، اور حضرت عیین بن یزید شام سکے، اور حجاج بن علاط بصرہ کے کلکٹر مقرر ہوئے،

(۳) حضرت عمرؓ کو عمال کے انتخاب میں ایک بڑی دشواری یہ پیش آئی کہ لوگ حتیٰ المقد  
لینا زہد و تقدس کے خلاف سمجھتے تھے، لیکن اگر اس اثنا پر سلطنت کے کاروبار کی بنیاد رکھ دی  
جاتی تو آئندہ پکڑ مختلف دشواریاں پیش آئیں اس لئے حضرت عمرؓ نے اس غلطی کو ہر ممکن طریقے  
سے مٹانا چاہا، ایک بار حضرت عبید اللہ بن سعدؓ کی ادن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کیا

بھی یہ خبر نہیں کہ تم بعض ملکی خدمتیں انجام دیتے ہو اور جب تم کو معاوضہ دیا جاتا ہو تو ناپسند کرتے ہو اور انھوں نے کہا "ہاں" میرے پاس گھوڑے ہیں، اور میری حالت اچھی ہے، اس لئے میں جاتا ہوں کہ مسلمانوں کی خدمت حبشہ قدر انجام دوں، بولے "ایسا ہرگز نہ کرو، میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کیا تھا، لیکن آپ نے فرمایا کہ اس مال کو لیکر دو تمہند بنو اور صدقہ کرو، جو مال بغیر حرص و سوال کے بجائے اس کو لیا اور چونے اس کے پیچھے نہ پڑو،

(۴) اون کے زمانہ میں جب عمال کا تقرر ہوتا تھا تو اون کو متعدد صحابہ کے سامنے ایک فرمان عطا ہوتا تھا، جس میں اون کی تقرری اور فرائض کی تصریح ہوتی تھی، یہ عامل جس مقام پر پہنچتا تھا تمام رعایا کے سامنے اس فرمان کو پڑھ کر سناتا تھا، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان کو جب وائے کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو فرمان میں یہ الفاظ تھے،

اسمعوالہ واطيعوه واعطوه ما سألکم اون کی سنو! اون کی اطاعت کرو اور جو کچھ مانگیں، مانگو اور انھوں نے یہاں آکر یہ فرمان پڑھا تو لوگوں نے کہا آپ جو چاہیں مانگیں، بولے جب تک تمہارا یہاں رہوں اپنا کھانا اور اپنے گدھے کا چارہ چاہتا ہوں،

(۵) حضرت عمرؓ کو اس پر سخت اصرار تھا کہ امر اور اعمال عیش و تنعم میں مبتلا نہ ہونے پائیں حاکم و محکوم میں مساوات قائم رہے، غیر قوموں کی عادتیں اون میں سرایت نہ کرنے پائیں، حاکم تک ہر شخص بلا روک ٹوک پہنچ سکے، چنانچہ حضرت عتبہ بن فرقد کو بہ تصریح لکھا

وایاکم و التعم و زی اهل الشراک و لبوس الحریر عیش و تنعم، اہل شرک کی وضع، اور حریر سے احتراز کرو،

۱۔ مسند ابن جابر جلد ۱ صفحہ ۱۰۱، ابو داؤد کتاب الخراج باب اوزاق العمال، ۲۔ اسد الغابہ تذکرہ خلیفہ بن ابیہان و کتاب الخراج جلد ۱ صفحہ ۱۰۱، مسند ابن عباس راجعہ،

اس بنا پر جب کسی شخص کو حال مقرر زمراتے تھے تو اس سے یہ معاہدہ لے لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے،  
 سوار نہ ہوگا، چھٹا ہوا آٹا نہ کھائیگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل  
 حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا، اور جہاں ان شرائط کی خلاف ورزی کرتے تھے انکو  
 فوراً معزول کر دیتے تھے، ایک دفعہ راستے میں جارہے تھے دفعۃً آواز آئی کہ اسے عمر بایا یہ معاہدہ  
 تمہیں نجات دلا سکتے ہیں، حالانکہ تمہارا عامل عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور دربان  
 رکھتا ہے، حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ جس حال میں پاؤں کو کپڑا لادو وہ آئے تو دیکھا کہ  
 دروازے پر واقعی دربان ہوا اور گھس گئے تو دیکھا کہ جسم پر باریک قمیص ہے، اونھون نے کہا  
 امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو، بولے بدن پر قبا ڈال لون بوسے نہیں وہ اسی حال میں  
 حضرت عمرؓ کے سامنے آئے تو اونھون نے قمیص اور تروالی اس کے بعد اون کا ایک کرتہ اور  
 ایک عصا اور بکریوں کا ایک ریوڑ منگایا اور کہا کہ یہ کرتا پہنویہ عصا لو اور یہ بکریاں چرواؤ اونھون نے  
 کہا اس سے تو موت بہتر ہے، بولے گھبرانے کی بات نہیں، تمہارے باپ کا نام غنم اسی لئے رکھا گیا  
 تھا کہ وہ بکریاں چروا کر تا تھا، (عربی میں غنم بکری کو کہتے ہیں)

حضرت سعدؓ نے جب کوثر بن ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا  
 کہ اس کی وجہ سے اون تک فریادیوں کی آواز نہیں پہنچ سکتی تو محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ وہیں  
 آگ لگا دیتی،

مصر میں حضرت خارجہ بن خدا نے ایک بالا خانہ تیار کر دیا اور حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی



تو حضرت عمر بن العاصؓ کو لکھ بھجوا کہ مجھے معلوم ہوا کہ خارجہ نے ایک بالا خانہ تیار کر دیا ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے ہمسایوں کی پردہ درسی کرنا چاہتا ہے، میرا خط جس وقت پہنچے اس کو فوراً منہدم کر دو۔

ایک بار حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ امرا و شام پرند کے گوشت اور میدے کی دان کے سوا اور کچھ کھانا ہی نہیں جانتے حالانکہ عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں ہوتا، اس پر حضرت عمرؓ نے سخت گرفت کی اور تمام عمال سے اقرار لیا کہ روزانہ فی کس دو روٹی اور زیتون کا قیل تقیل کرنا ہوگا، اور ان غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ طور پر ہوگی،

اولن کو اس پر اس قدر اصرار تھا کہ حضرت عتبہ بن فرقد نے اون کے پاس کھانا کی کوئی عمدہ چیز ہدیہ بھیجی تو اونھوں نے پوچھا کیا کل مسلمان یہی کہتا ہے بن بوسے نہیں کرتے اون کو لکھا کہ یہ تمھاری یا تمھارے باپ کی کمائی تین جو دیکھا وہی تمام مسلمانوں کو کھلاؤ، اس دار و گیر کا یہ نتیجہ تھا کہ عمال نہایت سادہ اور متعففانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک حال کو طلب فرمایا وہ آئے تو ساقی میں صرف ایک نوشہ دان ایک عھدا اور ایک سیالہ تھا حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بولے کہ تمھارے پاس بس اسی قدر انار ہے بن بوسے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟ سو باپ پر نوشہ دان ٹانگ لیتا ہوں اور پیالے میں کھانا کھالیتا ہوں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مکان کے حال مقرر ہو کر آئے تو لوگوں نے کہا جو جی چاہا

طلب جعفرؓ سے بوسے صرف اپنا کھانا اور اپنے گنہگار کا پیارہ چاہتا ہوں وہ ان سے پٹے تو جس سال حسن العاصیؓ نے بادشاہی ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴

حالت میں گئے تھے اوس میں ہر موزن نہ آیا تھا حضرت عمرؓ نے دیکھا تو لپٹا گئے کہ تم میرے  
بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں،

حضرت عمرؓ شام میں آئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کا زہر و نقشبٹ دیکھا تو فرمایا ابو عبیدہؓ تمہارا  
سوا ہم میں سے ہر ایک کو دنیا نے بدل دیا،

(۶) جب کوئی عال مقرر ہوتا تو اوس کے تمام مال و اسباب کی فہرست تیار کر لی جاتی تھی  
اور اوس کی مالی حالت میں اس سے زیادہ جس قدر اضافہ ہوتا تھا وہ تقسیم کر لیا جاتا تھا چنانچہ اس  
قاعدے کی رو سے بہ کثرت مال کے مال کی تقسیم کی گئی حضرت عمرو بن العاصؓ کو زر مصر کو لکھا  
کہ اب تمہارے پاس بہ کثرت اسباب غلام، برتن اور مویشی ہو گئے ہیں، حالانکہ پہلے جس وقت  
تھیں مصر کا گورنر مقرر کیا تھا تمہارے پاس یہ سامان موجود نہ تھے اوںھوں نے عذر کیا کہ مصر میں  
زراعت اور تجارت دونوں سے پیداوار ہوتی ہے اسلئے ہمارے پاس بہت سی رقم پس انداز  
ہو جاتی ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے اون کی دولت تقسیم ہی کر دالی،

حضرت ابو ہریرہؓ مجھوں سے واپس آئے تو اپنے ساتھ بارہ ہزار روپیہ لائے حضرت  
عمرؓ نے یہ کل رقم لے لی، اور کہا کہ تم نے خدا کا مال چڑایا ہے،

ایک بار ایک شخص نے ایک قصیدے میں بہت سے عمال کے نام گناہے اور لکھا کہ اون  
لوگوں کے مال و دولت کا حساب ہونا چاہیے، حضرت عمرؓ نے سب کی دولت تقسیم کر دالی یہاں تک  
کہ اون کے پاس صرف ایک چوہہ رہنے دیا اور ایک خود لے لیا،

۱۔ اسناد الخلفاء ذکرہ مؤلف ابن اثیر، ۲۔ اسناد الخلفاء ذکرہ ابو عبیدہ بن جراح، ۳۔ فتوح البلدان، صفحہ ۳۲۶، ۴۔ فتح البلدان  
صفحہ ۱۹۰، ۵۔ فتوح البلدان، صفحہ ۳۹۲

طبری اور یعقوبی نے اس قسم کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں اور یعقوبی نے اردن عمال کے نام بھی ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں جن کے ال تقیم کر لئے گئے، اسد الغابہ تذکرہ محمد بن مسلمہ میں بھی اجمالاً اس قدر لکھا ہے،

وهو الذي اسس له عمالي عماله  
 حضرت عمرؓ نے انہی کو اسلئے بھیجا تھا کہ عمال کا آدمی  
 ليأخذ شرطاً موالهم لثقتهم به  
 ال تقیم کر لائیں، کیونکہ اردن کے نزدیک وہ  
 بہت زیادہ قابل اعتماد تھے۔

(۷) عمال کی شکایتوں کی تحقیقات کے لئے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مامور فرمایا جب کسی عمال کی شکایت پیش ہوتی تھی تو وہی تحقیقات کے لئے مامور کیے جاتے تھے ایک بار کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کی شکایت کی کہ وہ ٹھیک طور پر نماز نہیں پڑھتے تو حضرت عمرؓ نے پہلے خود طلب فرما کر اردن کا اظہار لیا اس کے بعد اردن کے ساتھ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا اور انھوں نے جا کر ایک ایک مسجد میں اس کی تحقیقات کی،

(۸) اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو تمام عمال کو حکم دیا کہ حج کے زمانہ میں حاضر ہوں تاکہ مجمع عام میں اردن کی شکایتیں پیش ہو سکیں، چنانچہ معمولی سے معمولی شکایتیں پیش ہوتی تھیں اور اردن پر گرفت کی جاتی تھی ایک بار حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا،  
 اني لهما بعث عمالي ليعضروا  
 میں نے عمال کو اس لئے نہیں بھیجا، کہ تمہارے لئے  
 البشارة ولا ليأخذوا موالكم  
 ملانچے اور میں نہ اس لئے کہ تمہارا مال چھین لیں جس شخص

لے مجمع بخاری باب وجوب القراءة للامام والمأموم بخاری میں محمد بن مسلمہ کا نام مذکور نہیں ہے مگر نسخ ابوری میں ان کا نام لیا ہے،

فمن فعل به ذالک فلیرفعہ الی  
اقصہ منہ،  
کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو اس کو اپنا معاملہ میرے سامنے  
پیش کرنا چاہئے تاکہ میں اس سے قصاص لوں،

اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی عامل رعایا کو تادیباً سزا دے تب بھی آپ اس سے  
قصاص لینگے ہوئے ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کیون نہ قصاص لوں گا  
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ سے خود قصاص لیا گیا ہے

یہ شخص الفاظ ہی الفاظ نہ تھے بلکہ عین حج کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا، ایک بار انھوں نے  
حسب معمول تمام عامل کو طلب کیا اور ایک خطبہ میں کہا کہ جس شخص کو عامل سے کوئی شکایت ہو وہ کھڑا  
ہو کر پیش کرے، ایک شخص اٹھا اور کہا کہ آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں، حضرت  
عمرؓ نے فرمایا کیا تم بھی سو کوڑے مارنا چاہتے ہو، اٹھو، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ امر عامل پر  
گران ہو گا اور آئندہ کیلئے ایک نظیر قائم ہو جائے گی، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا خود  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہی آلا، آخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے مستقیماً اس شرط پر راضی کیا کہ  
فی تازیانہ دو دوا شریفان لے کر اپنے حق سے باز آئے،

(۹) اس کے علاوہ عامل کے حالات دریافت کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جب  
عامل کے پاس سے کوئی شخص آتا تو اس سے اس کا حال دریافت کرتے، ایک بار حضرت جریرؓ  
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے یہاں سے آئے تو حضرت عمرؓ نے اس کا حال پوچھا، انھوں نے نہایت  
انشاپردازانہ الفاظ میں اس کی تعریف کی،

عمال جب واپس آئے تو حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر کسی جگہ چھپ جاتے اور خفیہ طور پر ادھکا  
معاذین کرتے حضرت حذیفہ بن یمانؓ مدائن سے واپس آئے تو حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر راہ میں  
چھپ گئے اور جب اون کی قدیم حالت میں کوئی تغیر نہیں پایا تو اون سے بے اختیار پٹ گئے،  
حضرت حذیفہؓ اعلم بالمتنفین تھے یعنی اون کو تمام منافقین کے نام معلوم تھے اسلئے حضرت عمرؓ  
اون سے اپنے اعمال کی نسبت بعض باتیں دریافت فرمایا کرتے تھے،

ایک بار ادھون نے فرمایا کہ میرے اعمال میں کوئی منافق بھی ہے؟ بولے ہاں ایک ہی مگر  
نام نہ بتاؤں گا بالاخر حضرت عمرؓ نے اس کا خود پتہ لگا لیا اور اس کو معزول کر دیا،

عمال کی معزول، حضرت عمرؓ ہمیشہ مکی عہدے اون لوگوں کو دیتے تھے جو ایک طرف تو اس خدمت  
کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے تھے، دوسری طرف اون کا دامن اخلاق بالکل بیدار و ناغلاہی  
اون کو جس عامل میں ان اوصاف کی کچھ بھی کمی نظر آتی تھی اس کو نو ر معزول کر دیتے تھے،

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کے میرنشی نے حضرت عمرؓ کے نام ایک خط لکھا جس کی  
ابتدا عربی طریقے کے موافق ان الفاظ میں کی من ابو موسیٰ چونکہ عربی قاعدے کی رو سے من  
ابی موسیٰ لکھنا چاہیئے تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کو لکھا کہ جس وقت  
میرا خط پہنچے اپنے میرنشی کو ایک کوڑا مارو اور علحدہ کر دو،

حضرت عمارؓ کو دالی مقرر کیا تو ایک شخص نے کہا کہ ان کو یہی معلوم نہیں کہ آپ نے ان کو  
کہاں کا عامل مقرر فرمایا، حضرت عمرؓ نے اون سے اس قسم کے چند سوالات کیئے تو معلوم ہوا کہ

دانی یہ خیال صحیح تھا اس لئے اون کو معزول کر دیا، اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعرمی کا تقرر فرمایا لیکن کوئہ راولون نے اون کی شکایت کی، کہ اون کا غلام تجارت کرتا ہے تو اون کو بھی وہاں سے ہٹالیا،

حضرت نعمان بن عدی کو میسان کا عامل بنا کر بھیجا تو اونھوں نے بی بی کو بھی ساتھ لے جانا چاہا لیکن اوس نے انکار کر دیا وہاں پہنچے تو بی بی کے نام ایک خط میں حسب ذیل اشعار لکھے تھے،

فمن مبلغ حناء ان حلیہا	ہمیان یسقی فی زجاج و حنتم
میری طرف سے اوس پیکر حسن کو کون پیغام پہنچا لگا	کہ اور کاشوہر میسان میں شیشے کے شیشے اور نم کے نم لگا دیا ہے
اذا شئت غننتی دھاقین قریۃ	وضاحۃ تحد و علی کل میہم
جب میں چاہتا ہوں تو وہاں آگ میرے لئے گین کاہن	اور ستار ہر قسم کے سر جاتا ہے
اذا کنت ند مانی فبالا کبرا یسقی	ولا یسقی بالاصغر المتشلم
اور تو میری ہفتین ہر تو بڑے پیالے سے پلا	نہ کہ چھوٹے اور ٹوٹے ہوئے پیالے سے
لعل امیر المؤمنین یسوعہ	تناد منافی الجوسق المتقدم
شاید امیر المؤمنین کو	ہماری مصاحبت ناگوار ہو

حضرت عمرؓ کو اس خط و کتابت کا حال معلوم ہوا تو اون کو لکھا کہ میں نے تمہارا آخری شعر سننا حقیقت مجھے اس قسم کی صحبت ناگوار ہو اس کے بعد اون کو معزول کر دیا، وہ آئے تو کہا کہ خدا کی قسم یہ کچھ تھا

صرف چند اشعار میری زبان پر جاری ہو گئے تھے در زمین نے کبھی شراب نہیں پی، حضرت عمرؓ نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن با اینہم اب تم کبھی میرے حال نہیں ہو سکتے، جو عمال غلاموں کی عیادت نہیں کرتے تھے یا اون تک کمزور لوگوں کا گذر نہیں ہو سکتا وہ معزول کر دیئے جاتے تھے،

تخوار، اتخوار کا کوئی خاص معیار نہ تھا بلکہ حالات کے لحاظ سے تنخواہیں مختلف ہوتی تھیں مثلاً حضرت عیاض بن غنم محض کے والی تھے اور اون کو روزانہ ایک اشترنی اور ایک بکری ملتی تھی، لیکن حضرت امیر معاویہؓ اسی عہدے پر مامور تھے اور اون کو اس کے صلے میں ہزار دینار ماہوار ملتے تھے تاہم جو تنخواہ تھی وہ ہر شخص کے لئے کافی ہوتی تھی،

حضرت عثمانؓ نے اگرچہ اس نظام میں اس قدر تغیر کیا کہ تمام بڑے بڑے عہدے بنو امیہ کو دیدیئے تاہم انھوں نے بلا وجہ کسی قدیم عامل کو معزول نہیں کیا طبریؒ میں ہے کہ وہ بلا شکایت یا بغیر استعفاء کے کسی عامل کو معزول نہیں کرتے تھے بلکہ تمام میں حضرت عمرؓ کے معزول کردہ جو عامل پہلے سے موجود تھے اون کو اپنے عہدوں پر قائم رہنے دیا، باقی اس نظام میں اور کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہوا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں اس معاملہ میں عظیم الشان انقلاب پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ انھوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعرنیؓ کے سوا تمام عامل عثمانی کو یک قلم موقوف کر دیا، دوسرے یہ کہ انھوں نے تمام عامل کے طرز عمل کی عام تحقیقات کرائی اور غالباً یہ اسی ترقی تھی جو خود حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی نہیں ہوئی تھی،

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ عثمان بن عفان، ص ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰

## صیغہ عدالت

اسلام میں صیغہ تفسا اگرچہ عہد نبوت ہی میں قائم ہو گیا تھا لیکن ابتداء میں یہ صیغہ اور صیغوں کے ساتھ مخلوط تھا، چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل مقرر فرما کر بھیجا تو اور فرایض کے ساتھ یہ خدمت بھی اون کے متعلق کی اور اوس کے ائین و اصول بتائے، حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی مدتوں یہ غلط بحث رہا لیکن اونھوں نے اپنے وسط خلافت میں اس صیغہ کو اور صیغوں سے الگ کر دیا اور مستقل طور پر تفسا مقرر کر کے اون کی خواہش میں اصول و ائین عدالت، اس باب میں سب مقدم چیز اصول و ائین عدالت کا مضبوط کرنا تھا، حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن مجید کی طرف پھر حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے اور سب سے اخیر میں مسلمانوں سے مشورہ لیتے تھے اجتہاد اور قیاس کو بالکل دخل نہیں دیتے تھے،

لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب تمدن کو زیادہ وسعت ہوئی تو اونھوں نے تفسا کو اجماع اور قیاس سے بھی مدد لینے کی ہدایت کی لیکن قیاس کو سب سے منہ خر گھا اسکے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کے نام آداب تفسا کے متعلق ایک مفصل فرمان لکھا جو



کنز العمال اور دارقطنی میں بلفظ منقول ہے، اس فرمان میں تضار کے متعلق جو احکام مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں،

(۱) قاضی کو تمام لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیئے،

(۲) باریبوت صرف مدعی پر ہے،

(۳) مدعا علیہ کے پاس اگر ثبوت یا شہادت نہیں ہو تو اس سے قسم لی جائیگی،

(۴) فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں لیکن جو امر خلاف قانون ہو اس میں صلح نہیں

ہو سکتی،

(۵) قاضی خود اپنی مرضی سے مقدمہ کے فیصل کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کر سکتا ہے،

(۶) مقدمہ کے پیشی کی ایک تاریخ مقرر ہونی چاہیئے،

(۷) اگر مدعا علیہ تاریخ معینہ پر حاضری نہ ہو تو مقدمہ اس کے خلاف فیصل کیا جائیگا،

(۸) ہر مسلمان قابل ادائے شہادت ہے، لیکن جو سزا یافتہ ہو یا جس کا چھوٹی گواہی دینا

ثابت ہو وہ قابل شہادت نہیں،

(۹) اخلاقی حیثیت سے قاضی کو غصہ کرنا اور گھبرانا نہیں چاہیئے،

آج اس تمدنی زمانے میں بھی عدالت کے اساسی قوانین یہی ہیں،

تفصلاً کا انتخاب، تضار کے متعلق سب سے اہم کام قابل اور مستدین حکام کا انتخاب تھا، صحابہ بن

جو لوگ علم و فضل میں مسلم تھے، مثلاً حضرت زید بن ثابت، حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ ان کے انتخاب کے لئے صرف یہی کافی تھا کہ وہ خود منتخب روزگار تھے لیکن حضرت عمرؓ اور لوگوں کو عملی تجربہ اور ذاتی امتحان کے بعد منتخب کرتے تھے چنانچہ حضرت کعب بن سور ازدی جو بصرہ کے قاضی تھے اول کی تقرری کا شان نزول یہ کہ وہ ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنے شوہر سے بہتر آدمی نہیں دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھتا ہے اور دن بھر روزے رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے عورت کی تعریف کی اور اس کے لئے استغفار کیا وہ شرمندہ ہو کر چلی گئی تو حضرت کعبؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے عورت کا انصاف اس کے شوہر سے نہیں دلوایا وہ مستغنی ہو کر آئی تھی اب حضرت عمرؓ نے اس کو بلوا بھیجا اور کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ تم کو یہ شکایت ہے کہ تمہارا شوہر تم سے تعلق نہیں رکھتا، اس نے کہا سچ ہے حضرت عمرؓ نے اس کے شوہر کو بلوا بھیجا اور حضرت کعبؓ سے اصرار کیا کہ تمہیں نے اس مقدمہ کو سمجھا ہے اور تمہیں اس کا فیصلہ کرواؤ انھوں نے فیصلہ کیا تو اس قدر خوش ہوئے کہ اون کو بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

تضارت کی ذمہ داریوں کا احساس | حدیث شریف میں آیا ہے،

من دلی القضاء فقد ذبل بفسوسکین جو شخص قاضی بنایا گیا وہ بغیر تجربہ کے فوج کو یا گیا اور وہ دیکھا بھلا

اس حدیث کی بنا پر بعض صحابہ جو بہت زیادہ محتاط تھے وہ سرے سے عہدہ قضا ہی کو قبول نہیں کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قاضی مقرر کرنا چاہا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا لیکن جن صحابہ کو اس عہدے کے قبول کرنے سے انکار نہ تھا

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ حضرت کعب بن سور، ۲۔ مسند ابن جنبل جلد ۱ صفحہ ۶۶

رہ بھی شدت کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے تھے حضرت ابوالدرداءؓ اور بیت المقدس کے قاضی تھے، ایک بار اونھوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو لکھا کہ بیت المقدس میں تشریف لائیے لیکن اونھوں نے لکھا کہ زمین کسی کو مقدس نہیں بنا سکتی، انسان کو صرف اوس کا عمل مقدس بناتا ہی، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم طیب (قاضی) مقرر کئے گئے ہو اگر تم سے لوگ شفا پا رہے ہوں تو کیا کہنا در نہ اگر جعلی طیب ہو تو کسی انسان کو مار کر دوزخ میں نہ داخل ہو، حضرت ابوالدرداءؓ پر اس خط کا یہ اثر پڑا کہ مقدمہ فیصل ہونے کے بعد یقین واپس جاتے تھے تو احتیاطاً بلا کر دوبارہ انھار لیتے تھے،

عدل و انصاف، اخلاقیات و مقدمات کے فیصل کرنے میں کسی قسم کی رعایت کو جائز نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ کے یہاں خود فریق مقدمہ بنکر آئے تو اونھوں نے ادن کو اپنے پاس بٹھانا چاہا لیکن اونھوں نے کہا کہ یہ پہلا ظلم ہے جو تم نے کیا، میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھوں گا،

ایک بار حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے یہاں ایک دھان آیا اور اونھوں نے ادس کو کئی دن تک دھان رکھا لیکن ایک دن جب وہ فریق مقدمہ ہو کر ادن کے سامنے حاضر ہوا تو بولے اب آپ تشریف لیجائیے ہم فریق کو صرف فریق کے ساتھ ٹھہرا سکتے ہیں، ایک بار ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا تو وہ میاں نہ بول اٹھا آپ نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا،

سلا موطاے امام مالک کتاب الاقصیہ باب جامع القضاۃ سلا کثر العمال جلد ۳ صفحہ ۱۱، سلا کثر العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲، سلا موطاے امام مالک کتاب الاقصیہ باب الترغیب فی القضاۃ باحق،

رشوت ستانی کی روک ٹوک، حضرت عمرؓ نے صیغہ عدالت قائم کیا تو رشوت ستانی کے انسداد کے لیے سخت بندشیں قائم کیں اور عام طور پر تمام حکام کو لکھ بھجا،

اجعلوا للناس عندکم فی الحقی سوا قریبہم کبعید  
انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو قریب و بعید میں  
ہم و بعید ہم کفر بیچو ایاکم والرشی

اس کے ساتھ قضاۃ کی پیش وارتخواہین مقرر کیں اور قاعدہ مقرر کیا کہ جو شخص معزز اور دولت مند نہ ہو وہ قاضی نہ مقرر کیا جائے اور اس کی وجہ یہ لکھی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی پر فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب و داب کا اثر نہ پڑے گا،  
علاوہ رشوت خواری کے علاوہ بہت سے مخفی طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے رشوت دیا جاسکتی ہے مثلاً حکام کو اگر تجارت کی اجازت دی جائے تو وہ اس کے ذریعہ سے بہت کچھ ذاتی فوائد حاصل کر سکتے ہیں یہ بھی رشوت خواری کا ایک مہذب ذریعہ بن سکتا ہے اور بتا ہے،  
حضرت عمرؓ نے ان تمام طریقوں کا سد باب کیا، چنانچہ قاضی شریح کو جب تفادات کے عہد پر مامور کیا تو فرمایا،

لا تشتر ولا تبمع ولا تدش  
نہ کچھ خریدو نہ کچھ بیجو، اور نہ رشوت لو،

ہدیہ کی طرف ایک واقعہ کے اثر سے ادن کی توجہ مبذول ہوئی، ایک شخص معمولاً ہر سال ادن کی خدمت میں اونٹ کی ایک ران ہدیہ بھیجا کرتا تھا، ایک بار وہ فریق مقدمہ ہو کر دوبار خلافت میں حاضر ہوا تو کہا کہ اے امیر المومنین! ہمارے مقدمہ کا ایسا دو ٹوک فیصلہ کیجے جس طرح

ادٹ کے ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کی جاتی ہیں، حضرت عمرؓ اس ناجائز اشائے کو سمجھ گئے اور اسی وقت تمام عامل کو لکھ بھیجا کہ مدینہ نہ قبول کرو کیونکہ وہ رشوت ہے،

ماہرین فن کی شہادت، مقدمہ میں شہادت کی توثیق و اعتبار کا ایک بڑا ذریعہ یہ ہے کہ ماہرین فن کی شہادت لی جائے یعنی جو امر کسی خاص فن سے تعلق رکھتا ہے اس کے متعلق اس فن کے ماہرین کا اظہار لیکر فیصلہ کیا جائے حضرت عمرؓ نے اس اصول پر نہایت کثرت سے عمل کیا، ایک بار حطیہ نے زبیر بن بدر کی بھوکھی اور اس نے دربار خلافت میں مقدمہ دائر کیا، تو حضرت عمرؓ نے پہلے حسان بن ثابتؓ سے مشورہ لیا، اس کے بعد حطیہ کو سزا دی،

ایک بار ایک بیوہ عورت نے عدت کے دن گزار کے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، لیکن وہ پہلے سے حاملہ تھی، اسلئے دوسرے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا حضرت عمرؓ کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو انھوں نے زمانہ جاہلیت کی پراٹھ عورتوں کا اظہار لیا اور انھوں نے اس کی ایک ایسی معقول وجہ بیان کی جس سے عورت بے قصور ثابت ہوئی اسلئے حضرت عمرؓ نے بچہ کو پہلے شوہر کی طرف منسوب کیا اور دونوں میان بی بی سے کہا اس میں تمھارا کوئی قصور نہ تھا، ایک اور مقدمہ پیش ہوا جس میں دو شخص ایک بچے کے باپ ہونے کے مدعی تھے اس کی نسبت حضرت عمرؓ نے ایک قیافہ شناس کا اظہار کیا،

تخریری فیصلہ، اس زمانہ کے تمدن کے لحاظ سے اگرچہ مقدمات کا فیصلہ نہایت سادہ طور پر کیا جاتا تھا اسلئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے تاہم تفصیل و جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ

بہت سے اہم مقدمات کے فیصلے لکھے جاتے تھے جو آئندہ چل کر فرائض مقدمہ کے کام آتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت رباب بن حذیفہ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے تین اولاد پیدا ہوئی اور ان کے مرنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے جو ان کے عصبہ تھے ان تمام بچوں کو تمام بھیجا اور وہ وہاں جا کر مر گئے اور ان کے بعد وراثت کے متعلق نزاع ہوئی تو حضرت عمرؓ نے عصبہ کو وراثت دلوائی اور ایک تحریر لکھوا دی جس میں تین شخص یعنی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور ایک اور شخص کے دستخط بطور شاہد کے ثبت تھے چنانچہ ایک موقع پر جب ان لوگوں میں نزاع ہوئی تو عبد الملک نے اسی تحریر کے مطابق فیصلہ کیا، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مقابل میں صفایا سے بنوی کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی ایک شخص کے پاس لکھا ہوا محفوظ تھا،

اخلاق کا اثر مقدمات پر، مقدمات کی کثرت و قلت کو ایک بہت بڑا اخلاقی معیار قرار دیا جاسکتا ہے جس ناک، جس قوم اور جس قوم کی اخلاقی حالت نہایت پست ہو جاتی ہو اور اس میں ذرا ذرا سی بات پر نزاع ہوتی ہو، مقدمات اونٹن کھڑے ہوتے ہیں اور ہر معاملہ کی نسبت لوگ جھوٹی سچی شہادت دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، چنانچہ ایک بار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا،

قَوْمٌ أُولُو دِينٍ يُلُونَهُمْ ثُمَّ يُلُونَهُمْ ثُمَّ يُلُونَهُمْ قَوْمٌ بَقِيلَ  
سب بہتر زمانہ میرا ہے، پھر صحابہ کا، پھر تابعین کا اس کے  
شہادۃ احکام میں نہایت کٹھنہ شہادۃ نہ ہو سکتا بلکہ

سب ابو داؤد کتاب البیہار باب فی الولاء، سب ابو داؤد کتاب الخراج والارباب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور قسم سے پہلے شہادت دے گی،

لیکن صحابہ کرام کے زمانے تک جھوٹی شہادت ایک ایسا جرم خیال کی جاتی تھی کہ لوگ بچوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے، اسی حدیث میں ہے،

قال ابراهيم كانوا ينفوننا ونحن  
غلمان عن العهد والشهادات  
ابراہیم کہتے ہیں کہ بچپن میں لوگ ہم کو شہادت اور  
عہد سے منع کرتے تھے،

ایک بار عراق کا ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ایک ایسے عالم  
کے لئے آیا ہوں جس کا نہ تو سر ہے، نہ دم، ہمارے ملک میں جھوٹی شہادتوں کا رواج ہو چلا ہے۔  
حضرت عمرؓ نے نہایت تعجب سے کہا کہ ہاں ایسا ہے۔

مقامات کی قلت کا یہ حال تھا کہ حضرت سلمان بن ربیعہؓ باہلی جو کوفہ کے قاضی تھے اونکی  
نسبت ابو وائل کا بیان ہے کہ میں مستقل چالیس دن تک اون کے پاس آتا جاتا رہا لیکن اون کے  
یہاں کسی فزوق مقدمہ کو نہیں دیکھا،



## صیغہ محاصل و خراج

فتوحات کا سلسلہ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں شروع ہو گیا تھا لیکن خراج کا  
باقاعدہ نظام حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قائم ہوا چنانچہ سب سے پہلے عراق کی فتح کے بعد  
یہ بحث پیدا ہوئی تو بہت سے صحابہ نے کہا کہ مال غنیمت کی طرح زمین اور جائیدادیں بھی مجاہدین  
پر تقسیم کر دی جائیں، لیکن حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ اگر زمین بھی تقسیم کر دی گئی تو آئندہ نسل کیلئے  
کیا رہ جائیگا؟ سرحد کی حفاظت کیونکر ہو سکیگی؟ یتیموں اور یتیم خانوں کی پرورش کا کیا انتظام ہوگا؟  
اس غرض سے انھوں نے تمام قدامت مہاجرین کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور ان لوگوں میں حضرت  
علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے  
سے اتفاق کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے مخالفت گروہ کی تائید کی، بالآخر حضرت  
عمرؓ نے ایک عام اجلاس کیا جس میں شرفاء انصار سے دس، آؤس سے پانچ اور خزرج  
سے پانچ بزرگ شریک ہوئے، حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر ایک نہایت پُر زور تقریر کی  
اور سب نے اس کی رائے سے اتفاق کر لیا،

اس مرحلہ کے طے ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے بندوبست کی طرف توجہ کی اور



صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس خدمت کے لئے کون موزون ہو؟ تمام صحابہ نے حضرت عثمان بن عفیفؓ کا نام لیا اور کہا کہ وہ اس سے بھی اہم خدمات کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پانچ درہم اور ایک جراب آٹاروزانہ کے حساب سے تنخواہ مقرر کی حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو اون کا شریک کا مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ ٹیلوں، جنگلوں، گڈھوں، اور اون زمینوں کی جن کی آب پاشی نامکن ہو پیمائش نہ کی جائے اور ناقابل برواشت جمع نہ تشخیص کی جائے، اس اصول کے مطابق ان بزرگوں نے پیمائش کا ختم کیا تو کل رقبہ طول میں تین سو پچتر میل اور عرض میں ۲۴ میل یعنی کل تیس ہزار میل کم تھا، اس میں پہاڑ، صحرا، اور نہروں کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جراب تکلی، خاندان شاہی کی جاگیر، آتش کدوں کے اوقاف، لاوارثوں، مفردوں اور باغوں کی جائیداد، دریا پر آدر و جنگل، اور اون زمینوں کو جو سڑکوں کی تیاری اور ڈاک کے مصارف کے لئے مخصوص تھیں حضرت عمرؓ نے خالصہ قرار دیا باقی تمام زمینیں مالکان قدیم کے قبضے میں رہی گئیں اور اون پر حسب ذیل مالگزارسی مقرر کی گئی،

گھوٹ	نی جریب یعنی پون بیگی پختہ	دو درہم سالانہ
جڈ	"	ایک درہم سالانہ
نیشکر	"	چھ درہم سالانہ
روٹی	"	پانچ درہم سالانہ

انگور	فی جریب یعنی پون بیکہ پختہ	دس درہم سالانہ
نخلستان	"	"
تل	"	آٹھ درہم سالانہ
ترکاری	"	تین درہم سالانہ

جمع تشخیص ہوگئی تو دونوں بزرگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے جمع سخت تشخیص نہیں کی؟ انھوں نے کہا "ابھی تو اس میں اضافہ کی اور بھی گنجائش ہے" بولے "پھر غور کر لو جمع ناقابل برداشت تو تشخیص نہیں کی گئی" انھوں نے کہا "نہیں" اب فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو اپنے بعد عراق کی سواؤ کو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونے دوں گا،

خراج کی تشخیص میں سب سے زیادہ عادلانہ طریقہ یہ اختیار کیا کہ ذمی رعایا سے اس میں مشورہ لیا، چنانچہ انھوں نے عراق کا بندوبست کرنا چاہا تو مشورہ کے لئے وہاں سے دو چودھری طلب کئے جن کے ساتھ ایک ترجمان بھی تھا، اسی طرح مہر کے عامل کو لکھا کہ خراج کے معاملے میں متوقس سے رائے لو، زیادہ واقفیت کے لئے ایک واقف کار قطیفی کو مدینہ میں طلب فرمایا اور اس کا اظہار کیا،

عراق کے سوا حضرت عمرؓ نے اور کسی صوبے کی پیمائش نہیں کرائی البتہ قدیم طریقہ بندوبست میں جہان جہان غلطی دیکھی اس کی اصلاح کر دی، مثلاً مہر سے رومی خراج کے علاوہ غلے کی ایک مقدار کثیر وصول کرتے تھے جو سلطنت کے ہر صوبے میں فوج کی رسد کے لئے روانہ کی جاتی تھی

اور خراج میں محسوب نہیں ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے یہ دونوں جاہلانہ طریقے موقوف کر دیے،  
 زمینداری اور ملکیت کے متعلق انھوں نے سب سے بڑی اصلاح یہ کی، کہ زمینداری  
 کے متعلق قدیم جاہلانہ قانون کو بالکل مٹا دیا، مثلاً جب رومیوں نے شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام  
 اراضیات اصلی باشندوں کے قبضہ سے کھال کر اراکین دربار کو دیدین، کچھ خالصہ قرار دیا اور  
 کچھ گرجوں پر وقف کر دیں لیکن حضرت عمرؓ نے اس قاعدہ کو مٹا کر یہ قاعدہ بنادیا کہ مسلمان کسی  
 حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے، یعنی اگر قیمت دے کر بھی خریدنا چاہیں تو نہیں  
 خرید سکتے، یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا چنانچہ لیث بن سعد نے مصر میں کچھ زمین خریدی تو  
 بڑے بڑے پیشوایان مذہبی مثلاً امام مالکؒ، نافع بن یزید وغیرہ نے اذن پر سخت اعتراض کیا  
 حضرت عمرؓ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام فوجی انسروں کے نام حکم بھیج دیا کہ  
 لوگوں کے روزیے مقرر کر دیے گئے ہیں، اسلئے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے چنانچہ شریک  
 غطفی نامی ایک شخص نے مصر میں کچھ زراعت کر لی تو حضرت عمرؓ نے بلا کر سخت مواخذہ کیا  
 اور فرمایا کہ تجھ کو ایسی سزا دوں گا جو دوسروں کے لئے عبرت انگیز ہوگی،

ایک دفعہ عبداللہ بن ابی اسحقؓ نے شام میں کھیتی کی اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو  
 اس کی کھل جائداد پر باد کرادی،

بندوبست کے ساتھ حضرت عمرؓ نے ترقی زراعت کی طرف خود توجہ کی اور لوگوں کو توجہ دلائی  
 ایک مرتبہ ایک شخص سے پوچھا تمھارا وظیفہ کیا ہے؟ اس نے کہا ڈھائی ہزار فرمایا تمھارا



کلا تصربن رجلا سوطانی جیایة درهم  
کسی شخص کو، انگڑاری کے وصول کرنے میں کروا دیا اور  
ولا تتبعن لهم رزقا ولا کسوة شتاء ولا  
روزی، اون کے گرمی اور جھڑپ کے کپڑے اور  
صیفاء ولا دابة تلون علیہا ولا یقین جلا قافی طلب  
برہاری کے جانور نہ لو اور کسی کو کھرا نہ کرو،

اوس نے کہا "اے امیر المومنین ایہ کہنے کے میں یوں ہی خالی ہاتھ واپس آؤں گا  
یہ بھی سہی، ہم کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ فاضل مال سے انگڑاری میں وصول کریں۔

جسزیرہ | جزیرہ بھی خراج کی طرح نہایت نرمی کے ساتھ وصول کیا جاتا تھا جو لوگ پانچ اور

بیکار ہو جاتے تھے اور کا جزیرہ معاف کر دیا جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا چنانچہ

یہ قاعدہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مقرر ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کو قائم رکھا۔

ذمیوں کو کسی قسم کی اذیت دیکر جزیرہ وصول کرنے کی اجازت نہ تھی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کہا

کہ دھوپ میں کھڑا کر کے کچھ لوگوں کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ

جزیرہ ادا نہ کرنے کے جرم میں یہ سزا دی جا رہی ہے فرمایا ان کو چھوڑ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جو لوگ دنیا میں بندوں کو تکلیف دیتے ہیں خدا قیامت میں ان کو عذاب دیتا ہے،

عشر | غیر قوموں سے ایک اور تجارتی ٹیکس لیا جاتا تھا جس کا نام عشر تھا، یہ اسلام کی کوئی

جدید ایجاد نہ تھی بلکہ جاہلیت ہی کے زمانے میں اس کا رواج تھا اور حضرت عمرؓ نے اسی کو قائم رکھا

اس کے وصول کرنے کا طریقہ نہایت آسان تھا کسی کے اسباب کی تلاشی نہیں کی

جاسکتی تھی، تو سودر ہم سے کم قیمت مال پر کچھ زمین لیا جاتا تھا شام کے غلطی چونکہ گیموں کی تجارت

سلہ اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ رحمہ اللہ مولانا ام کلک کتاب الزکوٰۃ باب عشر و ابل الذمہ

کرتے تھے اسلئے حضرت عمرؓ اور ان سے نصف عشر لیتے تھے کہ مدینہ میں اوس کی درآمد زیادہ ہو،  
 زکوٰۃ و عشر اور زکوٰۃ کے وصول کرنے میں بھی ہر قسم کی آسانیاں ملحوظ رکھی جاتی تھیں، رسول اللہ  
 صلعم نے عمال کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ میں بہترین مال نہ لیا جائے، خلفائے راشدین بھی نہایت  
 شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے اموال صدقہ میں ایک  
 بڑے تھن والی بکری دیکھی تو فرمایا کہ اس کے مالک نے اس کو بخوشی نہ دیا ہوگا، اس طرح مسلمانوں کو  
 نہ بدگوار،

دیوان، دفتر بیت المال، حوزہ، خراج، عشر اور زکوٰۃ سے جو رقم وصول ہوتی تھی حضرت ابو بکرؓ کے  
 زمانے تک علی السویہ تمام مسلمانوں پر تقسیم ہو جاتی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب باقاعدہ  
 نظام سلطنت قائم ہوا تو اوس کے لئے دیوان، دفتر، اور بیت المال قائم کیا گیا خراج کا دفتر جیسا کہ  
 قدیم زمانہ میں فارسی، شامی، اوقطی زبان میں تھا حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی قائم رہا کیونکہ بھی  
 اہل عرب نے اس فن میں اس قدر ترقی نہیں کی تھی کہ یہ دفتر عربی زبان میں منتقل ہو سکتا،

بیت المال کے رجسٹر نہایت صحت اور تفصیل کے ساتھ مرتب کئے جاتے تھے چنانچہ صدقہ و  
 زکوٰۃ کے مویشی آتے تھے تو ان کے رنگ، جلیہ، اور سن تک لکھے جاتے تھے، بیت المال میں جو رقم  
 جمع ہوتی تھی اوس کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے دینیئے میں صرف ہو جاتا تھا جن کے سالانہ وظیفہ  
 علی قدر مراتب حسب ذیل تھے،

پانچ ہزار درہم سالانہ

شکر کار غزوہ بدر

مسئلہ بواسطہ امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب عشر اہل الذمہ، مسئلہ بواسطہ امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب انہی عن تصدق علی الناس فی الزکوٰۃ  
 مسئلہ اسد الغابہ ذکر حضرت فاروقؓ،

ہاجرین حبش اور شرکاء غزوہ اُحد	چار ہزار درہم سالانہ
ہاجرین قبل از فتح مکہ	تین ہزار درہم
جو لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے	دو ہزار درہم
جو لوگ جنگ فیلہ دریوک میں شریک تھے	دو ہزار درہم
اہل یمن	چار سو درہم
قادسیہ اور دریوک کے بعد کے مجاہدین	تین سو درہم
بلا امتیاز مراتب	دو سو درہم

ان لوگوں کے اہل و عیال بلکہ غلاموں کے وظائف بھی مقرر تھے چنانچہ ہاجرین اور انصار کی بیویوں کا وظیفہ دو سو سے چار سو درہم تک اور اہل بدر کے اولاد ذکور کا وظیفہ دو ہزار درہم مقرر تھا ان مصارف کے بعد صوبجات اور اضلاع کے بیت المال میں جو رقم جمع جاتی تھی وہ مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی جن لوگوں کو وظیفے ملنے لگے ان کے نام مع ولدیت درج رجسٹر ہوتے تھے اور ان کی ترتیب کے لئے بڑے بڑے قابل لکھنؤ حضرت عقیل بن طالب، خرمہ بن نوفل اور حیر بن مطعم وغیرہ مامور تھے۔

— — — — —

# سُکِ دُرک

یا

## نظارت نافعہ

اصطلاحی حیثیت سے اگرچہ اس صیغہ میں صرف نہرین، سرکاری عمارتیں، پل، بند، سفارتخانے اور کنوئیں وغیرہ داخل ہیں، لیکن ہم نے اس میں صحابہ کرام کے اوقاف و صدقات جاریہ کو بھی شامل کر لیا ہے، کیونکہ اوقاف و صدقات کا مقصد بھی رفاه عام کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کنوئیں، رفاه عام کی چیزوں میں اگرچہ کنوئیں اب نہایت معمولی درجے کی چیز خیال کئے جاتے ہیں، لیکن عرب میں وہ نہایت گران قیمت چیز سمجھے جاتے تھے، اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے کہ شب سے اچھا صدقہ پانی ہے، اسلام میں رفاه عام کے کاموں کی ابتدا سب سے پہلے اسی صدقہ جاریہ سے ہوئی، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو مدینہ میں آب شیرین کی نہایت قلت محسوس ہوئی، آب شیرین کا صرف ایک کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا اسلئے آپ نے تمام مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس کو کون خریدنا؟ حضرت عثمانؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انھوں نے اس کو اپنے صلب مال سے خرید کر





کہ اور مدینہ کے درمیان سرزمین بنوانا چاہیں حضرت عمرؓ نے اس شرط پر اجازت دی کہ مسافر پانی اور سایہ کے سب سے زیادہ مستحق ہوں گے،

شاہ دلی اللہ صاحب کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسی سلسلہ میں متعدد کنوئین بھی کھودوائے اور کنوئین پٹ گئے تھے اور ان کو صاف کروایا،

اور انھوں نے کہہ اور مدینہ کے درمیان ایسے اشخاص بھی مقرر کئے جو گرم گشتگان قافلہ کو سیراب راستوں سے لیجا کر منزل مقصود تک پہنچاتے تھے،

ہمان خانہ، اول اول حضرت عمرؓ نے مسافروں کے لئے کوفہ میں ایک ہمان خانہ قائم کیا فتوح البلدان میں ہے،

امر عمر ان يتخذ لمن يرد من

الافاق داسا فکانوا يترکونہا

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جو لوگ اطراف ملک سے مسافر آئے

دارد ہو ستم ہین اور ان کے لئے ایک ہمان خانہ قائم کیا جائے

چنانچہ جو مسافر آتے تھے اسی ہمان خانہ میں اترتے تھے،

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں ایک اور ہمان خانہ قائم کیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ باہر سے

جو لوگ تجارت کا غلہ لیکر آتے تھے وہ عموماً پرائیوٹ مکانوں میں قیام کرتے تھے اس غرض سے

بعض فیاض طبع لوگوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ بازار میں منادی کروا دیتے تھے کہ جس کے قیام کا

بند و بست نہ ہو وہ ہمارے مکان میں قیام کر سکتا ہے حضرت عثمانؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے ان

لوگوں کے لئے ایک ہمان خانہ قائم کر دیا، اسی طرح مصعبؓ بھی حضرت عثمانؓ بن قیسؓ نے ایک

لے فتوح البلدان صفحہ ۶۰، ازالۃ الخفاء صفحہ ۴۶، مقررہ جلد اول صفحہ ۴۶، لے فتوح البلدان صفحہ ۲۸۶

طبری صفحہ ۲۸۲

مہمان خانہ قائم کیا،

حوض اور نہرین، صحابہ کرام نے رفاہ عام کی غرض سے جا بجا مکہ اور مدینہ میں بہ کثرت حوض اور  
چٹے تیار کرائے حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا تو انھوں نے  
عرفات میں بہت سے حوض بنوائے اور متعدد نہرین جاری کیں، حمی قید کے پاس حضرت عثمانؓ  
نے ایک نہر کھدوائی جس کا نام عین النخل تھا، حضرت علیؓ نے بھی متعدد نہرین وقف عام کی تھیں  
چنانچہ مقام بینج میں اون کے ذاتی ملک میں بہت سی چھوٹی چھوٹی نہرین تھیں انھوں نے  
سب کو وقف عام کر دیا، اسی طرح اور دو نہروں کو انھوں نے نقرار مدینہ پر وقف کر دیا تھا چنانچہ  
ایک بار حضرت امام حسینؓ پر قرض ہو گیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک نہر کے بدلے دو لاکھ دینار  
دینا چاہے مگر انھوں نے کہا کہ میں اپنے باپ کا وقف فروخت کرنا نہیں چاہتا،

حضرت امیر معاویہؓ کو نہروں کے جاری کرنے کا خاص اہتمام تھا خلاصۃ الوفار میں ہے  
کان بالمدينة الشريفة وما حولها عيون  
مدينة شريفة اور اس کے متصل بہ کثرت نہرین تھیں اور  
كثيرة وكان لمعاوية اهتمام بهذا الباب  
حضرت امیر معاویہؓ نے جو نہرین جاری کرائیں اون میں نہر کطامة، نہر ازرق، نہر شہدا  
وغیرہ کا نام دنا، الوفار اور خلاصۃ الوفار میں مذکور ہے، حضرت امیر معاویہؓ نے پہاڑوں کی بعض  
گھاٹیوں کے گرد و بند بندھوا کر اون کو بھی تالاب کی صورت میں بدل دیا تھا، جس میں پانی  
جمع ہوتا تھا،

ملک حسن الخاضرہ جلد صفحہ ۹۲، اسلام النابتہ ذکر حضرت عبداللہ بن عامرؓ، خلاصۃ الوفار صفحہ ۲۵، دنا، الوفار صفحہ ۹۳،  
تعمیر زمین ابی نضر، خلاصۃ الوفار صفحہ ۱۲۲، دنا، الوفار صفحہ ۱۱۱، خلاصۃ الوفار صفحہ ۱۱۲، خلاصۃ الوفار صفحہ ۱۱۳، دنا، الوفار صفحہ ۱۲۱،

خلفاء کے علاوہ اور صحابہ نے بھی پانی کے پٹے وقف عام کئے تھے، مثلاً حضرت طلحہؓ نے ایک چشمہ خرید کر راہوں پر وقف کر دیا تھا،

نہر سعد، مکہ اور مدینہ کے علاوہ صحابہ کرام نے مختلف شہروں میں نہرین جاری کیں، انہار والوں کو مدت سے ایک نہر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی چنانچہ اس کے لئے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ان لوگوں نے حضرت سعد و قاص رضی اللہ عنہما درخواست کی تو انھوں نے حضرت سعد بن عمرو بن حرامؓ کو اس کام پر مامور کیا انھوں نے بڑے اہتمام سے کام جاری کیا لیکن کچھ دور پہنچ کر بیچ میں ایک پہاڑ آگیا اسلئے کام وہیں تک پہنچ کر رک گیا بعد کو حجاجؓ نے اس کی تکمیل کی لیکن بفضل المتقدم کی بنا پر یہ نہر حضرت سعد بن عمروؓ ہی کے نام سے مشہور ہوئی،

نہر ابی موسیٰ، بصرہ والوں کو آب شیرین کی سخت تکلیف تھی، ایک بار ادون کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وفد کے ایک ممبر یعنی حنیف بن قیس نے نہایت پُر اثر تقریر میں حضرت عمرؓ کو اس طوط توجہ دلائی حضرت عمرؓ نے اسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کے نام ایک تحریری حکم بھیجا کہ بصرہ والوں کے لئے ایک نہر کھدوا دیا جائے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ نے اس نہر کو وجہ سے کالکر نہر ابلہ سے ملا دیا اخیر میں اس کا کچھ حصہ پٹ گیا لیکن حضرت عبداللہ بن عامر بن کرز نے جو حضرت عثمانؓ کے جانب سے بصرہ کے گورنر تھے اس کی مرمت و اصلاح کروا دی،

نہر عقل، یہ نہر بھی حضرت ابو موسیٰ اشعرمی نے حضرت عمرؓ کے حکم سے بصرہ میں کھدوائی  
چونکہ اس کی تیاری کا کام حضرت معقلؓ کے سپرد کیا گیا تھا اسلئے انہی کے نام سے مشہور  
ہو گئی، حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں زیاد نے دوبارہ اس نہر کو کھدوایا اور نہر کا  
حضرت معقلؓ ہی سے اس کا افتتاح کروایا اور افتتاح کرنے کے بعد ایک آدمی کو ہزار  
درہم دیئے اور کہا کہ وجہ کے کنارے گھوم آؤ اگر ایک شخص بھی اس نہر کو زیاد کی نہر کہتا ہو  
مے تو اس کو یہ رقم دیدو، لیکن بچے بچے کی زبان سے عقل کا نام سنکر اس نے کہا ذلت  
فضل اللہ یوتیہ من یشاء

نہر امیر المؤمنین، سلسلہ میں جب عرب میں قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے تمام صوبوں سے غلہ منگوایا  
لیکن شام و مصر سے چونکہ خشکی کا راستہ بہت دور تھا اسلئے غلہ کی روانگی میں کسی قدر دیر ہوئی  
ان وقتوں کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو طلب کیا اور کہا کہ اگر  
دریائے نیل سمندر سے ملا دیا جائے تو عرب میں قحط و گرائی کا کبھی اندیشہ نہ ہو ورنہ خشکی کی  
راہ سے غلہ کا آنا وقت سے خالی نہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے پٹ کر فوراً کام شروع  
کر دیا اور ایک سال میں یہ نہر بن کر تیار ہو گئی یہ تفصیل حسن المحاضرہ میں ہے، لیکن طبری میں ہے  
کہ جب حضرت عمرؓ نے تمام امرا و عمال کے نام غلہ کے لئے تحریری حکم بھیجا تو خود حضرت عمرو  
بن العاصؓ نے جواب میں لکھا کہ پہلے بحر شام بحر عرب میں گرتا تھا لیکن رومیوں اور قبطیوں  
اوس کو بند کر دیا اگر آپ چاہتے ہیں کہ مصر کی طرح مدینہ میں بھی غلہ کا نرخ ارزان ہو تو میں

اس غرض سے نہرتیار کر کے اوس پر پل بند ہوا دون مصر والوں نے اگرچہ اپنے ذاتی مصالح کی بنا پر بہت کچھ وادیا کیا لیکن حضرت عمرؓ نے اس معاملہ میں کسی کی نہ دستی چنانچہ جب یہ نہرتیار ہوئی تو عرب ہمیشہ کے لئے قحط کی مصیبت سے نجات پا گیا،

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں بھی بعض نہریں تیار ہوئیں مثلاً اوفھون نے عبید اللہ بن زیاد کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو اوس نے جبال بخارا کو کاٹ کر ایک نہر نکالی اوفھون کے زمانے میں حکم بن عمرو نے ایک نہر جاری کی جس کا افتتاح نہ ہو سکا، زرعی نہرین، حضرت عمرؓ کے زمانے میں زرعی ترقی کا جو مستقل انتظام ہوا اوس کے سلسلہ میں اوفھون نے نہایت اہتمام کے ساتھ آپ پاشی کے لئے نہرین کھدوائیں چنانچہ خاص مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اس کام میں لگے رہتے تھے اور ادن کے تمام مصارف بیت المال سے ادا کئے جاتے تھے،

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں اس صیغے کو اور بھی زیادہ ترقی ہوئی اون کے زمانے میں صرف مدینہ اور اوس کے آس پاس جو زرعی نہرین تھیں اون کے ذریعہ سے ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گہون پیدا ہوتا تھا،

بند اکہ میں جو چار مشہور سیلاب مختلف زمانوں میں آئے اون میں ایک سیلاب جو ام نھشل کے نام سے مشہور ہے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں آیا اور مسجد حرام تک پہنچ گیا حضرت عمرؓ نے نیچے اوپر دو بند بند ہوا اسے جس نے مسجد حرام کو سیلاب کی زد سے محفوظ رکھا،

طہ طبری صفحہ ۱۲۵، طہ طبری صفحہ ۱۶۹، اوقات ثلاثہ، طہ طبری صفحہ ۱۵۶، اوقات ثلاثہ، طہ حسن الخاضعہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۱، طہ

خلاصۃ الونا صفحہ ۲۳، طہ فترح البلدان صفحہ ۱۲۰،

مدینہ میں ایک چشمہ تھا جس کا نام تہرہ تھا، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس میں طغیانی آئی اور تمام مدینہ ڈوب گیا اسلئے اونھوں نے اس سے بچنے کے لئے ایک بند بندہ ہوا یا،  
 پہل اور شرک | خلفاء کے زمانے میں مفتوحہ قوموں سے جو معاہدہ صلح ہوتا تھا اوس میں تمام شرائط کے ساتھ یہ شرط بھی کر لی جاتی تھی کہ سڑکوں اور پلوں کا بنانا اون کے متعلق ہوگا، چنانچہ کتاب الخراج میں ایک معاہدہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے،  
 وبناء القناطر علی الاکھار من اموالہم نھرون پر اون کو اپنے صرف سے پہل باندھنا ہوگا،  
 تاریخی طبری واقعات السنہ ۳۰ میں ایک معاہدہ کے حسب ذیل فقرے نقل کئے ہیں،  
 فكان الفلاحون للطرق والجھور ولا کاشتکاروں کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ سڑک بنائیں پہل میں  
 سواق والھوث والذکالۃ، بازار گائیں کھیتی کریں اور مسلمانوں کو راستہ بنائیں  
 سرکاری عمارتیں، سرکاری عمارتوں کی ابتدا حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی اور سرکاری کاموں کے لئے جس قدر عمارتوں کی ضرورت ہوتی ہو غالباً کل وجود میں آگئیں،  
 دارالامارۃ، | صوبجات اور اضلاع کے حکام کے لئے دارالامارۃ تعمیر کئے گئے جو گویا اوس کے گورنمنٹ ہاؤس تھے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں غالباً سب سے پہلے بصرہ کا دارالامارۃ تیار ہوا چنانچہ جب عقبہ بن غزو ان نے فوجی ضرورت سے بصرہ کو آباد کیا تو اوس کے ساتھ مقام دہنا میں جس کو اب رجبہ بنی ہاشم کہتے ہیں سادہ طور پر ایک مسجد، ایک جلیخانہ، اور  
 ملہ نزع البلدان صفحہ ۱۱۱، کتاب الخراج صفحہ ۱۸۰، طبری صفحہ ۲۴۰، لیکن علامہ سیوطی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بیت المال کے مصارف سے بھی پہل وغیرہ بنائے جاتے تھے چنانچہ حسن الخاضرہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۳ میں لکھتے ہیں کانت فی بصرہ مصر لحف جلیخانہ واقار جیسوھا وبناء قناطرھا وقطم جزائرھا ما یتلاف الف وعشرین لافاً ہم لھود والمساوی ولا داتہ یقتضو ذلک یدعوہ کاشتکار ولا صیفا،

ایک دارالامارۃ بھی تعمیر کروایا بصرہ اول اول گویا پھیرون کا مجموعہ تھا، لیکن بعد کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کچے مکانات بنوائے تو دارالامارۃ کو بھی کچی اینٹ سے تعمیر کروایا اور چھت لگاس سے پٹوائی حضرت امیر معاویہؓ نے زیادہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تو اس نے مسجد میں بہت کچھ اضافہ کیا اور دارالامارۃ کو ہٹا کر مسجد کے سامنے قبلہ رُخ کروا دیا اور اس کی عمارت پہلے سے بھی زیادہ مستحکم بنوائی،

اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ کو آباد کیا تو اس کے ساتھ دارالامارۃ بھی تعمیر کرایا زیادہ اس کی عمارت بھی دوبارہ مستحکم طور پر بنوائی،

مکہ میں ایک نہایت قدیم یادگار تھی جس کو دارالندوہ کہتے تھے یہ عمارت قریش کا گویا دارالامارۃ تھی جس میں وہ تمام اہم قومی معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اخیر میں حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو خرید کر دارالامارۃ بنا دیا،

جیل خانے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں متعدد جیل خانے بنوائے اَدَل دِل مکہ معظمہ

میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خرید کر کے جیلخانہ بنوایا پھر اور اضلاع میں بھی جیلخانے بنوائے بصرہ کا جیلخانہ عقبہ بن غزوہ نے تعمیر کروایا تھا جو بالکل دارالامارۃ کے متصل تھا، کوفہ کا جیلخانہ بانس یا زسل سے بنا تھا،

غلہ خانے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تمام سرکاری ضروریات کے لئے الگ الگ مکان تعمیر کروائے تھے ہم کو تاریخون میں دارالذقیق اور دارالریق کا اکثر نام ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے

غلہ فوج البلدان صفحہ ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱



کہ قیدیان جنگ کے رہنے کے لئے کوئی مستقل مکان تعمیر کیا گیا تھا اسی طرح سرکاری آٹا کی مستقل عمارت میں رکھا جاتا تھا عام الرادۃ میں مدینہ کی بندرگاہ جار پر چوغلہ آتا تھا اسکے رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ نے دو بڑے بڑے محل بنوائے تھے،

بیت المال، اگرچہ ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں بیت المال قائم ہو چکا تھا لیکن درحقیقت حضرت عمرؓ نے اس کے لئے مستقل اور شاندار عمارتیں تعمیر کروائیں چنانچہ کوفہ کا بیت المال ایک عظیم الشان محل کی صورت میں تعمیر ہوا تھا جس کے لئے شاہان فارس کی عمارتوں سے ایشین منگائی گئی تھیں اور جس کو ردزبہ ایک شہر جو سی مہار نے تیار کیا تھا،

بازار، اصحابہ کرام کے عہد خلافت میں اگرچہ عرب کے تمام قدیم بازار مثلاً عکاظہ، ذوالحجہ وغیرہ قائم تھے تاہم خود اصحابہ کرام نے بھی متعدد بازار قائم کئے چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کوفہ آباد ہوا تو ایک کھلی ہوئی جگہ بازار کے لئے مخصوص کر لی گئی،

مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ تم مسجد جامع کے منہ والے ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں" اونھوں نے لکھا کہ میں تو حجاز میں ہوں اور میرے لئے مصر میں مکان تعمیر ہوگا؟ اس جگہ ایک بازار قائم کرو چنانچہ وہ بازار قائم کیا گیا اور اس میں غلام فروخت کئے جاتے تھے،

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا عامل مقرر فرمایا تو اونھوں نے





جزیرہ رودس فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہؓ نے یہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کروایا  
حضرت امیر معاویہؓ نے بحری استحکامات کے علاوہ خاص اہل مدینہ کے لئے بھی ایک  
قلعہ بنوایا جس کا نام قصر خل تھا۔

مقبرہ، حضرت عمرؓ نے جبل مقطم پر جو مصر میں واقع ہے مسلمانوں اور عیسائیوں کا الگ الگ مقبرہ  
تعمیر کروایا چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن حارث زبیدیؓ، حضرت عبداللہ  
بن حذافہ السہمیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ اسی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

حسام مصر میں اگرچہ بہ کثرت عام تھے، لیکن وہ نہایت گندہ و نجس رہتے تھے، اسلئے حضرت  
عمرو بن العاصؓ نے ایک چھوٹا سا حمام تعمیر کروایا جس کو رومی حمام الفارسی جو ہونیکا حمام کہتے تھے  
سمیت، موت کا عالم بھی عجیب کشکش کا عالم ہوتا ہے، ایک طرف تو آل و اولاد کی، مان باپ  
کی، بھائی بند کی محبت دامن پکڑتی ہے، دوسری طرف عالم قدس کی کشش گریبان گیر ہوتی ہے  
اسلئے دین و دنیا کی محبت کے موازنہ کے لئے اس سے بہتر زمانہ نہیں مل سکتا اگر انسان دنیا  
کا شیدائی ہو تو وہ اپنا تمام مال دولت صرف اعزہ و اقارب کو تفویض کر دیتا ہے اور اگر وہ  
اپنا رشتہ خدا کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہے تو اپنی جائیداد کا معظم ترین حصہ خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے  
اور آل و اولاد کو صرف اسی قدر دیتا ہے جس قدر ان کا حصہ اللہ تعالیٰ نے تعین کر دیا ہے،  
صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے صالح بندے تھے اسلئے وہ اس عالم میں جو کچھ دیتے تھے خدا ہی کو  
دیتے تھے، آل و اولاد کو صرف اسی قدر خیال رکھتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا،

حضرت ابی دقاصؓ مرض الموت میں بیمار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے تو عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے پاس دولت بہت ہے اور در ثمان صرت ایک لڑکی ہے چاہتا ہوں کہ دولت مال صدقہ کروں، آپ نے اجازت نہیں دی، ہوئے تو نصف آپ نے فرمایا سنہین ثلث بہت ہے۔

حضرت سعد بن مالکؓ بیمار ہوئے اور آپ عیادت کے لئے تشریف لائے تو انھوں نے کہا میں خدا کی راہ میں اپنا کل مال دیتا ہوں، فرمایا: بچوں کے لئے کیا چھوڑتے ہو؟ بولے خدا کے فضل سے وہ آسودہ حال ہیں، آپ نے فرمایا: نہیں، صرف دسویں حصہ کی وصیت کرو، انھوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے ثلث کی اجازت دے دی،

ادقات، غریب و افلاس، تنگ دستی اور فاقہ مستی سب کچھ تھی، لیکن ان میں کوئی چیز صحابہ کو اتفاق فی سبیل اللہ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی، صدقہ و خیرات تو تمام صحابہ کے اعمال صالحہ کا نمایاں جزو تھا، اسی بنا پر قرآن مجید نے ان کی یہ مشترک خصوصیت بیان فرمائی ہے،

وَمَا سَأَلُوا أَهْمَ يَنْفِقُونَ، اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ صرف کرتے ہیں،

لیکن ان میں متعدد بزرگ ایسے تھے جو خدا کی راہ میں کچھ دینا نہیں چاہتے تھے بلکہ سب کچھ دینا چاہتے تھے، مثلاً حضرت عمرؓ نے ایک یا زحیر بن ایک نہایت عمدہ قطعہ زمین یا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں نے ایک نہایت عمدہ جائیداد پائی ہے اس کی

۱۔ ابو داؤد کتاب الوصایا باب اجارہ بجز زکوٰۃ فی الہ، ۲۔ ترمذی کتاب الجنائز باب اباؤنی الوصیۃ بالثمن والربع،



شہرہ کی آبادی، اصحابہ کرام نے جو جدید شہر آباد کرے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے،  
 بصرہ، انحریبہ ایک غیر آباد مقام تھا جہاں اکل و شرب کا کافی سامان موجود تھا اور ان حضرت  
 عتبہ بن غزوہ ان آئے تو اوس کو فوجی ضروریات کے لئے موزوں خیال کیا اور حضرت عمرؓ سے  
 اوس کے آباد کرنے کی اجازت طلب کی اور انھوں نے زمین کے نقشہ اور موقع محل سے  
 اطلاع دی تو حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند فرمایا اور ان کو اوس کے آباد کرنے کی  
 اجازت دی،

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ کو خود آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ  
 روانہ کیا بہر حال عتبہ نے زسل کے مکانات بنوائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی، سرکاری  
 کاموں کے لئے قید خانہ، دارالامارہ، اور دفتر بھی زسل ہی کے تعمیر کروائے، ایک دن یہاں  
 یہ حال رہا کہ جب لوگ جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے تو زسل کو گرا کر ڈھیر لگا دیتے تھے  
 پھر جب لوٹتے تھے تو اوس کو مکان کی صورت میں ترتیب دے لیتے تھے، اس کے بعد لوگوں نے  
 الگ الگ مکانات بنوائے اور حضرت ابو موسیٰ اشعرمیؓ نے مسجد اور دارالامارہ کو کچی مٹی  
 سے تعمیر کروایا، امیر معاویہؓ کے زمانے میں زیاد نے مسجد میں بہت کچھ اصلاح اور  
 اضافہ کیا،

کوئٹہ، مدائن فتح ہوا تو وہاں مسلمان آباد ہو گئے، اور مسجد میں تعمیر کر لیں لیکن آب و ہوا  
 ناموافق آئی تو حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی اور انھوں نے

لکھا کہ لوگ دوسری جگہ آباد کر ائے جائیں کوئٹہ کی زمین جس کو اہل عرب خذ العذرہ یعنی عارض محبوب کہتے تھے اس غرض کے لئے انتخاب کی گئی اور چالیس ہزار آدمیوں کے رہنے کے لئے مکانات بنوائے گئے جن میں مین کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمی تھے عمارتیں اول اول نزل کی بنیں تھیں لیکن ایک بار آتش زنی ہوئی تو حضرت عمرؓ کی اجازت سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں تیار ہوئیں،

مسجد جامع کے علاوہ ہر قبیلے کے لئے الگ الگ مسجدیں تعمیر ہوئیں،  
حضرت مغیرہ بن شعبہ اور زیادہ کے زمانے میں بھی کوئٹہ کی آبادی میں بعض تغیرات کر گئے،

فسطاط اسکندریہ فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے وہاں مسلمانوں کو آباد کرنا چاہا لیکن چونکہ اسکندریہ کے پنج مین دریائے نیل حائل تھا جس کو حضرت عمرؓ ناپسند فرماتے تھے اسلئے اوھون نے اجازت نہیں دی،

حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ کی فتح کے لئے روانہ ہوئے تھے تو خیمہ کو خالی چھوڑ گئے تھے جو اسی طرح کھڑا رہا وہ پلٹ کر اسی خیمہ میں اترے اور وہیں شہر کی بنیاد ڈالی اسی مناسبت کے لحاظ سے اس کا نام فسطاط پڑ گیا جس کے معنی خیمے کے ہیں،

قبائل میں باہم جگہ کے انتخاب میں نزاع واقع ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے معاویہ بن خدیج، شریک بن سمی، عمرو بن مخرم اور جبریل بن ناسرہ مغافری کو متعین کیا کہ

لے کوئٹہ کی آبادی کا حال صحیح البلدان، نوح البلدان اور طبری میں تفصیل مذکور ہے،



ہر قبیلے کو مناسب مقامات پر آباد کر لینے تمام قبائل نے دریا اور قلعے کے سامنے مویشیوں کیلئے  
 کچھ خالی زمینیں چھوڑ دی تھیں لیکن امیر معاویہ کے عہد میں وہاں بھی مکانات تعمیر ہو گئے،  
 موصل، یہ شہر اگرچہ پہلے سے آباد تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں حضرت ہرثمہ بن عوفؓ  
 نے ایک قلعہ، عیسائیوں کے چند گرجے، اور اون گرجوں کے متصل کے چند مکان اور یہودیوں  
 کے ایک محلے کو ملا کر ایک مستقل شہر آباد کیا اور وہاں ایک مسجد جامع بھی تعمیر کروائی،  
 حیرہ، حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ سے واپس آئے تو اس خیال سے کہ دشمن کہیں  
 دریا کی راہ سے چڑھ نہ آئے اس مقام پر قوڑی سی فوج متعین کر دی جس میں قبائل ہیر  
 ہمدان، آل رعیہ، ارد بن حجر، اور حبشہ کے لوگ شامل تھے لیکن جب اس دن ان تمام  
 ہو گیا تو اونھوں نے ان قبائل کو بلا کر قسطنطین آباد کرنا چاہا مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا  
 حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی تو اونھوں نے کہا کہ اچھا انکے  
 لئے ایک قلعہ بنا دیا جائے، ان لوگوں نے اس کو بھی ناپسند کیا، اور کہا کہ ہمارا قلعہ خود  
 ہماری تلوار ہی، انہی لوگوں کی مجموعی آبادی سے حیرہ نے ایک مختصر شہر کی صورت اختیار  
 کر لی، پہلے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ آباد ہوا تھا، اسلئے بیچ بیچ میں زمین خالی  
 تھی لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب کثرت سے اہل عرب یہاں آئے تو ہر قبیلہ  
 نے اپنے قبیلے کے آدمیوں کو اپنی طرف کھینچا اس وجہ سے یہ خالی مقامات بھی آباد ہو گئے،  
 اردبیل، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں حضرت اشعث بن قیسؓ والی آذربائیجان

اس شہر کو آباد کیا اور بہت سے عرب لاکر یہاں بسائے اور ایک مسجد بھی تعمیر کی۔  
 رُغش | حضرت امیر معاویہ نے فوج کے لئے اس شہر کو آباد کر لیا اور یزید کے زمانے تک  
 آباد رہا یزید کی موت کے بعد رومیوں نے پیغم غارتگری شروع کی تو یہاں کے باشندے  
 اُچڑ کر دوسرے دوسرے مقامات پر آباد ہو گئے،

قیردان | حضرت امیر معاویہ کے عہد میں سب سے بڑا شہر جو آباد ہوا وہ یہی تھا اس کی آبادی  
 کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے معاویہ بن خدیج کنذی کو معزول کر کے عقبہ بن نافع  
 فہری کو افریقہ کا گورنر مقرر فرمایا تو اونھوں نے ایک فوج گران کے ساتھ حملہ کر کے افریقہ  
 کے تمام بڑے بڑے شہر فتح کر لئے اور یہاں سے لیکر افریقہ تک اسلام پھیل گیا اس موقع پر  
 حضرت عقبہ نے اپنے تمام رزقاء کو جمع کر کے کہا کہ یہ لوگ مسلمان تو ہو جاتے ہیں لیکن جب  
 مسلمان یہاں سے واپس جاتے ہیں تو پھر متد ہو جاتے ہیں اسلئے میری رائے یہ ہے کہ میں  
 یہاں مسلمانوں کا ایک شہر آباد کروں گوگون نے اون کی رائے کو پسند کیا تو اونھوں نے سب سے  
 پہلے دارالامارہ کی بنیاد ڈالی اور لوگون نے اس کے گرد مکانات بنوائے اونھوں نے ایک  
 جامع مسجد بھی تعمیر کروائی اور اس کے علاوہ اور اور مسجدیں بھی تعمیر ہوئیں،

حضرت امیر معاویہ نے اور بھی بعض شہر آباد کرائے مثلاً جزیرہ قبرس فتح ہوا تو  
 وہاں مسجدیں تعمیر کرائیں، عرب کو لاکر بسایا اور ایک شہر آباد کیا جس کو یزید نے دیران  
 کر دیا،

## تغزیر و حدود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگرچہ بعض صحابہ پولیس کی خدمت پر مامور تھے تاہم اوس وقت تک پولیس کا کوئی محکمہ قائم نہیں ہوا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اس پر صرن اسقدر اضافہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پہرہ داری کی خدمت پر مامور فرمایا، اور بعض جرائم کی سزائیں متعین کر دیں، مثلاً حد نحر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل نہایت مختلف تھا، ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں ایک شرابی کو پکڑ کر لائے، تو آپ نے تمام صحابہ کو حکم دیا کہ مارتے جاؤ، سب نے جوتے ڈنڈے اور کھجور کی شاخوں سے مارنا شروع کیا، اخیر میں آپ نے اوس کے منہ میں خاک جھونک دی،

لیکن ابو داؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شرابی جھومتا ہوا جا رہا تھا صحابہ کرام نے اوس کو آپ کی خدمت میں حاضر کرنا چاہا، وہ حضرت عباسؓ کے دروازے کے سامنے آیا تو اودن سے لپٹ گیا، اور بھاگ نکلا، آپ کو خبر ہوئی تو ہنس پڑے اور کوئی سزا نہیں دی،

۱۔ ابو داؤد کتاب الحدود باب اذا متاع فی شرب الخمر۔ ۲۔ ابو داؤد کتاب الحدود باب الخمر،

صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ایک شرابی کو انجیر کی چھڑی سے ۴۰ ضرب کی سزا دی، اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں اسی کو لڑائی کر دیا، اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا، حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بعض جدید جرایم بھی پیدا ہوئے، مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ نے اون کو لکھا کہ خوالی مدینہ میں ایک شخص..... میں مبتلا ہے، چونکہ اہل عرب کے لئے یہ ایک جدید جرم تھا، اسلئے حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے جلائے کی رائے دی اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کیا، تعزیر و حدود کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا، لیکن حضرت عمرؓ نے پولیس کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا، اور اس صیغہ میں متعدد چیزیں ایجاد فرمائیں، مثلاً،

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک جلیانے کی کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے جلیانے بنوائے، اول اول مکہ معظمہ میں حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جلیخانہ بنوایا، پھر اور اضلاع میں جلیخانے بنوائے، چنانچہ کوفہ کا جلیخانہ نزل سے بنا تھا، معن بن زائدہ نے بیت المال سے

مسلم کتاب الحد و باب حد الخمر ع ابو داود کتاب الحد و باب اذا شارب فی شرب الخمر، لیکن بخاری کتاب الحد و بین حد و حد  
وہ اس کے باطل مخالف ہے اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انوفی بالشارب علی عهد رسول اللہ صلعم و اسوة  
ابی بکر و صدرا من خلافة عمر فتقوم الیہ بایدینا و نعالنا ع الترغیب والترہیب جلد ۶ صفحہ ۱۱۶  
الترغیب من اللواط لبند جدید ع مغریزی جلد ۶ صفحہ ۱۰۸

کچھ روپیہ کا غبن کیا تو ادن کو اسی جیلخانہ میں قید کیا گیا،

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک کسی کو سولی کی سزا نہیں دی گئی تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے بعض اشخاص کو سولی کی سزا دی چنانچہ حضرت ام ورتہ بنت نوفلؓ کو ادن کے غلاموں نے قتل کر ڈالا، تو حضرت عمرؓ نے اون کو سولی کا حکم دیا، اور یہ پہلی سولی تھی جو مدینہ میں دی گئی، ایک ذمی نے بحیر ایک مسلمان عورت کی آبروریزی کی، تو اس کو بھی سولی کی سزا دی اور فرمایا کہ ہم نے اس پر کوئی سزا پہ نہیں کیا ہے،

(۳) مجرمین کی گرفتاری کے لئے اعلان داشتہ را دیا، چنانچہ جن غلاموں نے حضرت ام ورتہؓ کو شہید کیا تھا وہ اعلان داشتہ رہی کہ درعیہ سے گرفتار ہو کر آئے تھے، (۴) تعزیر و حدود کے لئے اشخاص متعین کئے جو مجرمین کو سزا دیتے تھے، اصحاب میں سے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو اقامت حدود کی خدمت پر مامور کیا تھا،

(۵) جلا وطنی کی سزا اگرچہ اسلام میں کوئی جدید سزا نہ تھی، تاہم حضرت عمرؓ کے عہد میں اس پر اس کثرت سے عمل ہوا کہ گویا وہ ادن کی اولیات میں قرار پائی، لیکن ایک بار جب انھوں نے ایک شخص کو جلا وطن کیا اور وہ شام میں جا کر عیسائی ہو گیا، تو اس وقت سے جلا وطنی کی سزا موقوف کر دی،

(۶) بعض سزائیں سخت کر دیں، مثلاً حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں شراب پینے کی

۱۔ فتح البلدان صفحہ ۳۶۸، ۳۶۹ اور کتاب الصلوٰۃ باب انتہا النساء، ۲۔ کتاب الخراج صفحہ ۱۰، ۱۱، ۳۔ اصحاب تذکرہ  
عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی مبارک، ۴۔ بخاری کتاب الخراج میں بران عمر بن خطابؓ غرض ثم لم تزل تکلم لسنہ،

سزا ۴۰ درے تھی، ادن کے زمانے میں شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو انھوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے استی درے کر ڈٹے،

(۷) احتساب کے متعلق جو کام ہیں، مثلاً کوئی شخص بیع و شراہین خدع و فریب نہ کرے، شراب علانیہ بکنے نہ پائے، کوئی شخص شرک پر مکان وغیرہ نہ بنوانے پائے، ادنیٰ جرت خاص طور پر توجہ کی، اگرچہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ انھوں نے احتساب کا کوئی مستقل صیغہ قائم کیا تھا، تاہم یہ صحیح طور پر معلوم ہے کہ انھوں نے اس کام کے لئے افسر متعین کئے تھے، موطائے امام مالک میں ہے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عتبہؓ کو بازار کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تھا، اور حضرت سائب بن یزیدؓ کو اونکادو گار بنایا تھا، ان کے علاوہ اور بھی متعدد اہلکار تھے، جو ناجائز تجارت کی روک ٹوک کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں یہ محکمہ اسی حالت میں قائم رہا، لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں زیاد نے اس صیغہ کو نہایت ترقی دی اس نے چار ہزار آدمی پولیس میں بھرتی کئے، جن کے افسر عبداللہ بن حصن تھے، پانچ سو آدمی خاص طور پر مسجد کا پہرا دیتے تھے اور وہاں سے کبھی نہیں ملتے تھے اس انتظام کا مقصد کچھ ہی کیون نہوا، تاہم اس کی وجہ سے ملک کے امن و امان میں اتنا تغیر نہ آیا، ترقی ہوئی کہ کوئی شخص اگر راستے میں کوئی گری پڑی چیز پا جاتا تھا، تو لا کر براہ راست اس کے مالک کے حوالے کرتا تھا، زیاد خود کہتا تھا، کہ اگر کوئی اور خراسان کے درمیان ایک سی بھی ملے مسلم کتاب احمد و باب الحدیث، موطائے امام مالک کتاب البیوع، موطائے امام محمد باب الشراکۃ فی البیوع،

گم ہو جائے تو جھکواؤ اس کے لینے والے کے نام کی خبر ہو جائیگی۔ ایک دن اوس نے ایک گھر میں گھسنے کی آواز سنی پوچھا تو معلوم ہوا کہ لوگ پہرہ دے رہے ہیں، بولا اس کی ضرورت نہیں، اگر کوئی مال چوری جائیگا تو میں اوس کا ضامن ہوں۔“

اس کے زمانے میں عشاقی تازکے بعد اگر کوئی شخص گھر سے نکلتا تھا تو قتل کر دیا جاتا تھا،

حضرت امیر معاویہؓ نے اس حکم میں ایک جدید ایجاد یہ کی کہ مشتبہ چال چلن کے لوگوں کی جانچ پڑتال کر دائی، اور اون کے نام لکھوائے چنانچہ انھوں نے دمشق میں حضرت ابوالدرداءؓ کے نام حکم بھیجا تھا کہ وہ ان کے بد معاشوں کے نام لکھ بیٹھو، صحابہ کرام کے عہد خلافت میں پولیس کے حکم میں عہدہ عہد جو ترقیان ہوئیں یہ اوس کی سادہ تاریخ ہے، اب ہم کو اس پر اخلاقی اور مذہبی حیثیت سے نگاہ ڈالنی چاہیے کیونکہ صحابہ کرام کے دور خلافت کا طغراسے امتیاز صرف سیاست نہیں، بلکہ اخلاق و تدبیر ہے،

پولیس کا حکم اخلاقی اور مذہبی روح کی سب سے بڑی قربانگاہ ہے، لیکن صحابہ کرام نے اپنے دور خلافت میں اوس کو اخلاقی اور مذہبی روح کی سب سے بڑی قربانگاہ بنادیا تھا اور جہان کہیں سیاست اور اخلاق میں باہم تصادم ہوتا تھا وہاں اخلاق کو سیاست پر مقدم رکھتے تھے، ایک بار ایک مجرم نے حضرت عمرؓ کے

سامنے اقرار کیا کہ اوس نے اپنی بی بی کے ساتھ ایک شخص کو ملوث پایا، اسلئے دونوں کو  
 قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ قصاص لیا جائے، لیکن مخفی طور پر یہ ایت  
 کی کہ دیت لیکر مجرم کو چھوڑ دیا جائے،

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور پر تجسس کی ممانعت فرمائی ہے،

لَا تَجَسَّوْا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا  
 عیوب کی جستجو میں نہ رہو، اور تم میں ایک دوسرے  
 کی غیبت نہ کرے،

بالخصوص امراء و اعمال کے لئے تو حدیث شریف میں خاص طور پر تجسس کی ممانعت  
 آئی ہے،

قَالَ اِنْ كَلَامِي رَا ذَا مَبْتَغِي الرِّبَا  
 امیر اگر لوگوں کی برائیوں کی جستجو کرے گا،  
 فِي النَّاسِ اَفْسَدُ هُمْ

ہمارے زمانے میں اگر اسپر عمل کیا جائے تو دفعۃً پولیس کا نظام درہم برہم ہو جائے  
 لیکن صحابہ کرام کے عہد میں حدود و افتد سے آگے کیونکر قدم بڑھایا جاسکتا تھا؟ اس لئے  
 انھوں نے پولیس کے فرائض بھی انجام دیئے اور اس آیت پر بھی عمل کیا،

ایک بار نوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں ایک شرابی کو کھڑے لائے  
 اور کہا کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے، بولے ہم کو تجسس کی ممانعت کی گئی ہے  
 ہم صرف ظاہری باتوں پر وارد گیر کرتے ہیں،

سلطنت ابوالفتح ابن سعد تذکرہ ہالی بن حرام، سلطہ ابوداؤد کتاب الادب باب فی النہی عن التجسس، سلطہ ابوداؤد  
 کتاب الادب باب فی النہی عن التجسس،



حضرت ابو محجن ثقفی شراب کے سخت عادی تھے، ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور اون کو محسوس ہوا کہ اونھوں نے شراب پی، لوگوں سے کہا ان کا مولہ تو سو گھو، لیکن سب نے کہا یہ تجسس ہے، آپ کو اس کی ممانعت کی گئی ہے، حضرت عمرؓ فوراً رُک گئے،

ایک بار حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ رات کو پہرہ دینے نکلے، ایک جگہ چراغ کی روشنی نظر آئی، پاس جا کر دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ بند ہے، اور اندر لوگ شور و شب کر رہے ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے فرمایا کہ یہ لوگ شراب پی رہے ہیں، تمہاری کیا رائے ہے؟ بولے اللہ تعالیٰ نے ہم کو تجسس کی ممانعت فرمائی اسلئے وہاں سے فوراً واپس آئے۔

ایک بار حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پرائیوٹ سکرٹری نے اُسے کہا کہ میری بیوی شراب پیتے ہیں، میں نے اون کو منع کیا، لیکن نہیں مانتے، اب میں پولیس کو بلاؤں گا بولے جانے بھی دو، رسول اللہ صلم نے فرمایا ہے جو لوگ عیوب پر پردہ ڈالتے ہیں وہ گویا زندہ درگور لڑکی کو جلا لیتے ہیں،

پولیس مجھ جرائم کا اقرار کر داتی ہے، لیکن صحابہ کرام کے سامنے لوگ خود جرائم کا اقرار کرتے تھے، اور وہ اون سے انکار کر داتے تھے، ایک بار ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آکر کہا کہ میں نے چوری کی ہے، اونھوں نے پہلی بار

۱۔ اصابت مذکرہ ابو محجن ثقفی، ۲۔ اصابت مذکرہ رعبہ بن امیہ، ۳۔ ابو داؤد کتاب الادب باب فی السر علی المسلم

ڈانٹا، دوسری بار اوس نے پھر اقرار کیا، تو بولے تم نے خود اپنے اوپر کامل شہادت دیدی، ایک بار ایک عورت نے حضرت عمرؓ کے سامنے چار بار زنا کا اقرار کیا تو بولے اگر وہ انکار کر دیتی تو ہم اوس پر حد نہ جاری کرتے۔

پولیس کا حکم عفو و درگزر کا نہ تھا، لیکن صحابہ کرام اکثر مجرمین سے عفو و درگزر فرماتے تھے، حضرت عمرؓ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت سخت تھے، لیکن ایک بار حضرت حاطبؓ کے غلاموں نے کسی کی اوٹنی چرائی اور اوس کو ذبح کر ڈالا، حضرت عمرؓ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا تو اوہ خون نے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، پھر فرمایا یہ بھوکن مرجائیں گے، اسلئے اس کا تادان دلوادیتا ہوں، اوٹنی کے مالک سے پوچھا کہ اوکی قیمت کیا تھی؟ اوس نے کہا چار سو درہم ملتے تھے، مگر میں نہیں فروخت کرتا تھا، حضرت عمرؓ نے آٹھ سو درہم دلو کر غلاموں کو رہا کر دیا،

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اگر ذرا سا بھی حیلہ پا جاتے تھے، تو سزا نہیں دیتے تھے، بیت المال اگرچہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری اور حفاظت میں رہتا ہے، تاہم چونکہ وہ مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے اسلئے اوس میں بہر حال یہ احتمال قائم رہتا ہے کہ اگر اوس میں کسی نے تصرف کیا ہوگا تو اپنا حق سمجھ کر کیا ہوگا، اس بنا پر جب کو نہ کے بیت المال میں چوری ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے مجرم کا ہاتھ نہیں کاٹا، غلام اور آقا کے مال میں بھی یہی اشتباہ قائم رہتا ہے، اسلئے جب اون کے سامنے ایک شخص نے اپنے غلام کو

۱۔ کتاب الخراج للفاہی ابی یوسف صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴ موطاے امام مالک کتاب الاتفیع باب القضاء فی الفواری  
داخلیہ، ۲۔ کتاب الخراج للفاہی ابی یوسف صفحہ ۱۰۴

پیش کیا کہ اس نے میری بی بی کا آئینہ چمکایا ہے، جس کی قیمت ۶۰ درہم تھی تو حضرت عمرؓ نے اس کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ تمہارا غلام تھا اور تمہارا ہی مال چرایا،

عام الرادہ میں جب تمام عرب سخت سخت میں مبتلا تھا، تو عام حکم دیا تھا کہ کسی چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں، لیکن باوجود اس عفو و درگزر کے جب جرم ثابت ہو جاتا تھا اور تمام جیلوں کی رگ کٹ جاتی تھی، تو کوئی چیز صحابہ کرام کو اتنا مست حد و ستے باز نہیں رکھ سکتی تھی، ان معاملات میں انسان فطرۃً ذاتی تعلقات سے متاثر ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام کی اخلاقی طاقت نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے اس سنگ گران کو بالکل ہٹا دیا تھا، ولیدہ حضرت عثمانؓ کے بھائی اور کوفہ کے گورنر تھے، اونھوں نے ایک بار شراب پی اور تحقیقات کرنے پر جرم ثابت ہوا تو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اون کو انشی کوڑے لگائیں،

حضرت قدامہ بن مظعونؓ بڑے رتبے کے صحابی اور حضرت عمرؓ کے سالے تھے، اونھوں نے شراب پی تو حضرت عمرؓ نے اون پر حد جاری کرنی چاہی، تمام صحابہ نے اس کی مخالفت کی تو اونھوں نے فرمایا،

لَا يُلْقِي اللَّهُ تَحْتَ السَّيَاطِلِ أَحَبَّ

اَكْرَدُ كَوْزِدُنْ كَيْ نِيْجِيْ مَرْجَائِيْنَ تَوِيْجِيْ كُوَارَايْ

اَلَا اِنَّ الْقَاهِ وَهُوَ فِي عَنَقِيْ اَمْتُوْنِيْ

لیکن یہ گوارا نہیں کہ میں خدا سے ملوں اور اس کی

ذمہ داری میری گردن پر ہو، لاؤ مضبوط کوڑا،

(بیوقوف تام،

سلاطین و امراء کے کتاب محدود باب الاطع فیہ، سلاطین غازی کتاب المناقب فضائل عثمانؓ، التوحید انس حدیث میں شراب نوشی کی تصریح نہیں ہے، لیکن حواشی میں تصریح ہے، سلاطین الغابہ تذکرہ حضرت قدامہ بن مظعونؓ،

یہود نے اقامت حدود میں رذیل شریعت کے درمیان سخت ناگواری تفریق قائم کر رکھی تھی لیکن صحابہ کرام نے اس میں ہمیشہ عزیز و ذلیل کو برابر سمجھا، صحابہ کرام میں سب سے زیادہ معزز خود خلیفہ وقت تھا، لیکن اگر اوس سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تھا تو رعایا کا ہر فرد اوس کی پیٹھ پر کوڑا مار سکتا تھا، ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے اعلان فرمایا کہ میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا، سب لوگ آمین مگر ہمارے پاس کوئی بلا اجازت نہ آئے۔ لیکن ایک بدو ہاتھ میں ہمارے لئے ہوئے آیا اور بلا اجازت اون کے پاس چلا گیا، اونھوں نے اوسے ہمارے اوسے مارا، جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے، تو اوس کو بلایا، اور کہا کہ اسی ہمارے اپنا قصاص لو، حضرت عمرؓ نے کہانیہ سنت نہ قائم کیجئے، بونے قیامت میں خدا کو کیا جواب دینگا،

ایک بار حضرت عمرؓ مور خلافت میں مشغول تھے، ایک شخص فریاد لیکر آیا، اونھوں نے غصے میں اوس پر کوڑا اوٹھایا، وہ ناراض ہو کر چلا تو خود بلا کر اوس کے سامنے اپنا کوڑا ڈال دیا اور کہا کہ مجھ سے قصاص لے۔

خلیفہ کے بعد امرا و عمال کا درجہ تھا، اون کی نسبت حضرت عمرؓ نے عام اعلان فرمایا تھا،  
 انی لما بعثت علی لیضربوا البشاکم  
 ولا یأخذوا امواکم فمن فعل به  
 ذلک فلیرقعه الی اقصی صمدہ،  
 میں نے اپنے عمال کو اسلئے بھیجا کہ وہ لوگوں کو  
 ماریں مٹیں، یا بچاؤں کا مال لے لیں، اگر کسی کے ساتھ  
 ایسا کیا جائے تو وہ مجھ سے استفادہ کرے میں، و سکا قصاص دینگا

یہ صرت اعلان نہ تھا، بلکہ اس پر عمل بھی ہوتا تھا، چنانچہ جب یہ اعلان ہوا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ کے عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں، فرمایا تم بھی سو کوڑے مارنا چاہتے ہو، اٹھو اور مارو، حضرت عمرو بن العاصؓ پر یہ واقعہ نہایت گراں گذرا اور بولے کہ اگر یہ طریقہ جاری ہوا تو عمال کو سخت ناگوار ہوگا اور آئندہ کے لئے عام شاہراہ قائم ہو جائیگی، لیکن انھوں نے کہا کہ اس سے کیونکر اغراض کیا جاسکتا ہے، جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے قصاص کے لئے پیش کرتے تھے، بالآخر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اوس کو دو سو دینار دیکر راضی کیا،

غیر توین جب حلقہ اسلام میں داخل ہوتی تھیں تو عدم تعود کی بنا پر ان کو اس سادات پر سخت تعجب اور تعجب کے ساتھ ناگوار می ہوتی تھی، جبکہ بن اہم نسائی شام کا ایک رئیس تھا، جو مسلمان ہو گیا تھا، اوس نے ایک بار کسی شخص کی آنکھ پر تھپڑ مارا، حضرت عمرؓ نے اوس سے قصاص لینا چاہا تو اوس نے کہا، کیا اوس کی آنکھ اور میری آنکھ برابر ہے؟ میں اوس ملک میں رہنا پسند نہ کروں گا جہاں مجھ کو بھی کوئی دبا سکتا ہے، چنانچہ مرتد ہو کر روم کی طرف بھاگ نکلا،



## ذمی رعایا کے حقوق

تصعب کی انتہا تو یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ سرے سے تعلقات ہی نہ رکھے جائیں لیکن تصعب کی اس سے بھی زیادہ بدناماؤر کلیف دہ شکل یہ ہے کہ غیر قوموں کے ساتھ تعلقات تو قائم کئے جائیں لیکن ان تعلقات کو نہایت ذلیل اور بیہودہ طریقے پر قائم رکھا جائے، صحابہ کرام کے عہد تک تاریخ نے صرف یہی دو قسم کی مثال قائم کی تھی، لیکن صحابہ کرام نے غیر قوموں کے ساتھ ہر قسم کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی تعلقات قائم کئے اور ان کو اس بے تصعبی کے ساتھ نبایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، مذہبی تعلقات، مذہبی حیثیت سے قرآن مجید نے اگرچہ صحابہ کرام کو اور مذاہب کی کتابوں سے بے نیاز کر دیا تھا، تاہم متعدد صحابہ تھے جنہوں نے قرآن مجید کی طرح تورات اور انجیل کو پڑھا تھا، چنانچہ علامہ ذہبی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے حال میں لکھتے ہیں،

وكان اصحاب جملة من كتب اهل الكتاب	اونہوں نے اہل کتاب کی تمام کتابیں حاصل کی تھیں بالخصوص
واحد من النضر فیه وادای فیہا عجائب وکاف	اور ان کا مطالعہ کیا تھا اور ان میں اور ان کو عجائبات نظر آئے
فاخذوا ما قرء القرآن والکتاب لم یقتلوا	تھے وہ عالم فاضل تھے اور قرآن کو اور اہل کتاب کو کوڑا نہیں مارا تھا

سہ اسد الغابہ مذکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

مسند ارمی میں ہے کہ حضرت عمرؓ توراہ کا ایک نسخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور کھول کر پڑھنے لگے، اسد الغابہ میں ہے کہ توراہ کا یہ نسخہ اون کے ایک یہودی دوست نے جو بنو قریظہ کا تھا اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا،

صحیح بخاری میں ہے کہ اہل کتاب عبرانی میں توراہ کو پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کے سامنے عربی میں اوس کی تفسیر کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب، بلکہ یہ کہو کہ ہم خدا پر اور اوس کی کتاب پر جو ہم پر اور نیز اوس کی کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی ایمان لائے،

حضرت زید بن ثابتؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عبرانی زبان سیکھی تھی، اور اوس میں خط و کتابت کرتے تھے،

اسلام میں مذہبی حیثیت سے یہ حکم ہے کہ اگر جنازہ سامنے سے گذرے تو کھڑے ہو جانا چاہئے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کیساتھ مخصوص ہے لیکن ایک بار تقابلیں ایک ذمی کا جنازہ گذرا تو حضرت سہل بن حنیف اور قیس بن سعد فوراً کھڑے ہو گئے، ایک شخص نے ٹوکا کہ یہ تو ذمی کا جنازہ ہے بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی یہی واقعہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا آخر وہ بھی تو ایک جان ہے،

ان تمام مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے مذہبی حیثیت سے غیر قوموں کے ساتھ کسی قسم کا تعصب جائز نہیں رکھا،

مسند ارمی صفحہ ۱۱۴، اسد الغابہ ۱۲۰ کہ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اسی مسئلہ بخاری باب ۱۱۴ میں تفسیر التورہ و کتاب اللہ العربیہ کتاب ۱۱۴، مسند بخاری کتاب الاحکام باب ترجمہ الکلام، مسند بخاری کتاب جنازہ باب لقیام جنازہ اہل الشریک بخاری کتاب جنازہ،

توئی تعلقات | تمدنی حیثیت سے صحابہ کرام کے زمانے میں اگرچہ مسلمان اور غیر قوموں میں کوئی  
 فرق و امتیاز موجود نہ تھا، صحابہ کرام یہودیوں سے فرض لیتے تھے اور ان سے بیع و شراء کرتے تھے  
 اور ان سے ہر قسم کے معاملات رکھتے تھے لیکن ان تعلقات سے بالاتر ایک چیز حسن معاشرت  
 جو تمدن کی روح ہے اور صرف اسی سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ تعلقات خلوص پر مبنی تھے  
 یا غرضانہ نفاق پر، لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مذہبی عقائد و اعمال کو الگ کر دیا  
 جائے تو صحابہ کرام کے غیر متعصبانہ طرز عمل نے مسلمانوں اور غیر قوموں کو ہر حیثیت سے ایک کر دیا تھا  
 حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا ایک بار انھوں نے  
 ایک بکری ذبح کی تو گھردالوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت دینے  
 بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو جبریلؑ نے ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرنے کی  
 اس سنت سے وصیت کی کہ میں نے سمجھا کہ اسکو شریک وراثت بنا دینگے،  
 ایک بار ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کوئی چیز مانگی، انھوں نے  
 بخشی دی اور اس نے اس کے بدلے ادن کو دے دی،

سیاسی تعلقات | غیر قوموں کے ساتھ سیاسی تعلقات کی ابتدا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک  
 میں ہوئی چنانچہ جیسا کہ خبر فتح ہوا تو آپ نے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے ذریعہ سے زراعت کا  
 معاملہ بٹائی پڑے ہو گیا، اس معاہدہ کے رو سے جب فصل تیار ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ  
 بن رواحہؓ کو بھیجا کہ پیداوار تقسیم کرالائیں، انھوں نے پیداوار کے دو حصے لگائے اور کہا کہ

سلہ الوداد و کتاب الادب باب فی حق الجوار، سلہ لسانی کتاب الجنائز باب التودد من عذاب القبر،



اگر تم چاہو تو یہ تمہارا حق، ورنہ میرا، لیکن یہود اس سے زیادہ طالب رعایت تھے اسلئے انھوں نے عورتوں کے زیور جمع کئے اور اون کو بطور رشوت کے دینا چاہا، ایک متدین مذہبی شخص کی یہ سب سے بڑی توہین تھی، لیکن بائیمہ انھوں نے کہا کہ اسے گروہ یہود! تم میرے نزدیک بغرض ترین مخلوق ہو لیکن بغض جھگڑا اور نا انصافی پر آمادہ نہیں کر سکتا باقی یہ رشوت تو در حرام ہے اور ہم حرام مال نہیں کھا سکتے، یہودیوں پر اس کا یہ اثر پڑا کہ میا ختہ پیچ اوٹھے کہ اسان وزمین اسی عدل و انصاف کے بل پر قائم ہیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر ان کے عیسائیوں سے ایک معاہدہ صلح کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے،

علی ان لا یمدملہم بیعة ولا یخرجہم  
قس ولا یفتنوا عن دینہم مع ما لم یجدوا  
حدثا او یأکلوا لثما

اس شرط پر کہ ان کا کوئی گروہ نہ گرایا جائیگا اور ان کے ہاں  
جلا وطن نہ کیا جائیگا، ان کو ان کے مذہب پر گشتہ نہ کیا  
جائیگا جب تک کہ وہ کوئی فتنہ انگیزی نہ کریں یا سودہ نہ کریں

کتاب الخراج میں اس کے آخری الفاظ یہ ہیں،

علی اموالہم والفسہم وارضہم وملتہم  
وغائبہم وشاہدہم وعتیرتہم وبعیتہم  
وکل ما تحت ایدہم من قلیل وکثیر لا یغیر  
سقف من سقفنتہ ولا یراہی عن ہابنتہ ولا کاس

یہ معاہدہ ان کے مال، جان، زمین، مذہب، حاضر غائب  
قبیلہ، رجا غرض ہر حقہ زمی بہت چیز کی حفاظت پر جو ان کے  
قبضہ میں ہو شامل ہو کسی پادری کو کسی راجہ کو کسی  
کازن کو اس کے عہد سے الگ نہ کیا جائے گا

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس معاہدہ کی تجدید کی، اور اس کے ایک ایک

سطح کو طے امام الکتاب الساقیۃ ابو داؤد کتاب البیوع باب اجاز فی المساکات، مسند ابو داؤد کتاب الخراج باب ان  
اخذ الخیرۃ، سطح صفحہ ۲۰۱

حرم کو قائم رکھا،

اور ان کے زمانے میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالدؓ نے ایک اور معاہدہ کیا جس میں سب سے زیادہ قابل لحاظ شرط یہ تھی،

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابه افة  
من الاکات او کان غنيا فامتنقا وصارا  
اهل بنیه يتصدقون علیه طرحت  
جزیتہ وعین من بیت مال المسلمین عیالہ

جو بڑا شخص بیکار ہو جائیگا اس کا جسم اذیت ہو جائیگا، یا  
کوئی متول شخص اس قدر محتاج ہو جائیگا کہ اس کے ہم درجہ لوگوں کے  
مدد کرنے لگیں گے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائیگا اور اس کی  
اور اس کے اہل عیال کی کفالت بیت المال سے کی جائیگی،

حضرت خالدؓ نے اسی سلسلہ میں اور بھی متعدد معاہدے کئے اور ان معاہدوں کو حضرت  
ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے قائم رکھا ان معاہدوں میں اگرچہ باہم  
اختلاف ہو لیکن سب میں قدر مشترک یہ ہے،

لا یدم لهم مبیعة ولا کسبة وعلی ان یضربوا  
نوا قیسہم فی لے ساعة شادامن لیل ونهار الا  
اوقات الصلوة وعلی ان یخرجوا للصلوة فی ایام عیدہم

ان لوگوں کے گرجے نہ کرے جائینگے اور وہ رات دن  
میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجاسکیں گے اور اپنے  
تہوار کے دن صلیب نکالینگے،

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں بہ کثرت معاہدے ہوئے اور ان میں سب سے  
زیادہ مفصل سب سے زیادہ جامع، اور سب سے زیادہ فیاضانہ وہ معاہدہ ہے جو حضرت ابو عبیدہؓ  
نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ کیا اس معاہدے کے الفاظ یہ ہیں،

سے کتاب الخراج صفحہ ۸۵، سے کتاب الخراج صفحہ ۸۶،

واشترط علیہم عین دخلہا علی ان ترک  
 کنا لیسہم وبعیم علی ان لا یحدوا بناء  
 بیعة والکيسة وعلی ان علیہم امر شاد  
 الفضال وبناء القناطر علی الاٹھار من  
 اموالہم وان یضیفوا من صرہم من  
 المسلمین ثلاثہ ایام وعلی ان لا یشتوا  
 مسلماً ولا یضربوا ولا یفوعوا فی نادى <sup>سک</sup> ہل  
 صلیباً ولا یخزوا خنزیراً من منارہم الی القینۃ  
 المسلمین وان یوقدوا النیران للفرات فی سبیل <sup>للہ</sup>  
 ولا یدلوا مسلمین علی عورتہ ولا یضربوا نسہم قبل  
 اذان المسلمین لا فی وقت اذانہم ولا یخزوا لایات فی  
 یا عیلم ولا یلبسوا سلاحاً یومعید <sup>بیہم</sup> ولا یتخذوا فی  
 ان لوگون نے تمام شرطیں منظور کر لیں، صرف یہ درخواست کی کہ سال میں ایک بار  
 بغیر جھنڈیوں کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کی یہ درخواست  
 منظور کی،

تافسی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ نرمی اور یہ فیاضی اس لئے اختیار  
 کی تھی کہ اگر لوگون کو صلح کی ترغیب ہو، چنانچہ اس معاہدے کے بعد جب رومیوں سے جنگ لڑی

اور فتح کے بعد اطراف وحوالی کے تمام عیسائیوں نے صلح کر لی تو اون لوگوں نے ایک شرط پیش کی کہ جو رومی مسلمانوں کی جنگ کے لئے آئے تھے اور اب وہ عیسائیوں کے پناہ گزین ہیں اون کو امن دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال، اور مال و اسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں اور اون سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ شرط بھی منظور کر لی، اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان معاہدوں کی پابندی کی گئی یا نہیں؟ اور کی گئی تو کیونکر؟ اسلام میں معاہدے کی پابندی فرض ہے، اور اس میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں بلکہ خود معاہدہ کی اخلاقی عظمت کا یہی اقتضا ہے، اس بنا پر صحابہ کرام نے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اوکا پورا کرنا اور کا مذہبی فرض تھا چنانچہ شام کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے،

وامنع المسلمين من ظلمهم ولا ضرارهم  
والكل مواليهم ودف لهم بشرطهم الذي  
شرطت لهم في جميع ما اعطيتهم  
وفات کے وقت جو وصیت کی اس میں یہ الفاظ فرمائے،

واوصيه بآذمة الله وذمة رسوله ان  
يبنى لهم بعد هذا ان يقاتل من  
ولا تهمه ان لا يكلفوا فوق طاقتهم  
اور میں اپنے جانشین کو خدا اور خدا کے رسول کے ذمہ  
کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدے کو پورا کرے اور  
ان کی حیات میں ان سے اور ان کو تکلیف والا لطف نہ دے،

لے یہ معاہدہ اور یہ پوری تفصیل کتاب تاریخ صفحہ ۸۰ راہ میں ہوا، کتاب تاریخ صفحہ ۸۲، لے جاری کتاب تہذیب و تہذیب لیسویۃ الاتفاق علی کتاب

زمیون کے معاہدے کی پابندی کا جس قدر خیال رکھا جاتا تھا اوس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار ایک عیسائی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو گالیان دے رہا تھا حضرت غزنہؓ نے سنا تو اوس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اوس نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں استغاثہ کیا تو انھوں نے غزنہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہے حضرت غزنہؓ نے کہا انکو ذبا شد کیا ہم نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو علانیہ گالیان دین ہم نے صرف یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں جو چاہیں کہیں حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا یہ سچ ہے

خود زمیون کو اس پابندی معاہدہ کا اعتراف تھا، ایک بار حضرت عمرؓ کی جنتین زمیون کا ایک وفد آیا تو انھوں نے پوچھا کہ غالباً مسلمان تم لوگوں کو ستاتے ہوں گے؟ سب نے ہمزبان ہو کر کہا،

ما نعلم الا وفاء وحسن مملکتہ ہم پابندی عہد اور شرفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ لیکن صرف اسی قدر کافی نہیں، یہ جو کچھ ہے، قول ہے ہم عملاً دکھانا چاہتے ہیں کہ دیکھو جو جو حقوق دئے گئے اوکو عملاً پورا کیا گیا،

جان کی حفاظت، رعایا کے تمام حقوق میں سب سے مقدم چیز جان ہوا اور صحابہ کرام کے دور خلافت میں مسلمانوں اور زمیون کی جانیں یکساں عزیز تھیں، ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک یہودی قتل کر دیا گیا تو انھوں نے اس کو نہایت اہم واقعہ خیال کیا اور کہا کہ

اسد الثابت ذکرہ حضرت غزنہ بن حارثہ الکندی، طہ طبری صفحہ ۲۵۶۰

تیسرے دور خلافت میں انسانوں کا خون ہوگا میں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ جس کو اس کا حال معلوم ہو مجھے بتائے، حضرت بکر بن شاذانؓ نے کہا کہ اس کا قاتل میں ہوں بوسے (اشد اکبر) تم سے اس کا قصاص لیا جائیگا اپنی برائت ثابت کر سکتے ہو تو کرو انھوں نے کہا فلاں شخص شریک جہاد ہوا اور مجھ کو اپنے گھر کا محافظ بنا گیا میں اس غرض سے اس کے دروازے پر ایک روز آیا تو اس یہودی کو اس کے گھر میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا،

واشعت غرة الاسلام منى . خلوت بعمره ليل التمام

ایک پرانندہ شخص جس کو اسلام نے مجھ سے غافل کر دیا اور کل بی بی کے ساتھ میں نے شبِ غلوں میں برک

ابیت علی تراثها ویشی علی قود الاغنة والحزام

میں اوکی بی بی کے سینے پر شب بسر کرتا ہوں اور وہ گھر میں کل باگ کھینچنے پھر رہا ہے

اب حضرت عمرؓ نے اول کو رہا کر دیا،

ایک بار قیس بن ابی مرزبان کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ نے قاتل کو مقتول کے دربار کے حوالے کر دیا اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا،

حضرت عمرؓ کی شہادت کی نسبت شبہ تھا کہ یہ ایرانیوں کی سازش کا نتیجہ ہی اس خیال سے

حضرت عبید اللہ بن عمرؓ نے ہرمزان کو قتل کر دیا حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اس کے

قصاص میں اول کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ قتل اس وقت ہوا جب

کوئی غلیفہ نہیں مقرر ہوا تھا، اسلئے وہ بچ گئے، حضرت علیؓ کا دور خلافت آیا تو انھوں نے بھی

سلا اسد الغابہ ذکر حضرت بکر بن شاذانؓ،

ان سے قصاص لینا چاہا لیکن وہ بھاگ گئے،

ایک بار ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن مقتول کے بھائی آئے اور کہا کہ ہم نے معاف کر دیا اس پر فرمایا کہ تمہیں کسی قسم کی دھمکی دیکر تو معاف کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا، ذمیوں کی دیت بھی بالکل مسلمانوں کے برابر مقرر کی گئی تھی، دارقطنی میں ہے،

ان ابا جک وعمر کا نایحجلان دية الیهودی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ذمی یہودی اور عیسائی کی  
والنصافی اذا کان معاہدین دية الحر المسلم دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے،

اب اس سے زیادہ ذمیوں کی جان کا کیا احترام ہو سکتا ہے؟  
مال و جائیداد کی حفاظت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ ممالک مفتوحہ کی زمینیں غیر قوموں کے ہاتھ میں رہنے دی گئیں، اور اون کا خریدنا بھی مسلمانوں کے لئے ناجائز قرار دیا گیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اہل عرب کو زراعت سے بالکل روک دیا اور تمام فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیے کہ لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہیں اسلئے کوئی زراعت نہ کرنے پائے، مصر میں شریک غطفی نامی ایک شخص نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو حضرت عمرؓ نے اس سے سخت مواخذہ کیا اور کہا کہ میں تجھ کو ایسی سزا دوں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو،

عدالت میں جائیداد وغیرہ کے متعلق جو مقدمات دائر ہوتے تھے ان میں مسلمانوں کے

مقابل میں بے تکلف غیر قوموں کو ڈگری دی جاتی تھی ایک بار حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے یہودی ہی کے حق میں فیصلہ کیا، مذہبی آزادی، غیر قوموں کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے عیسائی غلام متیق کو دعوت اسلام دی اور اس نے انکار کیا تو فرمایا لا اکرہ فی الدین یعنی مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہے،

حضرت امیر معاویہؓ کے نام سے تمام شام لرزتا تھا لیکن جب اونھوں نے دمشق کی مسجد میں کینسہ یحنا کو شال کرنا چاہا اور عیسائیوں نے اس پر نارضا مندی ظاہر کی تو ادن کو مجبوراً اس کو چھوڑ دینا پڑا،

حضرت عمرؓ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو یہ شرط کی تھی کہ لایچڈ ٹوائنامہ بمعتر و لا کینسٹر، اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی آبادی میں نئے گرجے نہ بنائے جائیں، خود عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجا بنانے کی مانعت نہ تھی چنانچہ جب قسطنطین مصر میں عیسائیوں نے ایک نیا گرجا بنایا اور فوج نے اس کی مخالفت کی تو حضرت سلمہ بن مخدومؓ نے یہ استدلال کیا کہ یہ تمھاری آبادی سے باہر ہے اور اس پر تمام فوج نے سکوت اختیار کیا،

اردن رشید کے زمانہ خلافت میں مصر کے گورنر عامر بن عمرؓ نے جب عیسائیوں کو گرجوں کے بنانے کی عام اجازت دینا چاہی تو لویث ابن سعد اور عبید اللہ بن ابیہ سے مشورہ لیا، ان بزرگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ استدلال پیش کیا کہ مصر کے تمام گرجے صحابہ و تابعین



ہی کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں،

جزیرہ کے وصولی بن رعایت وزری، ان تمام حقوق کے مقابل میں مسلمانوں کو جزیرہ کی ایک خفیہ کی رقم ملتی تھی جو فوجی حفاظت کا معاوضہ تھی، لیکن صحابہ کرام اس معاوضہ کو بھی نہایت لطف و مراعات کے ساتھ وصول کرتے تھے چنانچہ جو لوگ نادار اور اپانج ہو جاتے تھے ان کا جزیرہ سے معاف ہو جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں حضرت خالدؓ نے حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط داخل تھی اور حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے زمانے میں عملاً قائم رکھا، چنانچہ ایک بار ادن کو چند جذامی عیسائی نظر آئے تو بیت المال سے ادن کا وظیفہ مقرر کر دیا،

ایک روز کسی بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اس کے جزیرہ کی رقم معاف کر دی اور عام حکم دیدیا کہ اس قسم کے تمام لوگوں کا جزیرہ معاف کر دیا جائے،

جن لوگوں سے جزیرہ وصول کیا جاتا تھا ادن پر بھی کسی قسم کی سختی روا نہیں رکھی جاتی تھی، ایک بار حضرت ہشام بن حکیمؓ نے حمص میں دیکھا کہ کچھ قیدی دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں، بولے یہ کیا ظلم ہے میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے،

ان الله يعذب بالذين يعذبون الناس في الدنيا

فداؤن لوگون کو عذاب ایگا جو دنیا میں لوگون کو عذاب دیتے ہیں

حضرت عمرؓ ہشام کے سفر سے واپس آ رہے تھے راستے میں دیکھا کہ کچھ لوگ دھوپ میں

سلاہ دلاہ مصر صفحہ ۱۳۲، سلاہ فوج البلدان صفحہ ۱۳۲، کتب الخراج صفحہ ۱۳۲، ابو داؤد کتب الخراج باب التثدی فی الجزیہ،

کھڑے کئے گئے ہیں اور ادن کے سر پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا ہے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ ناداری کی وجہ سے جس بصریہ نہیں دیتے فرمایا چھوڑ دو بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے،

لا تعذبوا الناس فان الذين يعذبون  
لو كنوا كعليك مذوكونكم جو لوگ لوگوں کو تکلیف دیتے  
الناس في الدنيا يعذبهم الله يوم القيامة  
ہیں خدا ادن کو قیامت میں تکلیف دیتا ہے،

ملی حقوق! رعایا کو سب سے بڑا حق جو حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اون کو ملکی انتظامات میں شریک کیا جائے اور صحابہ کرام کے زمانے میں غیر قوموں کو یہ حق حاصل تھا یعنی جن معاملات کا تعلق غیر قوموں کے ساتھ ہوتا تھا ادن میں ادن کی رائے مقدم خیال کی جاتی تھی چنانچہ عراق کا بندوبست ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہاں سے جو دوسری طلب کئے اور ادن سے انکذا اری کے متعلق رائے لی، غیر قوموں میں بہت سے لوگوں کو ملکی عہدے دئے گئے اور ذمہ داری کی خدمتیں ادن کے متعلق کی گئیں، ایک بار بہت سے عیسائی قیدی آئے تو حضرت عمرؓ نے بعض کو کتب میں داخل کر دیا اور بعض کے متعلق ایک ملکی کام کیا، اصحاب میں یہ کہ ابو زید نامی ایک عیسائی کو انھوں نے حامل بھی مقرر فرمایا تھا حضرت عثمانؓ نے بھی ایک عیسائی کو تعلیم دیکر اپنا بیٹنشی بنایا تھا، حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں سب سے زیادہ با اقتدار اور با اثر شخص ابن آثال نصرانی تھا جو ادن کا طبیب بھی تھا مترجم بھی تھا، اور محض کا کلٹر بھی تھا،

آزادی تجارت، اصحابہ کرام کے فیاضانہ طرز عمل نے کبھی غیر قوموں کی تجارتی آزادی میں خلل نہیں ڈالا بلکہ اس کو اور ترقی دی چنانچہ شام کے نبطی جو روغن زیتون اور گھیوں کی تجارت

۱۔ کتاب الخراج صفحہ ۱۱، ۲۔ کتاب الخراج صفحہ ۱۲، ۳۔ فتوح البلدان صفحہ ۱۴۹، ۴۔ فتوح البلدان صفحہ ۳۶۰  
۵۔ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۵، ۶۔ استیعاب

کرتے تھے حضرت عمرؓ نے اون کے عشر کو نصف کر دیا تاکہ مدینہ میں کثرت سے غلہ آئے مگر قبلی بھی مال تجارت لیکر آتے تھے لیکن اون سے پورا عشر لیا جاتا تھا،

سازش اور بغاوت کی حالتیں فیون کے ساتھ سلوک غیر توین تو بالکل بیگانہ ہوتی ہیں، سازش اور بغاوت کی حالتیں مہذب سے مہذب سلطنت خود اپنی قوم سے کوئی مراعات نہیں کر سکتی، لیکن صحابہ کرام نے اس حالت میں بھی ذمیون کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا، شام کی انتہائی سرحد پر ایک شہر عربوں کا تھا جہان کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح ہو گیا تھا لیکن یہ لوگ درپردہ ذمیون سے سازش رکھتے تھے، اور مسلمانوں کی خبریں اون تک پہنچایا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے سندنے جو دان کے والی تھے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے لکھ بھیجا کہ اون کے تمام مال و متاع کا شمار کر کے ہر چیز کا دو گنا معاوضہ دیدیا جائے اور اس کے بعد وہ جلاوطن کر دئے جائیں اگر وہ اپرہی نہ ہوں تو ایک سال کی ہلت کے بعد جلاوطن کئے جائیں چنانچہ ایک سال کے بعد وہ لوگ جلاوطن کر دیئے گئے،

ان مراعات کا ذمیون پر اثر ذمیون پر ان تمام لطف و مراعات کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے، قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج میں لکھتے ہیں،

فلما رأى أهل الذمّة وفاء المسلمين	جب ذمیون نے مسلمانوں کی وفاداری اور ان کے
لهم و حسن اليسر فذهب صاروا أشداء	نیک سلوک کو دیکھا تو مسلمانوں کے دشمنوں کے
على عدو المسلمين و عونا للمسلمين على	سب سے بڑے دشمن اور ان کے مقابل میں مسلمانوں کے

رومی اگرچہ خود عیسائیوں کے ہم مذہب تھے لیکن جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ایک عظیم الشان فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کیں تو انھیں ذمی عیسائیوں نے ہر جگہ سے جاسوس بھیجے کہ رومیوں کی خبر لائیں، حضرت ابو عبیدہؓ نے ہر شہر پر جو حکام مقرر کئے تھے ان کے پاس پر شہر کے عیسائی رئیس آئے، اور اس جنگی تیاری کی خبر دی حضرت ابو عبیدہؓ کو تمام حکام نے اس کی اطلاع دی تو انھوں نے لکھ بھیجا کہ ذمیوں سے جس قدر جزیہ اور خراج وصول کیا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے کیونکہ معاہدے کے رد سے ہم پر انکی حفاظت واجب ہوگی اور ہم اسوقت اس کی طاقت نہیں رکھتے ان حکام نے جب یہ رقمیں واپس دین تو یہ لوگ سخت متاثر ہوئے اور بے اختیار بول اٹھے کہ خدا تم کو واپس لائے، اگر خود رومی ہوتے تو اس حالت میں ہم کو کچھ واپس نہ دیتے بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا ہے لیتے، مسلمانوں کی فتح ہوگئی تو عیسائیوں نے خود واپس شدہ رقم حضرت ابو عبیدہؓ کے پانوں پر ڈال دی کہ دوبارہ اس ابرکرم کے ماسے کے نیچے آجائیں،

اس موقع کے علاوہ ہر موقع پر ذمیوں کا طرز عمل نہایت مخلصانہ اور وفادارانہ رہا، حضرت عمرؓ غلام میں آئے تو اذرعات کے عیسائی ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے پھول برساتے ہوئے اور باجا بجاتے ہوئے ان کے استقبال کے لئے نکلے، حضرت عمرؓ نے روکنا چاہا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ یہ دن کا دستور ہے، اگر روک روک کی گئی تو سمجھینگے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا،

شام کے ایک اور عیسائی رئیس نے اون کی دعوت کرنا چاہی اور کہا کہ اگر حضور چند اکابر صحابہ کے ساتھ غریب خانہ پر تشریف لائیں تو میری عزت افزائی ہوگی، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان گرجوں میں جن میں یہ تصویریں ہیں ہم قدم نہیں رکھ سکتے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی جلاوطنیاں | مخالفین نے زمیوں کے متعلق صحابہ کرام پر جو اعتراضات

کئے ہیں اون میں یہودیوں اور عیسائیوں کی جلاوطنی کا مسئلہ خاص طور پر قابل بحث ہے،

یہودی خیر | سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں یہودی خیر کی جلاوطنی عمل میں آئی، لیکن

اس کی کیفیت یہ ہے کہ خیر جب فتح ہوا تو اسی وقت وہ ان کے یہودیوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب

مناسب ہو گا تم کو جلا وطن کر دیا جائیگا ایک حدیث بھی پہلے سے موجود تھی،

لا یجتمعون دینان فی جزیرۃ العرب | جزیرہ عرب میں ایک ساتھ دو مذہب نہیں رہ سکتے،

بابائیمہ حضرت عمرؓ نے اون کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہیں کیا، لیکن یہ لوگ ابتدا ہی سے مسلمانوں کو

خفی حکم کرنے کے عادی تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب انصار کی ایک جماعت

وہاں گئی تو یہود نے موقع پا کر ایک انصاری کو خفی طور پر قتل کر دیا تاہم چونکہ ان لوگوں کے پاس کوئی

شہادت نہ تھی اور اون کو یہود کے حلف پر بھی اطمینان نہ تھا اسلئے یہود بالکل بری ہو گئے، اور خود

آپ نے صدقے کے اونٹوں سے اون کی دیت دلوائی،

حضرت عمرؓ کے زمانے میں اونھوں نے اور بھی شرارتیں شروع کیں، ایک انصاری

شام سے چند غلاموں کو لارہے تھے راہ میں خیر بن قیام کیا یہودیوں نے شہ دیکر ان غلاموں سے

لے ادب المفرد باب عتۃ الذمی، تلہ بخاری کنز الایات باب القسامہ،

ادن کو قتل کر ڈالا اور ادن کو زار و راہ دیکر شام کی طرف واپس کر دیا چنانچہ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو ادن کو جلا وطن کر دیا، یہ روایت اسد الغابہ میں ہے لیکن مسند ابن حنبل میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ کی جائیداد میں خیر میں یقین اس غرض سے یہ لوگ آئے اور اپنی اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے منتشر ہو گئے رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر حالت خواب میں حملہ ہوا اور ان کا ہاتھ توڑ دیا گیا حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ یہود کا کام ہے اس کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود سے مصالحت کی تھی تو کہہ دیا تھا کہ ہم جب چاہیں گے تم کو کال دیں گے اب اوفیون نے عبداللہ بن عمرؓ پر حملہ کیا ہے اور ان کا ہاتھ توڑ ڈالا ہے اس کے پہلے بھی اوفیون نے انصار پر حملہ کیا تھا، تم میں خیر میں جس کا جس کا مال ہو لیے میں یہود خیر کو جلا وطن کر دوں گا، فتوح البلدان میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ادن کو جلا وطن کرنا چاہا تو لاہر جمعہ دینار والی حدیث کی کافی تحقیقات کر لی اور ادن کو اس کی صحت کا کامل یقین ہو گیا تب ادن کو جلا وطن کیا،

نصارے بخوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں ایک شرط یہ تھی کہ سود نہ کھائیں گے لیکن حضرت عمرؓ کے عہد میں اس شرط کی خلاف ورزی کی گئی، اس کے ساتھ اوفیون نے درپردہ جنگ کی تیاریاں بھی شروع کیں اور بہت سے گھوڑے اور ہتھیار بھی جمع کئے اسلئے حضرت عمرؓ نے ادن کو جلا وطن کر دیا، طبری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے ادن کی جلا وطنی کی وصیت کی تھی،

اسد الغابہ تذکرہ منظرین ج ۱ ص ۱۵۵، فتوح البلدان ص ۱۴۲، ابوداؤد کتاب الخراج باب فی الجوزہ وفتوح البلدان ص ۱۶۲، کتاب الخراج ص ۱۴۱، طبری ص ۱۶۲،

نصارائے عربوں، ان لوگوں نے رومیوں سے درپردہ سازش کی، حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے جو وہاں کے حاکم تھے، حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو انھوں نے اون کو جلا وطن کروا دیا،

ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جلا وطنیان عمل میں آئیں اون کا سبب مذہبی تعصب نہ تھا بلکہ اس قسم کے پولیٹیکل اسباب جمع ہو گئے تھے کہ کوئی سلطنت اس کے سوا دوسرا طرز عمل اختیار ہی نہیں کر سکتی تھی البتہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس قسم کے موقعوں پر دوسری سلطنتیں کیا کرتیں اور صحابہ کرام نے کیا کیا؟

حضرت عمرؓ نے خیران کے عیسائیوں کو جلا وطن کیا تو یہ حکم دیا کہ جو لوگ جلا وطن کئے جائیں انکی زمین کی پیمائش کر لی جائے تاکہ اسی کے مثل اون کو معاوضہ دیا جائے اور اون کو اختیار دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں، وہ لوگ جلا وطن ہو کر عراق عرب کو چلے تو اون کو جو پروانہ لکھا اور ان کی یہ فیاضانہ الفاظ لکھے،

(۱) یہ لوگ شام یا عراق کے جس رئیس کے پاس جائیں اوسکا فرض ہوگا کہ وہ رعایت کیلئے انکو زمین

(۲) ہر مسلمان کو چاہئے کہ اگر کوئی اون پر ظلم کرے تو وہ انکی مدد کریں،

(۳) جو بیٹن ہینے تک اونکا جزیہ معاف کر دیا جائے،

نذک کے یہودیوں کو جلا وطن کیا تو انکی زمین و جائداد کی قیمت کا تخمینہ کروایا اور جب قیمت متعین ہوئی تو بیت المال سے دلوادٹی کیا کوئی دوسری قوم ان پولیٹیکل جرایم کے باوجود غیر قوموں کے ساتھ اس قدر فیاضانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟

## غلاموں کے حقوق

غلامی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بد قسمت شخص میدان جنگ میں گرفتار ہو جاتا ہے، گرفتاری کے بعد مال غنیمت کے ساتھ اس کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ ایک خاص شخص کی ملک بن جاتا ہے، اس کے بعد اپنے آقا کی شخصی حکومت کے ساتھ اس کو سلطنت کے عام قوانین کے تحت زندگی بسر کرنا ہوتی ہے، اسلئے اگر کسی قوم کی نسبت یہ سوال ہو کہ غلاموں کے متعلق اس کا کیا طرز عمل تھا؟ تو بہ ترتیب حسب ذیل عنوانات میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے،

- ۱۔ حالت قید میں اون کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟
  - ۲۔ آقا نے غلام کو غلام بنا کر رکھا یا آزاد کر دیا؟
  - ۳۔ غلاموں کو کیا کیا ملکی حقوق دیئے، اور بادشاہ کا غلاموں کے ساتھ کیا طرز عمل رہا؟
- صحابہ کرام کے زمانے میں جو لوگ غلام بنائے گئے ہم اون کے متعلق اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں،

اسیران جنگ کا قتل نہ کرنا، اسلام سے پہلے مذہب سے مذہب ملکوں میں غلاموں کو قید کر کے بید رہنے قتل کر دیا جاتا تھا، چنانچہ تاریخ قدیم میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، لیکن قرآن مجید میں اسیران جنگ کے متعلق تصریح یہ حکم ہے،

حتیٰ اذا ائختموہم فشدو  
جب تم لوگ خوب غور فرمائی کہ چلو تو قیدی بناؤ اس کے بعد



الوشاق فاما منا بعد واما فداء صرف دو صورتیں ہیں یا احساناً اور ان کو آزاد کرنا

یا فدیہ بکراؤن کو چھوڑ دو،

اور صحابہ کرام نے شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی، چنانچہ ایک بار حجاج کے پاس ایک اسیر جنگ آیا، اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا، لیکن انھوں نے کہا ہم اس پر مامور نہیں ہیں، اس کے بعد قرآن مجید کی سندرجہ بالا آیت پڑھی، اسیران جنگ کو کھانا کھلانا اور ان کے صحابہ کرام اسیران جنگ کو اپنے آپ سے بہتر کھانا کھلاتے آرام دے آسائش کا سامان ہم پہنچانا تھے اور ان کے آرام و آسائش کے ضروری سامان ہم پہنچاتے تھے خود قرآن مجید نے صحابہ کرام کی اس تفصیلت کو نمایان کیا ہے،

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مَشْكِيًّا وَيَتَذَكَّرُونَ اسیران،

وہ مسکین کو قیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں،  
بحکم طبرانی میں ہے کہ صحابہ کرام اسیران جنگ کے ساتھ اس قدر لطف و مراعات کرتے تھے کہ خود کھجور کھا لیتے تھے، مگر ان کو جو کی روٹی کھلاتے تھے،

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب مالک بن نویرہ اپنے رفقاء کے ساتھ گرفتار ہوا تو رات کو ان کو سخت سردی محسوس ہوئی، حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر ہوئی تو عام منادی کرادی،

اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے اوڑھنا،

احذو اسراکم

شاہی خاندان کے اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ، اگرچہ صحابہ کرام تمام قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے، لیکن شاہی خاندان کے قیدی اور بھی لطف و مراعات کے مستحق ہوتے تھے، حضرت عمر بن العاصؓ نے جب جنگ مصر میں، بیس پر حملہ کیا اور مقوقس شاہ مصر کی بیٹی اربانوسہ گرفتار ہو کر آئی تو انھوں نے حضرت عمرؓ کے حکم سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس کو مقوقس کے پاس بھیج دیا اور مزید احتیاط کے لئے اس کے ساتھ ایک سردار کو کر دیا، کہ بحفاظت تمام اس کو پہنچا آئے۔

اسیران جنگ کو اعزہ و اقارب سے جدا کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حکم یہ تھا کہ قیدی اپنے اعزہ و اقارب سے جدا نہ کئے جائیں، صحابہ کرام اس حکم پر نہایت شدت کے ساتھ عمل فرماتے، ایک بار حضرت ابوایوب انصاریؓ کسی فوج میں تھے، اسیران جنگ کی تقسیم ہوئی تو بچوں کو مان سے علیحدہ کر دیا گیا، بچے رونے لگے تو انھوں نے ان کو مان کی آغوش میں ڈال دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مان سے بچے کو جدا کرے گا خدا قیامت کے دن اس کو اس کے اعزہ و اقارب سے جدا کر دے گا۔

نؤڈیوں کے ساتھ ہنبر کے بغیر جلا کرنا، عرب میں یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ جو نؤڈیاں گرفتار ہو کر آتی تھیں ان سے استہزائے جسم کے بغیر مباشرت کرنا جائز سمجھتے تھے اور اس میں حاملہ وغیرہ حاملہ کی کوئی تفریق نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز قرار دیا اور ان نؤڈیوں کو مطلقہ عورتوں کے حکم میں شامل کر لیا یعنی جب تک غیر حاملہ نؤڈیوں پر عدت حیض نہ گزر جائے

مسلمہ مغزیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۰، مسند دارمی کتاب الجمادات باب منیٰ من التفریق بین الولد و والدہ۔

اور حاملہ لونڈیوں کا وضع حمل نہو جائے اور اس قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہو سکتا، صحابہ کرام غزوات میں اس حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت رافع بن ثابت انصاریؓ نے مغرب کے ایک گائون پر حملہ کیا، مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو نبی کو یہ ہدایت فرمائی،

من اصاب من هذا البی فلا یطوہا  
حتی یحییٰ  
یہ لونڈیاں جن لوگوں کے حصے میں آئیں جب تک انکو حیض نہ آجائے، وہ اور اس سے جماع نہ کریں،

دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا،  
ایہا الناس انی لا اقول فیک الاما سمعت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یقول تام دنیا یوم حنیفقا  
لا یحل لامری یوم من بالہ والیوم  
الا خزان لیتی ماء زرع عنیرہ  
یعنی اتیان الحبالی من السبایا و  
ان یصیب امرأۃ یتبا من البشی حتی یتا  
لوگو! میں تم سے صرف وہی بات کہتا ہوں جو میرے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو آپ نے جنین کے دن نکالنا  
جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لا بارکے  
لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے کی کھیتی میں آبپاشی  
کرے یعنی حاملہ اور یتیم لونڈیوں سے بغیر انہما  
رحم جماع کرے،

غلاموں کی آزادی، یہ وہ احسانات تھے جو صحابہ کرام حالت قید میں غلاموں کے ساتھ کرتے  
تھے، لیکن اور ان کا اصلی احسان یہ ہے کہ جو لوگ قید کر کے غلام بنائے جاتے تھے، اکثر ان کو کبھی  
مختلف طریقوں سے آزاد کر دیتے تھے،

حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں، جنھوں نے دو غلام مہر کئے تھے، جنھوں نے اون کو شہید کر دیا، کہ جلد آزاد ہو جائیں۔

حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو آزاد کرنا چاہا مگر چونکہ دونوں کا نکاح ہو گیا تھا، اسلئے انھیں فرمایا کہ پہلے شوہر کو آزاد کر دو تا کہ بی بی کو طلاق لینے کا اختیار باقی نہ رہے،

ایک بار وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور اون سے بول چال کی قسم کھالی، عفو تقصیر کے بعد کفارہ پین مین، ہم غلام آزاد کئے،

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ دفعۃً حالت خواب میں مر گئے، حضرت عائشہؓ نے اون کی جانب سے بکثرت غلام آزاد کئے، اون کے پاس اسیران قبیلہ بنو تمیم میں سے ایک لونڈی تھی آپ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہے،

حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی تھی جس کو اونھوں نے آزاد کر دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ خدا تم کو اس کا اجر دیگا، لیکن اگر اپنے ماموں کو دیدیتیں تو اس سے زیادہ ثواب ملتا۔

سفیدہ حضرت ام سلمہؓ کی ایک لونڈی تھی اونھوں نے اوس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزار کے لئے آزاد کر دیا،

ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں بیان کیا، کہ میری ایک لونڈی دامن کوہین بکریان چرا رہی تھی، بھیڑ یا آیا اور ایک بکری کو اوٹھالے گیا، اسپر میں نے اوس کو طہانچے مارے یہ وہ قسم

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہتے ہیں جن کی آزادی آفاکی موت کے ساتھ مشروط ہوتی ہے، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الصلاة باب امر النساء، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الطلاق باب انظر امواتہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری کتاب الادب باب الحجۃ، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی صلۃ الرحم بخاری کتاب البیت، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الفتن باب من فضائل غفار و اسلم وغیرہم، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الفتن باب فی الفتن علی شرط،

سنگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، اور اوس کو بلو کر پوچھا کہ خدا کا ہاں ہے؟ اوس نے کہا  
آسمان پر پھر پوچھا میں کون ہوں؟ بولی رسول اللہ ارشاد ہوا کہ اس کو آزاد کر دو یہ تو  
مسلمان ہے،

مکاتب اوس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا  
حق حاصل ہو جاتا ہے حضرت ام سلمہؓ اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں لیکن قبل اس کے  
کہ وہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اوس سے کسی قدر رقم لیکر جلد سے جلد آزاد  
کر دیتی تھیں،

ایک صحابی نے انتقال کیا تو وارث کی جستجو ہوئی معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے، اون کا  
صرت ایک آزاد کردہ غلام ہے، آپ نے اوس کو ادا کی وراثت دلوا دی،

ایک غلام دو صحابیوں کے درمیان مشترک تھا، ایک صحابی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اوس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں اور اوس  
غلام کو آزاد کر دیا،

حضرت حکیم بن خزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے تھے، اسلام لائے تو  
زمانہ اسلام میں بھی سو غلام آزاد کئے، ان غلاموں کی آزادی نہایت شان و شوکت کے ساتھ  
عمل میں آئی، چنانچہ وہ حج کو آئے تو عرفہ کے دن ان غلاموں کے گلے میں چاندی کے طوق ڈا کر

ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ثلث العاطس فی الصلوٰۃ، مسند ابی داؤد کتاب العقیق والولاء باب العقیقۃ فی الکتابین  
مسند ابی داؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام، مسند ابی داؤد کتاب العقیق باب فی من فقیہا لہ من ملک،  
مسند مسلم کتاب الایمان باب بیان حکم عمل الکافر اذا الاسلام جہدہ،

لائے جن پر عتقاۃ اللہ عن حکیم بن حزام لکھا ہوا تھا، یعنی یہ حکیم بن حزام کی جانب سے خدا کی راہ میں آزاد ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا وقت آیا تو ۲۰ غلام آزاد کئے،

حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت جو وصیتیں کیں اول میں ایک یہ تھی، اہل ادک وفانی من سبب العرب فهو حر من مال اللہ یعنی غلامان عرب میں سے جو لوگ میری وفات کا زمانہ پائیں وہ خدا کے مال سے آزاد ہیں،

حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ نے ایک غلام کو آزاد کیا تو غلام کے پاس جو مال تھا اگرچہ وہ اس کے مالک ہو سکتے تھے، لیکن مال بھی اسی کو دیدیا،

حضرت ابوذرؓ کو ایک انصاری صحابی تھے، اول کی جائیداد کی کل کائنات ایک غلام سے زیادہ تھی لیکن انھوں نے اس کو بھی مدبر کر دیا، لیکن خود رسول اللہؐ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور فروخت کر کے اول کو اس کی قیمت دلا دی،

ایک اور صحابی کی ملک میں صرف ۱۰ غلام تھے جن کو انھوں نے مرتے وقت آزاد کر دیا لیکن وصیت کے قاعدے کو موافق آپؐ نے صرف دو غلاموں کی آزادی کو جائز رکھا،

امیران ہوازن میں سے حضرت عمرؓ کے پاس ایک لونڈی تھی، رسول اللہؐ نے ان کو آزاد کیا تو انھوں نے بھی حکم دیا کہ یہ لونڈی بھی اونسی آزاد شدہ لوگوں کے ساتھ کر دجائے،

ملہ زہرۃ الابرار تذکرہ حکیم بن حزام، ملہ سند ابن جنبل جلد ۱ صفحہ ۳، سند عثمان، ملہ سند ابن جنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰، ملہ سنن ابن ماجہ ابواب العتق باب من عتق عبد اولہ مال، ملہ ابوداؤد کتاب العتق باب فی بیع المدبر، ملہ ابوداؤد کتاب العتق باب من عتق عبد لہ ثم غنم اللہ، ملہ ابوداؤد کتاب مصیام باب المتکلف یعود المریض بخاری کتاب جہاد میں کہ دو لونڈیاں تھیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور آقا کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، اس لئے اگر صحابہ غلاموں کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آجاتے تھے، تو اس جرم کے کفارے میں اون کو آزاد کر دیتے تھے۔ حضرت ابو سعود انصاریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی طرح ایک ایک غلام آزاد کئے تھے، ایک صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے دو غلام ہیں، جو بہت کھانے، کذاب اور نافرمان ہیں، میں ان جرائم پر اون کو بڑا بھلا کہتا ہوں اور سزا دیتا ہوں، اس معاملہ میں میرا کیا انجام ہوگا؟ ارشاد ہوا: اون کی خیانت، کذب، نافرمانی اور تمھاری سزا کا حصہ ہوگا، اگر تمھاری سزا اون کے جرایم سے زیادہ ہوگی تو اس بات کی کا تم سے بدلہ لیا جائیگا، یہ سن کر وہ رونے پڑے اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ میں اون کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دوں، آپؐ گواہ رہے کہ وہ آزاد ہیں۔

ایک بار آپؐ نے حضرت ابو الہیثم بن الیمان انصاریؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اس کے ساتھ سلوک کرنا، اون کی بی بی نے کہا تم سے یہ نہ ہو سکے گا، بہتر یہی کہ اس کو آزاد کر دو، انھوں نے اس کو آزاد کر دیا،

ایک بار آپؐ نے حضرت ابو ذرؓ کو ایک غلام دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ نیکی کر دو، انھوں نے یہی نیکی کی کہ اس کو آزاد کر دیا،

حضرت ابو ہریرہؓ اسلام لانے کے لئے پہلے تو ساتھ میں غلام بھی تھا، وہ موقع پا کر آتے ہی میں بھاگایا بھٹک گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر، ذکر اسلام لائے، تو اسی

۱۔ ابو داؤد کتاب الادب باب فی حق الملوک، ۲۔ ترمذی، ۳۔ ابواب تفسیر القرآن، ۴۔ تفسیر سورہ انبیاء، ۵۔ ترمذی، ۶۔ ابواب الزہد، ۷۔ ابواب المغرہ باب المغرہ عن الخادم، ۸۔





ذوالکلاع حمیری ..... حضرت عبدالرحمن بن عوف ۳۰۰۰۰

اس کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد نہیں بتائی ہے لیکن لکھا ہے کہ انھوں نے بکثرت غلام آزاد کئے،

سیاسی حیثیت سے صحابہ کرام نے غلاموں کو جو حقوق عطا کئے، اون کی تفصیل حسب

ذیل ہے،

عرب کا غلام نہ بنانا اور اگر گزر چکا ہو کہ حضرت عائشہؓ کے پاس قبیلہ بنو قسیم کی ایک لونڈی تھی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو، کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہے،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود آپ اہل عرب کا غلام بنانا پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن حضرت

عمرؓ نے عام قانون بنادیا کہ عرب کا کوئی شخص غلام نہیں بنایا جاسکتا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ

کے عہد خلافت میں قبائل مرتدہ کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے اون کو انھوں نے اسی

بنایہ آزاد کرادیا،

اسلام کے پہلے عرب کے جو لوگ لونڈی یا غلام بنائے گئے تھے، اون کی نسبت یہ

حکم دیا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص کسی قبیلہ میں غلام بنالیا گیا ہو تو وہ اس کے بدلے میں

دو غلام بطور نذرانہ کے دیکر آزاد کر سکتا ہو، اسی طرح ایک لونڈی کے عوض میں دو لونڈی

دیکر آزاد کرائی جاسکتی تھی،

غیر توہین اگرچہ غلام بنائی جاسکتی تھیں، تاہم حضرت عمرؓ نے اون کو بھی بہت کم

سہیل السلام صفحہ ۳۲۵ کتاب العتق، سہیل یقوی جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ طبعات ابن سعد تذکرہ ریاح بن عارف،

غلام بنایا، مصر فتح ہوا تو چہ لاکھ مرد اور عورت مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، فوج کے اکثر حصہ کا  
 اصرار تھا کہ ادن کو لونڈی غلام بنا کر تمام فوج پر تقسیم کر دیا جائے، لیکن حضرت عمرؓ نے جزیہ  
 مقرر کر کے ادن کو بالکل آزاد کر دیا، چند گانوں کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ  
 کی تھی، وہ گرفتار ہوئے تو لونڈی غلام بنا کر مدینہ میں بھیج دیئے گئے، لیکن حضرت عمرؓ نے ان کو بھی  
 واپس کر دیا،

حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کے نام عام حکم بھیج دیا کہ کوئی کاشتکار یا پیشہ ور غلام نہ بنایا جائے  
 حضرت عمرؓ کے عہد میں زراعت کو جو ترقی ہوئی اور ادس کی وجہ سے محاصل و خراج  
 میں جو اضافہ ہوا ادس کی اصل وجہ یہی تھی کہ اونھوں نے اکثر مفتوح قوموں کو آزاد رکھا  
 اور وہ آزادی کے ساتھ زراعت کے کاروبار میں مصروف رہیں،

غلاموں کو مکاتب بنانا، غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ادن سے یہ شرط کر لی جائے  
 کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کرے آزاد ہو سکتے ہیں، یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے،  
 فَاَبْتَوْ هُمَانِ حَلْمَ فِیْہِمْ خَیْرًا اِذَا رَمَوْا کُلَّ مَلَا مِیْنِ بِلَالِیْ نَظَرَ اَیُّ نَوَاسِیْنِ مَکَاتِبِیْنِ کَرُوْا

لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا یعنی آقا کو معاہدہ مکاتب  
 کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا، چنانچہ حبشہ میں  
 نے اپنے آقا حضرت انسؓ سے مکاتبیت کی درخواست کی اور اونھوں نے اس کو منظور کرنے  
 سے انکار کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے ادن کو بلا کر کوڑے لگوائے اور قرآن مجید کی اس آیت کے

روسے اون کو معاہدہ کتابت کرنے پر مجبور کر دیا،

حضرت عمرؓ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا، لیکن آقاؐ نے ایک بار اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا، اور باقسط لینا چاہا، وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اونہوں نے کل رقم لیکر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان کھدوں گا، اس کے بعد مال لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کر لی،

ام دلو کے بیچ وضرار کی مانعت، آقاؐ سے جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو جاتی ہے، اس کو ام ولد کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے اس قسم کی لونڈیاں عام لونڈیوں کے برابر تھیں جاتی تھیں، لیکن حضرت عمرؓ نے یہ عام قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اس قسم کی لونڈیاں نہ فروخت کی جاسکتیں نہ اذن میں درانت جاری ہو سکتی، نہ اذن کا ہبہ ہو سکتا، بلکہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں اس طرح لونڈیوں کی آزادی کا نیا رستہ نکل آیا،

اسیران جنگ سے اعزہ و اقارب کو جدا نہ کرنا، اگرچہ صحابہ کرامؓ مذہباً اور اخلاقاً خود ہی قیدیوں کو اذن کے اعزہ و اقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے قانوناً و حکماً اس کی مانعت فرمادی چنانچہ تمام امراءؓ فوج کے نام فرمان بھیجے کہ بھائی کو بھائی سے اور لڑکی کو لڑکی سے جدا نہ کیا جاوے ایک بار بازار میں شور مچا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دربان یرقار کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لونڈی کی

لے صحیح بخاری کتاب المکاتب، صفحہ ۱۸۱ بعد تذکرہ الامیر المقتدری، صفحہ ۱۷۵ سے امام محمدؒ باب بیع الامات والاؤ

مان فروخت کی جا رہی ہے، انہوں نے تمام مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور آیت و تقطعوا  
 ارحاکم، کو پڑھ کر کہا کہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحم ہو سکتا ہے؟ کہ لڑکی کو مان سے جدا کیا جائے  
 چنانچہ اس کے بعد تمام امراء کے نام فرمان بھیج دیا کہ اس قسم کا قطع رحم جائز نہیں،  
 غلاموں کے وظیفہ، بیت المال سے مسلمانوں کو جو وظیفہ ملتا تھا، اس میں غلام برابر کے شریک تھے  
 اول اول حضرت ابو بکرؓ نے غلاموں کو بیت المال میں تمام مسلمانوں کا شریک بنایا، ابو داؤد  
 کتاب الخراج میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے،

کان ابی یقسم للعرو والعبد، میرے باپ غلام اور آزاد کو ال تقسیم فرماتے تھے،  
 حضرت عمرؓ نے جب باضابطہ طور پر تمام مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے تو آٹا کے  
 برابر غلاموں کے وظائف بھی مقرر فرمائے، ان کو اس بات میں اس قدر کد تھی کہ جب  
 ایک عامل نے غلاموں کو وظیفہ نہیں دیا، تو اس کی لکھ بھیا کہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان کو  
 حقیر سمجھنا نہایت بُری بات ہے، حضرت عمرؓ نے اور مختلف طریقوں سے غلاموں کو مالی اعانتیں  
 دین، اہل عوالی کے مزدوری پیشہ غلاموں کی مردم شماری کرائی اور ان کے روزینے  
 جاری کئے، حضرت عثمانؓ نے اس کو اور ترقی دی، اور خوراک کے ساتھ کپڑے بھی مقرر  
 فرمائے، حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو جاستے اور جو غلام از کار رفتہ  
 نظر آتے ان کے ٹکس معائنہ کر دیتے،

حضرت عثمانؓ نے عام طور پر یہ ہدایت کی کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہیں جانتی اور

جو غلام صغیر اسن ہین اون کو کسی پیشہ کی تکلیف نہ دیجائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روزیہ پیدا کرینگے، لیکن اس کے ساتھ اون کو عمدہ کھانا دیا جائے،

غلاموں کی تعلیم، سب سے بڑھکر یہ کہ صحابہ کرام نے غلاموں کو تعلیم بھی دلائی، ایک بار چند عیسائی غلام پکڑ کر آئے، تو حضرت عمرؓ نے اون کو مکتب میں داخل کر دیا،

حضرت عثمانؓ نے حمران بن ابان کو خرید کر لکھنا سکھایا، اور اپنا میرنشی بنایا، بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتب میں آزاد بچوں کے ساتھ بہت سے غلاموں کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے اُن صاف کرنے کے لئے مکتب سے لڑکے طلب کئے تو کہلا بھیجا کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں۔

غلاموں کو ان دینے کا حق دینا، ان دینے کا حق صرف فاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے، لیکن خلفائے نے یہ حق خود

غلاموں کو بھی دیا، چنانچہ ایک بار مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو ایک غلام نے محصور فوج کو ان ویدی، تمام مسلمانوں نے کہا اسکا اعتبار نہیں ہے، لیکن ان لوگوں نے کہا ہم آزاد اور غلام کو نہیں جانتے، اب اس میں حضرت عمرؓ سے متصواب کیا گیا تو انھوں نے لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے غلاموں کا معاہدہ خود مسلمانوں کا معاہدہ ہے،

غلاموں کی عزت و آبرو کی حفاظت، خلفاء راشدین لونڈیوں اور غلاموں کی عزت و آبرو کا اسی قدر

پاس کرتے تھے، جس قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا کیا جاسکتا ہے، ایک بار ایک غلام نے کسی لونڈی کی ناموس پر ناجائز حملہ کیا، اور حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو غلام کو جلا وطن کر دیا،

مسلمہ ص ۱۱۳، ایک کتاب مجلس باب الامر بالحق بالملک، مسلمہ فتوح البلدان صفحہ ۱۱۴، مسلمہ فتوح البلدان صفحہ ۱۱۵، مسلمہ بخاری کتاب النکاح باب من استعبر عبدًا وجعلہ منہ فتوح البلدان صفحہ ۱۱۶، مسلمہ ص ۱۱۷، امام محمد باب لا سکران فی الزنا،

سادات، ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفاء راشدین غلاموں کو عام مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے، چنانچہ اس کی بعض مثالیں حسن معاشرت کے عنوان میں گذر چکی ہیں، ان تمام مراتب کے پیش نظر ہوجانے کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں شخصی اور ملکی دونوں حیثیتوں سے غلام غلام نہیں رہے تھے، بلکہ مسلمانوں کے ایک فرد بن گئے تھے،



## رعایا کی آسائش کا انتظام

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک یہ معمول تھا، کہ خراج وغیرہ کی جو رقم وصول ہوتی تھی، شخصوں کی تقسیم کر دی جاتی تھی، اور اوس میں غلام و آزاد کی کوئی تخصیص نہ تھی، ابوداؤد دین حضرت عاکثہؓ سے روایت ہے،

کان ابی یقسم للحدود العبدۃ  
میرے باپ غلام اور آزادوں پر تقسیم کرتے تھے،  
لیکن حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ لوگوں کی خوراک بھی مقرر فرمائی، اول اول جب یہ انتظام قائم کرنا چاہا تو دونوں وقت ایک ایک جریب آٹا پکوا یا اور ۳۰۳ آدمیوں کو کھلایا، سب کو کافی ہوا تو ماہوار مرد و عورت، اور غلام سب کے لئے دو جریب آٹا مقرر کیا، اعلان عام کے لئے پیانہ ماتھ میں لیکر لمبر پر چڑھے، اور فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کے لئے اس قدر ماہوار خوراک مقرر کر دی ہے، جو شخص اس کو گھٹائیگا اوس کو خدا بھی گاہی طریقہ اس قدر مقبول عام ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو بدو عادی تھا تو کہتا تھا کہ خدا تمہاری جریب موتوں کر دے، یعنی تمہیں موت دے،

حضرت عمرؓ نے ظائفین خاص موتوں پر قومیت کی تفریق و امتیاز کو بھی بالکل مٹا دیا

ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی تقسیم النفی، ص ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵،

چنانچہ ایک بار مقام جابیہ میں گئے، وہاں چند عیسائی جڈامیون کو دیکھا تو حکم دیا کہ بیت المال سے اولن کے وظیفے مقرر کر دیئے جائیں، ایک بار ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کو خود اپنے گھر لائے، اور جو کچھ ہو سکا دیا، پھر بیت المال کے خزانچی کو لکھ بھیجا کہ اس قسم کے اشخاص کا کاغذ رکھا جائے، قرآن مجید میں صدقہ کے جو حصہ دار ہیں اولن میں فقرا سے مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہیں۔

ان کے علاوہ جو معزز لوگ کسی وجہ سے مفلوک الحال ہو جاتے تھے اولن کیلئے بھی وہ وظیفے مقرر فرمادیتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر خود فرمایا،

انما فرضت لقوم اجمعتم الفاقة      میں نے چند فاقہ زد لوگوں کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا جو  
وہم ساداتہ عشایر ہم ملائینو ہم      جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے، لیکن قومی حقوق کی  
من الحقوق ۵      گرا نباری نے اولن کو مفلوک الحال بنا دیا۔

شیر خوار بچوں کے وظیفے، حضرت عمرؓ نے تمام مجاہدین کے بچوں کے لئے بھی دس دس دہم وظیفے مقرر فرمائے، پہلے یہ معمول تھا کہ بچے دو دو چھوڑتے تھے تو اولن کے وظیفے جاری کئے جاتے تھے، لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ لوگ حصول وظیفہ کے لئے قبل از وقت بچوں کا دو دو چھڑا دیتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے عام اعلان کر دیا کہ قبل از وقت بچوں کا دو دو نہ چھڑاؤ، ہم روز ولادت ہی سے بچوں کے وظائف مقرر کر دیں گے، حضرت عمرؓ کے بعد اور خلفائے اس کو اس قدر ترقی دی کہ اوس میں وراثت جاری ہوتی تھی، حضرت



عمر بن عبد العزیز نے وراثت کے طریقے کو موقوف کرنا چاہا، لیکن پھر رک گئے،  
حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں حضرت عمرؓ کا وہی قدیم نظام بھرقایم کر دیا  
یعنی بچے جب دودھ چھوڑ دیتے تھے، اس وقت سے ان کے وظیفہ جاری کرتے تھے اخیر  
میں عبد الملک بن مروان نے اس فیاضانہ طریقے کو کلیتہً موقوف کر دیا،

ادارث بچوں کے وظیفہ | حضرت عمرؓ نے سلسلہ میں یہ حکم دیا کہ بچہ ولادت کے چھ ماہ پہلے وغیرہ  
پر پڑے ہوئے ہیں ان کے دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا جائے  
چنانچہ یہ وظیفہ سو درہم سے شروع ہوتا تھا، پھر سال بسال اس میں ترقی ہوتی جاتی تھی،  
موطائے امام مالک میں ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک شخص اسی قسم کا ایک بچہ اٹھالایا تو حضرت  
عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو لیجاؤ، اس کے نفقہ کا بار سو درہم پر ہوگا۔

نظام کا انتظام | قحط رعایا کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے، ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانے  
میں قحط پڑا تو انھوں نے اپنے اور پرگھی اور دودھ کو حرام کر لیا، اور رعایا کے آرام و آسائش  
کے لئے ہر ممکن تدبیر کی، تمام اُمراء و عمال کو لکھ بھیجا کہ اہل مدینہ کی مدد کریں، چنانچہ حضرت  
ابو عبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلہ سے لے کر لے کر بھیجے،

حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کو لکھا کہ خرچ میں جو غلہ وصول ہو وہ مدینہ کو روانہ  
کیا جائے، چنانچہ انھوں نے ردغن زیتون اور ۲۰ ہزار غلہ روانہ کیا جن میں کم و بیش  
۲۰ ہزار تین ہزار اردب غلہ تھا، حضرت عمرؓ متعدد اکابر صحابہ کے ساتھ بذات خود ملا خطہ

ملہ فتوح البلدان صفحہ ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳،



جزئیات کی خبریں پہنچاتے رہتے تھے، کنز العمال میں ہے،

كان لعمريون على الناس؛ حضرت عمرؓ نے لوگوں پر جاسوس مقرر فرمائے تھے،  
تمام امر و عمل کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کے سامنے دروازے نہ بند کریں، تاکہ ہر شخص  
بلاروک ٹوک اپنی شکایتیں پیش کر سکے، اخیر میں تمام ملک کے دورہ کا بھی ارادہ کیا تھا، لیکن  
شام کے سواموت نے دوسرے مقامات کے دورہ کا موقع نہیں دیا،

حضرت عثمانؓ کو رعایا کی خبر گیری کا اس قدر خیال تھا کہ عین خطبہ کی حالت میں لوگوں  
اون کے حالات اور بازار کا نرخ دریافت فرماتے تھے،

مؤدی جانوردن کا قتل، | مہذب سلطنتیں رعایا کے آرام و آسائش کا جو انتظام کرتی ہیں اون میں  
ایک یہ کہ مؤدی جانوردن کو ملک سے فنا کر نیکی کو کشش کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے  
جانوردن کے قتل پر انعام دیا جاتا ہے، صحابہ کرام نے بھی اس قسم کا انتظام کیا تھا، نصیبین میں  
بچھو بکثرت تھے، جس سے وہاں کے مسلمانوں کو اذیت پہنچتی تھی، وہاں کے عامل نے حضرت امیرؓ  
کی خدمت میں اسکی شکایت کی تو اونھوں نے لکھا کہ تمام شہر کے لوگوں پر بچھوؤں کی ایک تعداد  
مقرر کر دیجائے، کہ ہر رات کو پکڑ لائیں، چنانچہ وہ لوگ اون کے پاس پکڑ کر لاتے تھے، اور وہ  
مار ڈالے جاتے تھے، اس طرح بچھوؤں کی تعداد میں بہت کچھ کمی ہو گئی،

سجستان میں بکثرت سانپ رہتے تھے جب حضرت عبدالرحمان بن سمروہ نے حضرت عثمانؓ  
کے عہد خلافت میں اوسکو صلح فتح کیا تو چونکہ نیولے اور خارشپت سانپ کو کھا جاتے ہیں، اسلئے معاہدہ  
صلح اس شرط پر کیا کہ کوئی شخص ان دونوں جانوروں کو نہ مار سکے گا،

کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۰  
مذہب سلطنتیں  
نصیبین میں  
بچھو بکثرت  
تھے، جس سے  
وہاں کے  
مسلمانوں کو  
اذیت پہنچتی  
تھی، وہاں کے  
عامل نے  
حضرت امیرؓ  
کی خدمت میں  
اسکی شکایت  
کی تو اونھوں  
نے لکھا کہ  
تمام شہر کے  
لوگوں پر  
بچھوؤں کی  
ایک تعداد  
مقرر کر  
دیجائے، کہ  
ہر رات کو  
پکڑ لائیں،  
چنانچہ وہ  
لوگ اون کے  
پاس پکڑ کر  
لاتے تھے،  
اور وہ  
مار ڈالے  
جاتے تھے،  
اس طرح  
بچھوؤں کی  
تعداد میں  
بہت کچھ  
کمی ہو گئی،

# نہی خدمات

## اشاعت اسلام

صحابہ کرام نے آغاز اسلام ہی سے اس نیک کام کو شروع کیا اور اخیر تک اس کو قائم رکھا، سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ اسلام لائے تو ان کے اخلاقی اثر سے متعدد اکابر صحابہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جن میں پانچ بزرگ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابو بکرؓ میں ہے،

اسم علیؓ ۱ جماعۃ المحبتہم و میلہم  
الیہ حتی انہ اسم علیؓ ۱ خمسۃ  
من العشرۃ کا،  
اون کے ہاتھ پر ایک جماعت جس کو اون کے ساتھ محبت تھی  
اسلام لائی یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے بھی پانچ بزرگ  
اون کے ہاتھ پر اسلام لائے،

حضرت عثمانؓ کے تذکرے میں صاحب اسد الغابہ نے بعض ناموں کی تفصیل بھی کی ہے  
چنانچہ لکھتے ہیں،

کان رجال قریش یا تونہ ویالغونہ  
غیر واحد من الامور العلمیہ و تجاریہ  
قریش کے لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آتے تھے اور  
مشدد و جبرہ مثلاً علم تجزیہ اور حسن مجالست کی بنا پر

و جس مجلسہ فحش یداعوالی الاسلام  
 من وثق به من قومه ممن يغشاه  
 و مجلس الیہ فاسلم علی یدایہ فیما  
 بلغنی الزبیر بن العوام و عثمان  
 بن عفان و طلحہ بن عبید اللہ،  
 ان سے محبت کرتے تھے چنانچہ ان آئینوں اور  
 ساتھ بیٹھے والوں میں جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا  
 ان کو انھوں نے دعوت اسلام دی اور یہ کیا کہ  
 مجھے معلوم ہوا، ان کے ساتھ حضرت زبیر بن عوام  
 حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ  
 اسلام لائے،

تاریخ خمسین ان بزرگوں کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبدالرحمان  
 بن عوفؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ حضرت ابوسلمہ بن عبداللہؓ  
 اور ارقم بن ابی الارقمؓ کا نام بھی لیا ہے،  
 حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کی کوششوں سے قریش میں اسلام پھیلا،  
 حضرت عمرؓ ایک صحابی تھے جو ابتدائے اسلام کے سخت دشمن تھے، غزوہ بدر میں ان کا ایک  
 لڑکا گرفتار ہوا تو وہ اس کی رہائی کے بہانے سے مدینہ میں آئے کہ چل کر (نمودا باشد) خود رسول اللہؐ  
 صلعم کا خاتمہ کر دیں، لیکن توفیق ایزدی نے یادری کی اور یہاں آکر مسلمان ہو گئے، پلٹے تو قریش کو  
 دعوت اسلام دی اور ان کے اثر سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے،

مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اس شرف سے محروم نہ رہیں چنانچہ حضرت ام شریکؓ  
 ایک صحابیہ یقین جو غفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں قریش کو ان کی  
 سلف تاریخ خمسین صفحہ ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴

مخفی کو ششون کا حال معلوم ہوا تو اودن کو مکہ سے نکال دیا،  
 ان بزرگوں کی ساعی جمیلہ کا اثر اگرچہ صرف مکہ بلکہ صرف قریش تک محدود رہا لیکن  
 اور متعدد صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور وہ باہر سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست  
 مبارک پر اسلام لائے اور آپ کی خدمت سے واپس جا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں اشاعت اسلام  
 کی مقدس خدمت انجام دی، اودن بزرگوں میں حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت طفیل بن  
 عمرو دؤسیؓ، حضرت اکتھمؓ، حضرت عروہ بن سعوہ ثقفیؓ، اور انصار کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے  
 حضرت ابوذر غفاریؓ فطرۃ نبی کے قبول کرنے کا مادہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات  
 سے پہلے پابند نماز ہو چکے تھے، ایک بار حسن اتفاق سے اودن کے بھائی حضرت انیسؓ مکہ میں آئے  
 اور لیٹ کر اودن کو خبر دی کہ مکہ میں تمہارا ایک ہم مذہب پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو خدا کا رسول  
 کہتا ہے لوگ اگرچہ اس کو شاعر کا ہیں، اور ساحر کہتے ہیں لیکن مجھ کو اس کا کلام ان سب سے  
 مختلف معلوم ہوتا ہے، یہ سن کر حضرت ابوذر غفاریؓ کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا اور تحقیق  
 کے لئے خود مکہ تشریف لائے ایک دن رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ نکلے  
 اور خانہ کعبہ کا طواف کیا حضرت ابوذر غفاریؓ بھی وہیں موجود تھے، آپ نماز سے فارغ ہوئے  
 تو اونھوں نے آکر اسلامی طریقہ کے موافق سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اودن کے مختلف  
 حالات پوچھے، اور حضرت ابو بکرؓ نے درخواست کی کہ آج کی رات مجھے اودن کی دعوت کا شرف  
 حاصل ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تشریف لے گئے، حضرت ابو بکرؓ نے گھر کا دروازہ کھولا،  
 اے اسد انابتہ ذکر حضرت ام شریکۃؓ،

اور طائف کے منے پیش کئے، اس کے بعد وہ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا مجھے مدینہ کی ہجرت کا حکم ہوا، تم میری طرف سے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہو؛ شاید تمہاری وجہ سے خدا اور ان کو نفع پہنچا سکے اور تمہیں ثواب ملے، وہ پلٹے تو اپنے بھائی انیس کو دعوت اسلام دی اور انہوں نے بخوشی لبیک کہا اس کے بعد ان کو مکہ سے اسلام کیا وہ بھی بخوشی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے پھر تمام قوم کو اسلام کی طرف بلایا نصف لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور نصف لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہم لوگ اسلام لائیں گے، چنانچہ جب آپ مدینہ آئے تو وہ لوگ بھی مشرت بہ اسلام ہوئے قبیلہ غفار ہی کے متصل اسلم کا قبیلہ آباد تھا وہ لوگ بھی حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ جس چیز پر ہمارے بھائی اسلام لائے ہیں اس پر ہم بھی اسلام لاتے ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا،

غفار غفر! اللہ لہا واسلم سالماً اللہ اللہ  
خدا غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو سلامت رکھے،

حضرت طفیل بن عمروؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلے ہی سے دل نور ایمان سے لبریز تھا، چاہا کہ خود ان کے وطن کو دارالہجرت بننے کا شرف حاصل ہو اس غرض سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایک محفوظ قلعہ میں پناہ گزین ہونا پسند فرماتے ہیں؟ یہ قلعہ خود اون کی قوم کا تھا، لیکن آپ نے انکار کیا، اسلئے وہ واپس گئے اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہ ایک مہاجر کو ساتھ لیکر مدینہ میں آئے اور شرف ہجرت حاصل کیا یہ صحیح مسلم کی روایت ہے

صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من غفر الی ذرئہ، صحیح مسلم کتاب ایمان باب الدلیل علی ان قتال نفسہ لا یرفعہ

جس سے فی الجملہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اثر سے بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا لیکن اسد الغابہ میں ہے کہ وہ آپ کی خدمت سے پلٹ کر متصل اشاعت اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے یہاں تک کہ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو انھوں نے بھی قبیلہ دوس کے ستر یا ستر گھرانوں کے ساتھ ہجرت کی جو سب کے سب انھیں کے اثر سے مسلمان ہوئے تھے، حضرت اکثم کو طہور اسلام کی خبر ہوئی تو دو شخصوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ تحقیق حال کریں، وہ دونوں خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو یہ آیت سنائی،

ان الله يامر بالعدل والاحسان  
وايتاء ذى القربىٰ ويحبى عن الجشاع  
خدا، عدل، احسان، اور قربت داروں کے لئے  
کا حکم کرتا ہے، اور فحاشی، برائی اور ظلم سے منع فرماتا ہے  
وامنك والبغى يعظكم لعلمك تذكرن،  
خدا تم کو یہ نصیحت کرتا ہے، شاید تم سمجھاؤ اور سوچو،

ان لوگوں نے جا کر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے تمام قوم کی طرف خطاب کر کے کہا کہ اے قوم میری رائے میں یہ پیغمبر مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ذمائم اخلاق سے روکتا ہے، تم لوگ قبول اسلام میں دُم نہ بنو، سر نہ بنو، مقدم ہو، موخر نہ ہو، اسکے بعد تادم مرگ اس کوشش میں مصروف رہے، انتقال ہوا تو اہل دعیال کو تقویٰ اور صلہ رحمی کی وصیت کی،

حضرت عمرو بن مسعود ثقفیؓ قبیلہ ثقیف کے سردار اور انہیں نہایت ہر دلعزیز تھے،

اسد الغابہ تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو دؤسیؓ، اسد الغابہ تذکرہ حضرت اکثم بن صیفیؓ،



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ کو پلٹے تو انھوں نے راستہ ہی میں جا کر اسلام قبول کیا اور وہاں سے آ کر اپنے قبیلہ کو دعوت اسلام دی اور ان کو اگرچہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ ان کو خود ان کی قوم نے اشاعت اسلام کے جرم میں قتل کر دیا، تاہم انھوں نے اپنا مذہبی فرض ادا کر دیا،

انصار میں اولاً پچھٹے شخص کہہ میں آئے اور اسلام قبول کیا کہ سے پلٹ کر انھوں نے خود تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرنا شروع کیا، اور ان کو اس قدر کامیابی ہوئی کہ انصار کا کوئی گھر گھر توحید کی آواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے نا آشنا نہ رہا، دوسرے سال بارہ آدمی آئے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن کے لئے کر دیا اور انھوں نے اس خدمت کے ساتھ اشاعت اسلام کا مقدس فرض بھی ادا کیا، چنانچہ ان کی کوششوں سے بکثرت لوگ مسلمان ہوئے جن میں انصار کے گل سرسید حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کی تعداد میں مقدمہ اضافہ ہوا تو انھوں نے ان کے ساتھ باجماعت جمعہ کی نماز ادا کی۔ حضرت سعد بن معاذؓ اسلام لائے تو اپنے قبیلہ سے کہا کہ اب مجھ پر تم سے بات چیت کرنا حرام ہو، چنانچہ اسی روز ان کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

ان بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ ہیں جنھوں نے اپنے اپنے قبائل میں اشاعت اسلام کی چنانچہ ان کے حالات میں ان کوششوں کا ذکر جایا آیا ہے، مثلاً صاحب اسد الغابہ

۱۔ اسد الغابہ ذکر حضرت عروہ بن مسعودؓ، ۲۔ اسد الغابہ ذکر حضرت رافع بن الکرک و سند بن جابرؓ، ۳۔ اسد الغابہ ذکر حضرت مصعب بن عمیرؓ، ۴۔ تاریخ خیمس صفحہ ۱۳۱، ۵۔ اسد الغابہ ذکر حضرت سعد بن معاذؓ،

حضرت قیس بن خزیمہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

دعا قومہ الی الاسلام

اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی،

حضرت قیس بن یزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں،

فدعا قومہ الی الاسلام فاسلموا

انھوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے

حضرت قیس بن ثقیف سلمی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

اسلم ورج الی قومہ ثعل یا بنی سلیم

وہ اسلام لاکر اپنے قوما کو اسے بنو سلیم میں نے روم و فارس کے

سمعت ترجیتم الروم و فارس شعا لعل

ترجم اور عرب اور کھان اور حیر کے ہمدون کے اشعار

والکھان و مقاول حمیر و ما کلام محمد

سنے لیکن محمد کا کلام ان سب سے الگ ہے پس محمد کے معاملے

ایشہ من کلامہم فاطیعو فی محمد فاکلم الخ

میں میری اطاعت کر دو کیونکہ تم ان کے مامون ہو،

فتح مکہ کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی اور تمام قبائل کے سرداروں نے اشاعت اسلام

میں حصہ لیا، چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں،

ان مکة لما فتحت بادرت العرب باسلامهم

فتح مکہ کے بعد تمام عرب نے اسلام کی طرف نہایت تیزی سے قدم

فکان کل قبيلة ترسل کبراءها یسلمون ویتعلمون

بڑا یا ہر قبیلہ اپنے سرداروں کو بھیجتا تھا کہ جا کر اسلام لائیں

ویرجعوا الی قومهم فیلعمون الی الاسلام

اور تعلیم دین حاصل کر کے لوٹیں تو اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دین

اس بنا پر تمام قبائل کا اسلام ان سرداروں کے اسلام اور تبلیغ و دعوت پر موقوف تھا،

ابو داؤد میں ہے کہ قبیلہ ہمدان نے حضرت عامر بن شمر کو رسول اللہ صلیم کی خدمت میں بھیجا

کہ جو تمہاری رائے قرار پائیگی اس کو ہم سب منظور کر لینگے، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور اون کے بعد اون کا تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا،

ایک صحابی کسی چشمنے کے مالک تھے جب اون تک دعوت اسلام پہنچی تو انھوں نے اپنی قوم کو اسلام لانے کے لئے متواذت دیئے لیکن یہ اسلام کا حقیقی معاوضہ نہ تھا چنانچہ جب وہ لوگ اسلام میں نچتے ہو گئے تو انھوں نے اذثون کو واپس لینا چاہا اور مشورہ کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیجا، آپ نے فرمایا اون کو واپس لینے یا نہ لینے کا اختیار جن لوگوں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت اسلام کے لئے بھیجا اون کے نام

رجال و میر کی کتابوں میں بہ کثرت ملتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں،

حضرت مالک بن مرارہ الرماذی رضی اللہ عنہ اور ذی خیوان کو دعوت اسلام دی اور انھوں نے ملک اور ذی خیوان کو دعوت اسلام دی اور

ان کے ساتھ ان کی قوم نے بھی اسلام قبول کیا،

حضرت اخف بن قیس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلہ بنو لیت کی تبلیغ و ہدایت کیلئے بھیجا

آپ نے ان کو قبیلہ بنی حارثہ کے پاس بھیجا،

حضرت عبد اللہ بن عویکہ الجعفی

آپ نے ان کو اہل ذک کی ارشاد و ہدایت کے لئے بھیجا،

حضرت حصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ نے ان کے متعلق خود ان کی قوم کی تبلیغ و ہدایت فرمائی،

حضرت مسعود بن وائل رضی اللہ عنہ

ان کی نامہال قبیلہ بنی مین تھی جو تبوک کا ایک قبیلہ تھا اور اس

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

تعلق سے بدراون سے مانوس تھے، آپ نے اون کو بدون کی

تبلیغ و ہدایت کے لئے منتخب فرمایا۔

حضرت مالک بن احمر رضی اللہ عنہ

یہ اسلام لائے اور خود در خواست کی بجائے ایک فرمان مقرر کیا

جائے کہ اہل کفر و بدعت سے اپنی قوم کو دعوت اسلام دیں۔

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ

آپ نے ان کے ذریعہ سے عبید جعفر کو دعوت اسلام دی

وہ دونوں اسلام لائے اور دہان کے تمام عرب کو دعوت

اسلام دی جس کو سب نے بخوشی قبول کیا،

حضرت علاء بن عبید اللہ انصاری

آپ نے ان کو بحرین میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو دعوت

اسلام دیں، اور منذر بن سادسی اور یثرب کے نام بھیج دیے

کے ساتھ خط و بارہ دونوں مسلمان ہو گئے اور ان کے اہل

دہان کے تمام عرب اور بعض عجم نے اسلام قبول کیا۔

حضرت وبرا بن جنس کلی

آپ نے ان کو یمن میں بھیجا کہ وہ نعمان بن بزرخ کی صاحبزادی

کے یہاں ورسے اور وہ سب مسلمان ہو گئیں اور ان کے

غیر زیدی اہل اور مرکز کو پیغام اسلام دیا، اور وہ بھی مسلمان

و عظ و پند، ارشاد و ہدایت، اور تبلیغ و دعوت کے علاوہ صحابہ کرام کے حسن اخلاق کی

خاموش زبان نے بھی بعض قبائل کو اسلام کی طرف مائل کیا اور وہ لوگ بطیب خاطر مسلمان

ہوئے، ایک غزوہ میں صحابہ کرام مایس سے بیتاب ہو کر بانی کی تلاش میں نکلے تو حسن اتفاق سے

سلطہ و غفر فرست اسد انصاری اور فتوح البلدان سے تیار کی گئی، ابو داؤد کتاب الخرج میں ان بزرگوں کے نام ملتے ہیں، اگر رجال کی کتابوں کا

استقصا کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے،

ایک عورت مل گئی جس کے ساتھ پانی کا مشکینہ تھا صحابہؓ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور آپ کی اجازت سے پانی کو استعمال کیا اگرچہ آپ نے اسی وقت اس کو پانی کا معارضہ دلوادیا تاہم صحابہ کرام پر اس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اس عورت کے کانوں کے آس پاس حملہ کرتے تھے تو خاص اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے، اس پر اس منت پذیر بی کا یہ اثر ہوا کہ اس نے اپنے تمام خاندان کو قبول اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے،

صحابہ کرام کے یہ وہ مساعی جمیلہ تھے جن کے اثر سے متعدد قبائل نے اسلام قبول کیا لیکن ان قبائل کے علاوہ اور بھی متفرق لوگ ہیں جو صحابہ کرام کے ذریعہ سے اسلام لائے، حضرت ام حکیم بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی، وہ خود فتح مکہ کے دن اسلام لائیں، لیکن ادن کے شوہر بھاگ کر مین میں چلے آئے، حضرت ام حکیم نے مین کا سفر کیا اور ادن کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ادن کو دیکھ کر خوشی سے اوجھل پڑے بدن پر چادر تک نہ تھی لیکن ادن سے اسی حالت میں بیعت لی،

حضرت ابو طلحہؓ نے حالت کفر میں حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا، لیکن ادنھوں نے کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہوگا، اس کے سوا تم سے کچھ نہ مانگوں گی چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا،

حضرت جبار سلمیؓ نے حالت کفر میں شہداویر معونہ مین سے ایک قاری کو نیزہ مارا تو ادنھوں نے

زخم کھانے کیساتھ ہی نہایت موثر لہجے میں کہا

لے ہمارے آپ نبی باب الصید الطیب فیہ نور المسلمین موطائے امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشک اذا اہلک زوجہ قبلہ،

لے اسد الغایہ تذکرہ حضرت زید بن سہل بن اسود،

حضرت جبار کو تعجب ہوا کہ میں نے تو ان کو قتل کر دیا آخر ان کو کامیابی کیونکر ہوئی؟ بعد کو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام شہادت ہی کو اپنی کامیابی سمجھتے تھے، چنانچہ اسی اثر سے انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اگرچہ خود مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے لیکن ان کی مان کا فرہم تھیں اس لئے ان کو براہِ دعوت اسلام دیتے رہتے تھے، ایک روز ان کو اسلام کی ترغیب دی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا ان کو یہ کیونکر گوارا ہو سکتا تھا روتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ میری مان کے لئے دعائے ہدایت فرمائیے، آپ نے دعا فرمائی کہ خداوند ابو ہریرہ کی مان کو ہدایت دے، پلٹے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور پانی گرنے کی آواز آ رہی ہے، ان کی مان نے پائون کی آہٹ پائی تو کہا، ”ابو ہریرہ! آگے نہ بڑھو“ نہادھو کر فوراً کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کلمہ توحید پڑھا، حضرت ابو ہریرہؓ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے مارے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی،

دفعہ بنو تمیم آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا مقصد ہے؟ سب نے جواب دیا کہ ”ہم اپنے شاعر اور اپنے خطیب کو لائے ہیں کہ آپ سے مغفرت کریں، ارشاد ہوا کہ ”ہم نہ شاعری کے لئے مبعوث ہوئے نہ ہم کو خدا نے مغفرت کا حکم دیا تاہم آؤ اور مغفرت کرو“ اقرع بن حابس ساتھ تھے انھوں نے ایک جوان کی طرف اشارہ کیا اوس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور اپنی قوم کے تمام مغفرت گنائے، حضرت ثابت بن قیسؓ آپ کے خطیب تھے آپ نے

ان کو مقابلے کے لیے کھڑا کیا تو انھوں نے اس کا جواب دیا اوس کے بعد زرقان بن بدر کے حکم سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مدح میں چند اشعار سنائے اپنے حضرت حسان بن ثابت کو جواب دینے کا حکم دیا اور انھوں نے ایک قصیدے میں انصار کے اسلامی کارنامے گنائے، ابھی قصیدہ ختم نہیں ہوا تھا کہ قرع نے کہا یا رسول اللہ میرا مقصد ان سب سے الگ ہی یہ دو شعر سن لیجئے، اوس نے شعر پڑھے تو آپ کے حکم سے حضرت حسان نے اسکی تردید کی یہ کل دو شعر تھے جس کا آخری مصرع یہ تھا،

لنا خول من بین ظیل وحناء مہ      تمنا قلیلہ ہار لکھنا عورتیں دایہ اور مرد خاد مہ،

آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ "اے بنو دارم کے بھائی (قرع کا قبیلہ تھا) جبکہ تمام لوگ اس کو بھول گئے تھے مجھ کو اس کی یاد تازہ کرانے کی ضرورت نہ تھی، ان لوگوں پر اس کا سخت اثر ہوا اس جملہ معترفہ کے بعد حضرت حسان بن ثابت نے پھر اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا آخر کار قرع بول اڑھا کہ خدا جانے کیا بات ہو کہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ثابت ہوا" یہ کہہ کر آپ کے قریب آیا اور کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا،

خلفاء راشدین کے زمانے میں اور بھی کثرت سے اسلام پھیلنا حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ثنی بن حارثہ ثیبانی ایک نہایت مشہور اور بہادر شخص تھا جو خود بہ خود مسلمان ہو گیا اور اوس کے ساتھ اوس کی قوم کے بہت سے لوگ بھی اسلام لائے وہ پہلے عراق میں غارتگری کیا کرتا تھا اب وہ خود حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ میری قوم کے

۱۷ اسرافاتہ ذکرہ حضرت اقرع بن حابہؓ،

جو لوگ مسلمان ہو گئے، مین مجھکو ان کا امیر العسکر مقرر فرما دیئے ان کے ذریعہ سے مین ایرانیوں پر حملہ کروں گا، حضرت ابو بکرؓ نے اوس کو ایک اجازت نامہ لکھ دیا وہ وہاں سے چل کر مقام خغان مین آیا اور رقیہ قوم کو دعوت اسلام دی اور تمام لوگ بخوشی مسلمان ہو گئے،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین فتوحات کے ساتھ ساتھ اور بھی وسعت سے اسلام کی اشاعت ہوئی، جب جنگ قادسیہ مین رستم مارا گیا تو اوس کے ساتھ ولیم کی جو چار ہزار منتخب فوج تھی اور خسرو پر دیز کی باڈی گاڑ ہوئے کی وجہ سے چند شاہنشاہ کے لقب سے ممتاز تھی کل کی کل مسلمان ہو گئی اور مسلمان ہونے کے بعد داین اور جلولاہ کے معرکہ مین نمایاں حصہ لیا، قادسیہ کی جنگ مین ضخیم مسلم رافع، اور عشق بھی اپنے تمام رفقاء کے ساتھ مسلمان ہوئے اور انہی کے مشورے سے مسلمانوں نے جنگی ہاتھیوں پر قابو پایا، اصفہان کے حملہ کے بعد جب جے فتح ہوا تو اس پاس کے تمام روساء جو اپنے قلعوں مین پناہ گزین تھے مسلمان ہو گئے، قزوین پر حملہ ہوا تو ولیم کی جو قوم وہاں آباد تھی کل کی کل مسلمان ہو گئی

سیاہ اسواری نیزد گرد کے مقدمہ الجیش کا ایک بڑا افسر تھا، نیزد گرد جب اصفہان کو روانہ ہوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھ جن مین شہسوار تھے اسطرح کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ ہر شہر سے اپنے ساتھ سپاہی انتخاب کر کے لیتا چلے وہ اسطرح پہونچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے سوس کا محاصرہ کیا ہوا اسلئے نیزد گرد نے سیاہ کو سوس بھیج دیا وہ جب فتح ہو گیا،

۱۔ نوح البلدان صفحہ ۱۷۵، ۲۔ نوح البلدان صفحہ ۲۸۹ طبری صفحہ ۲۷۱ مین ہرکان مین کچھ لوگ جنگ سے پہلے اور کچھ جنگ کے بعد مسلمان ہو کر شریک جنگ ہوئے اور ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا، اور دودھزار کا وظیفہ مقرر ہوا، ۳۔ طبری صفحہ ۲۷۲، ۴۔ نوح البلدان صفحہ ۳۲۱ ۵۔ نوح البلدان صفحہ ۳۲۹



تو سیاہ نے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ ”ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ قوم اس سلطنت پر غالب ہو جائیگی اور اصرار کے محل اودن کے گھوڑوں کے اصرار بن جائیں گے، اب بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اودن کے مذہب میں داخل ہو جائیں، چنانچہ وہ سب کے سب چند شرائط پر مسلمان ہو گئے اور اودن کے ساتھ سیانچہ، زط، اور اندغار نے بھی جو ہندوستانی توہین تھیں اسلام قبول کر لیا،

جلولہ کی فتح کے بعد اوس اطراف کے تمام بڑے بڑے رؤساء مثلاً جمیل ابن بصیری بسطام بن ترسی، رفیل، اور فیروز مسلمان ہو گئے،

تشرکا محاصرہ ہوا تو ہرمزان نے اطاعت قبول کر لی اور حضرت ابو موسیٰ اشعرئی نے اسکو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا اور وہ اودن کی خدمت میں پہونچ کر مسلمان ہو گیا تشرسے فارغ ہو کر حضرت ابو موسیٰ اشعرئی نے چند سیانچہ پور کا رخ کیا تو وہاں سے کچھ لوگ بھاگ کر کلبانیہ چلے گئے، حضرت ابو موسیٰ اشعرئی نے ربیع بن زیاد کو اودن کے تعاقب میں روانہ کیا اور انھوں نے جا کر کلبانیہ کو فتح کر لیا وہاں کے اسادرہ نے امان طلب کی اور امان حاصل ہونے کے بعد سب کے سب مسلمان ہو گئے،

یہ وہ لوگ ہیں جو جماعت کے ساتھ دایرہ اسلام میں داخل ہوئے لیکن ان کے علاوہ تاریخین میں اور بھی بہت سے نو مسلموں کے نام ملتے ہیں جو متفرق طور پر اسلام لائے تو فتح البلدان میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں

میرا خراج معائنہ کر دیجیے،

تشر کی جنگ میں حضرت ابو موسیٰ اشعرئی کے پاس ایک عجمی نے آکر ان طلب کی اور  
سلمانؓ ہو گیا،

روز بہ بن بزرگمہر بن ساسان ایرانی فوج کا ایک افسر تھا جو رومیوں سے مل گیا تھا  
لیکن اسکو رومیوں پر اعتماد نہیں تھا، بالآخر حضرت سعد بن مالکؓ نے اس کو ایک خط  
کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا جس میں اس کے حالات سے اطلاع دی وہ دربار  
خلافت میں پہنچا کر سلمان ہو گیا، اور حضرت عمرؓ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا،

وہ شوق فتح ہوا تو وہ ان کا پادری جس کا نام اور کون تھا حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا،  
حضرت کعب احبار سفر بیت المقدس میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
اور اسلام لائے،

شیرج بن ہانی شنیانی ایک شخص تھا جس کی بی بی حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائی  
اور حضرت عمرؓ نے ان دونوں میں تفریق کرادی،

مصر اور افریقہ میں بھی بکثرت اسلام پھیلا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب مصر  
کے بعض قبیلات کے لوگوں کو لونڈی غلام بنا کر عرب میں بھیجا اور وہ فروخت ہو کر عرب میں  
پھیل گئے، تو حضرت عمرؓ نے ان کو سہر جگہ سے بلا کر مصر بھیج دیا اور لکھا کہ ان کو اختیار ہو خواہ  
اسلام لائیں خواہ اپنے مذہب پر قائم رہیں،

۱۔ توح البلدان صفحہ ۲۷، ۲۔ توح البلدان صفحہ ۳۰۰، ۳۔ طبری صفحہ ۴۶۹، ۴۔ توح البلدان ذکر غزوة سنان، ۵۔ دنا و النوار

صفحہ ۴۰۹، ۶۔ دنا و النوار صفحہ ۴۱۴

چنانچہ ادن میں بلیب کے رہنے والے کل کے کل مسلمان ہو گئے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قیدیوں نے اسلام قبول کیا، تاریخ طبری میں ہے کہ جب تمام قیدی اکٹھا کئے گئے تو عیسائیوں کے سامنے ایک ایک قیدی کو لایا گیا اور اس کو عیسائیت پر قائم رہنے یا اسلام قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، جب کوئی قیدی اسلام قبول کرتا تھا تو مسلمان اس سے زور سے تکبیر کا نعرہ مارتے تھے کہ کسی شہر کے فتح پر بھی تکبیر کی صدائیں یہ غلغلہ انگیزی نہیں پائی جاتی تھی لیکن اگر وہ عیسائیت پر قائم رہتا تھا تو مسلمانوں کو اس قدر صدمہ ہوتا تھا کہ گویا کوئی آدمی خود ادن کی جماعت سے کل گیا ہو، بعض واقعات نے اسلام اور عیسائیت کی اس کشمکش کو انتہایت دلچسپ بنا دیا تھا، ابو مریم ایک عیسائی تھا جس کے سامنے یہ دونوں مذہب پیش کئے گئے، تو نیت ایزدی نے اعانت کی اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں نے فوراً اس کو اپنی جماعت میں شامل کر لیا، لیکن ابو مریم کے باپ، مان، اور بھائی بھی موجود تھے، انھوں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور باہم اس قدر کشمکش ہوئی کہ اس کے کپڑے پرزے پرزے ہو گئے، دیماط کی فتح کے بعد جب اسلامی فوجیں آگے بڑھیں تو بقرہ اور ورادہ سے لیکر عسقلان تک ہر جگہ اسلام پھیل گیا،

شہر مصر کا ایک مشہور شہر ہے وہاں کا رئیس پہلے ہی سے مسلمانوں کی طرف مائل تھا جب اسلامی فوجیں دیماط میں پہنچیں تو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ کل کر مسلمانوں سے جا ملا اور مسلمان ہو گیا،

ان نو مسلموں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ وہ الگ الگ محلوں میں آباد کرائے گئے، چنانچہ  
فسطاط میں تین محلے قائم کئے گئے جن میں دو محلے یونانی نو مسلموں کے اور ایک یہودی نو مسلموں کا تھا  
اور اون کا خاندان اس قدر وسیع تھا کہ ایک ایک معرکہ میں اون کے ہزار ہزار آدمی شریک  
ہوتے تھے،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بھی بہت کچھ اسلام کی اشاعت ہوئی ان کے زمانے  
میں جب آذربائیجان والوں نے بغاوت کی اور اشعث بن قیس نے اس کو فتح کر کے اون کے  
ساتھ معاہدہ صلح کیا تو وہاں بہت سے عرب آباد کرائے گئے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، ان  
لوگوں کی ہدایت و ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ اشعث بن قیس دوبارہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی طرف سے  
آذربائیجان کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو اون میں اکثر لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھ چکے تھے،  
ایک بار بہت سی رومی لونڈیاں گرفتار ہو کر آئیں تو حضرت عثمانؓ نے دن کو دعوتِ اسلام  
دی اور اون میں سے دو اسلام لائیں،

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں بھی بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے  
چنانچہ جب اونھوں نے افریقہ کو فوج روانہ کی تو نافع بن قیس قریشی نے جو برقعہ اور زولیلہ کے گورنر  
تھے اس میں اون برابرہ کو بھی داخل کیا جو اسلام لاپکے تھے، اس فوج گران کے ساتھ حبیب  
نافع نے افریقہ کے شہروں پر حملہ کیا تو اور بھی بہت سے برابرہ اسلام لائے، معجم البلدان میں ہے،  
واسلم علی یدہ خلق من البیاب وفتناہم ان کے اقتدار بہت سے برابرہ اسلام لائے اور انہیں خدا کا دین

دین اللہ حتی اصل ببلاد السودان، بیل گیا میان تک کرسوڈان تک پہنچ گیا

غیر قوموں کے علاوہ عرب نے ابتدا ہی سے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اسلام قبول کرنا شروع کیا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق پر حملہ کیا تو رومیہ وغیرہ کے جو قبائل دہان آباد تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے،

حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب حضرت ابو عبیدہؓ نے قنسرین پر حملہ کیا تو قبیلہ تنوخ کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے، جو لوگ عیسائیت پر قائم رہے ان میں بھی ایک جماعت نے حلیفہ ہمدی کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا، قبیلہ طے کے جو لوگ یہاں آباد تھے ان میں بھی بہت سے لوگ اسلام لائے جن لوگوں نے جزیرہ پر مصالحت کر لی تھی وہ بھی کچھ دنوں کے بعد واپس اسلام میں شامل ہو گئے، حلب کے آس پاس جو عرب آباد ہو گئے تھے اسی سلسلہ میں انھوں نے پہلے تو جزیرہ پر مصالحت کر لی پھر بعد کو اسلام قبول کر لیا، اسی طرح جب مسلمان شام میں آئے تو بہت سے شامی عرب مسلمان ہو گئے،

مکریت پر حملہ ہوا تو تغلب، ایاد، تمروغیرہ کے جو قبائل دہان آباد تھے سب کے سب اسلام لائے اور مسلمانوں نے انہی کی جاسوسی سے مکریت کو فتح کیا،

ابتداء اسلام سے خلفاء کے زمانے تک جن قوموں اور جن ملکوں میں اسلام پھیلا یہ اس کی نہایت سادہ تاریخ جو اب تاریخی حیثیت سے صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ صحابہ کرام کے عہد میں اسلام کیونکر پھیلا؟ یورپ کے نزدیک اس سوال کا جواب ہمیشہ تلوار کی زبان نے دیا ہے، لیکن

لے حجم البلدان ذکر تیروان، طہ طبری صفحہ ۲۱۷، طہ نوح البلدان صفحہ ۱۵۲، طہ نوح البلدان صفحہ ۱۵۴، طہ طبری صفحہ ۲۱۷

ہم نے جو واقعات جمع کر دیئے ہیں، ان میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس سے جبری اسلام کی شہادت مہیا کی جاسکی، عہد نبوت میں صحابہ کرام کے مساعی جمیلہ سے اسلام کی جو کچھ اشاعت ہوئی وہ محض ان کے وعظ و پند، ہدایت و ارشاد، فضائل اخلاق، اور ذاتی رسوخ و اقتدار کے بدولت ہوئی، عہد خلافت میں بے شبہ فتوحات کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام نے بھی وسعت و عمومیت حاصل کی لیکن اس زمانے میں بھی کسی سے تلوار کی زبان سے کلمہ نہیں پڑھوایا گیا، (۱) بلکہ چپتے لوگوں نے تو صرف صحابہ کے فضائل اخلاق کی بنا پر اسلام قبول کیا، چنانچہ جنگ قادسیہ میں ایک ایرانی گرفتار ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا، اس کو مسلمانوں کی وفاداری، راستبازی، اور ہمدردی کا منظر نظر آیا تو بیاختہ کہنے لگا کہ جب تک تم میں یہ اوصاف موجود ہیں تم شکست نہیں کھا سکتے اب مجھے ایرانیوں سے کچھ مطلب نہیں،

شطا جو مصر کا ایک بہت بڑا رئیس تھا مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا چرچا سن کر گرویدہ اسلام ہو گیا، اور دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا، تاریخ مقرر می میں ہر،

فخر جہ شطا فی الغین من اصحابہ و شطا دو ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں کی عفت الحق بالمسلمین و قتل کان قبلہ الک یحییٰ میں شامل ہو گیا وہ پہلے نیکی کو دوست رکھتا تھا اور مسلمانوں

کو میل لی مالہ سمعہ من مسیو ۲۰۲۰ ہل کا اسلام کے محاسن اخلاق کو سکران کی طرف اہل تھا

صحابہ کے محاسن اخلاق میں مساوات ایک ایسا وصف تھا جو خود و قلوب کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، بالخصوص جب مسلمانوں کی مساویانہ طرز معاشرت کا ایرانیوں کی ناہموار طرز معاشرت سے

مقابلہ ہوتا تھا تو یہ ضعف خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا تھا اور حق پسند لوگ خواہ مخواہ  
بندوں کی غلامی سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک بار زہرہ نے رستم سے  
دوران گفتگو میں اسلام کے جو محاسن بتائے اور میں ایک یہ تھا

اخراج العباد من عبادۃ العباد  
بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں  
داخل کرنا اسلام کا اصلی مقصد ہے،

الی عبادۃ اللہ تعالیٰ،  
رستم نے یہ سن کر کہا لیکن ایرانیوں نے تو اردشیر کے زمانے سے طبقہ سافلہ کے پیسے شیعین  
کر دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ اس دائرے سے نکلے تو شرفاء کے حریف بن جائینگے، رفیل  
ایک شخص ابتدا ہی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا اس پر اس کا یہ اثر ہوا کہ رستم چلا گیا تو اس نے  
فوراً اسلام قبول کر لیا،

(۲) بہت سے لوگ دعوت و تبلیغ سے اسلام لائے مثلاً ثنی بن حارثہ شیبانی کی کل  
قوم اس کی دعوت سے اسلام لائی، ایک بار بہت سی رومی نوڈیان آئین حضرت عثمانؓ نے  
اون کو دعوت اسلام دی اور اون میں سے دو مسلمان ہو گئے، تفسرین اور حلب پر حملہ ہوا  
تو وہاں کے عرب قبائل حضرت ابو عبیدہؓ کی دعوت سے اسلام لائے،

جب اشعث بن قیس نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں آذربائیجان کو فتح کیا  
تو وہاں اہل عرب کی ایک جماعت مقرر کر دی کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دین چنانچہ اس  
مقدس جماعت کے اثر سے چند ہی دنوں میں بہت سے لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید کی

تعلیم سے بہرہ اندوز ہو گئے،

(۳) بہت سے لوگوں نے بطور عرض و رضا خود اسلام قبول کیا چنانچہ جنگ اسکندریہ کے بعد جب اسیران جنگ کو اختیار دیا گیا کہ وہ خواہ اسلام قبول کریں خواہ اپنے مذہب پر قائم رہیں تو ان میں بہت سے قیدیوں نے خود بخود اسلام قبول کر لیا،

(۴) بعض لوگ بے شبہ مغلوب ہو کر اسلام لائے لیکن ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ اون کو خود نظر آیا کہ اب اون کی بھلائی اسی میں ہو کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں چنانچہ جنگ قادسیہ میں رستم کے قتل کے بعد پرتو کی باڈی گارڈ فوج نے کہا کہ ہماری حالت ایرانیوں سے مختلف ہے اب ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ہم نے ایرانیوں کے لئے کوئی نمایاں کام نہیں کیا اسلئے بہتر یہی ہو کہ ہم مسلمانوں کے دین میں داخل ہو کر اون کے ذریعہ سے عزت حاصل کریں ایسا اسواری نے اپنے رفقاء کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو کہا کہ ہم لوگ پہلے ہی سے کہتے تھے کہ یہ لوگ (مسلمان) اس سلطنت پر غالب ہو جائینگے اور اھل حق کے محل اون کے گھوڑوں کے اھٹیل بن جائینگے، اب تم اون کا غلبہ علانیہ دیکھ رہے ہو، سوچو، اور اون کے دین میں داخل ہو جاؤ،

مسلمون ہمنفس | اسلام کی ابتدا و نہایت غربت کے ساتھ ہوئی اس کے ساتھ وہ ابتدا میں اس قدر مبغوض تھا کہ جو شخص اس کو قبول کرتا تھا اس کو مجبوراً اپنے گھر بار، اہل و عیال، اور دولت و مال سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ اسلام کے دائرہ میں داخل



ہوتے تھے اسلام ہی کو اون کے سدرشق کا تکفل ہونا پڑا تھا، اس بنا پر آنحضرت صلعم نے حضرت بلالؓ کو اس خاص خدمت پر مامور کر دیا تھا کہ جو محتاج مسلمان آئین قرض لیکر اون کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دین اس کے بعد جب کمین سے مال آتا تو وہ قرض ادا کر دیا جاتا، لیکن صحابہؓ کی ذاتی فیاضیاں بھی بہت کچھ اس کا ذخیرہ بن چھتی تھیں، بالخصوص حضرت ابو بکرؓ کو اکثر اسکی توفیق ہوتی تھی اون کو تجارتی کاروبار نے نہایت دولت مند بنا دیا تھا اور اونکی دولت کا بڑا حصہ مسلمانوں کی دستگیری اور اعانت میں صرف ہوتا تھا، (صحابہ میں ہر)

وعندہ اربعون الفا فکان یفتی اون کے پاس چالیس ہزار... تھے جس سے غلام کو آزاد

منہا ویعول مسلمین، کراتے تھے اور مسلمانوں کا تکفل فرماتے تھے،

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایک نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں اسلئے اون کا گھر گویا مسلمانوں کا مہمان خانہ بن گیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو اون کے یہاں صرف اس بنا پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی کہ اون کے گھر میں مہمانوں کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا، حضرت درہ بنت لہبؓ بھی نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں کبھی کبھی خود رسول اللہ صلعم صحابہ کرام کو نزد مسلمانوں کی اعانت کی طرف متوجہ فرماتے اور صحابہ خوشی اون کا تکفل فرماتے، ایک بار قبیلہ بنو عذرہ کے تین شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا آپ نے فرمایا ان کا بار کون اٹھائے گا حضرت طلحہؓ نے کہا "میں"

طحا اور او کتاب الخرج باب فی الامام قبلہ وایا المشرکین، ص ۱۷۲ صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا نفقۃ ہا کرتا بالفتن و انشراط الساحتہ باب فی خروج الرجال، ص ۱۷۲ اصحابہ بزرگہ درہ، ص ۱۷۲ مسند جلد ۱ صفحہ ۱۱۶

مہاجرین میں جو لوگ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے آنحضرت صلعم اؤن کو صحابہ  
 کے حوالے کر دیتے تھے اور صحابہ اؤن کو تعلیم دیتے تھے اور اؤن کی معاش کے تکفل ہوتے تھے  
 چنانچہ تعلیم قرآن کے عنوان میں اس کی مثالیں آئیں گی،



## اقامت دین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عقائد و اعمال کی جو سطح قائم ہو چکی تھی، صحابہ کرام نے نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ اس کو قائم رکھا، عقائد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب عرب میں ارتداد کی عام ہوا چل گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کے دفعیہ کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دی، اور ان کے ماسعی جھیلنے جو نیک نتائج پیدا کئے، تاریخ میں ان کی تفصیل پڑھ کر اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان کے عہد میں اسلام مر کے دوبارہ زندہ ہوا اور کلمۂ توحید کی صدا خاموش ہو کر دوبارہ غلغلہ انداز عالم ہوئی،

حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور بھی متعدد صحابہ کو اس نیک خدمت کے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، اور انھوں نے بہت سے لوگوں کو تضرعات میں گرنے سے بچایا، چنانچہ جب تمام کہ عرب کے اس عالمگیر ارتداد کی خبروں سے گونج اٹھا تو حضرت سہیل بن عمروؓ کو خوت ہوا کہ کہیں خود قریش بھی اس دباؤ میں مبتلا نہ ہو جائیں، اسلئے انھوں نے خصوصیت کے ساتھ قریش کی طرف خطاب کر کے ایک طویل خطبہ دیا جسکے چند فقرے یہ ہیں،

یا معشر قرائش لاکھو لو! اخومن اسلم  
 واول من ادتد والله ان هذا  
 لدین یتمدن امتداد الشمس و  
 القمر من طلوعهما الی غروبهما،  
 اے گردہ سریش بنو کہ تم سب کے اخیرین تو اسلام  
 لائے اور سب پہلے مرتد ہو جاؤ، خدا کی قسم یہ دین  
 رہن تک پھیلے گا جان تک چاند اور سورج  
 کے طلوع و غروب کی حد پر،

اس خطبے کا یہ اثر ہوا کہ تمام قبیلہ قریش اسلام پر قائم رہا،  
 حضرت ثمامہ بن آثالؓ یمامہ کے رئیس تھے، آپ کے وصال کے بعد اگرچہ تمام  
 یمامہ مرتد ہو گیا، لیکن ادون کے زیر اثر جو لوگ تھے وہ عقیدہ توحید پر قائم رہے اور وہ تمام  
 اہل یمامہ کو مسلمہ کی تقلید سے روکتے رہے، لیکن جب ادون کے ارشاد و ہدایت کا ادون پر  
 اثر نہ ہوا تو ادون سے الگ ہو کر ہجرت کا عزم کر لیا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی بہت سے لوگوں کو اس گمراہی سے نجات  
 دلائی، چنانچہ ایک بار وہ بنو حنیفہ کی مسجد سے گزرے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ مسلمہ کے پیرو  
 ہیں، سب کو طلب کیا اور ادون سے توبہ کروائی، ابن النواصح نے انکار کیا تو سر بازار  
 ادس کی گردن اوڑا دی، اور فرمایا جو شخص اس عبرت انگیز منظر کو دیکھنا چاہے وہ بازار  
 میں جا کر دیکھ سکتا ہے،

نازبا خلفاء نے ناز کی تمام جزئیات و خصوصیات کے قائم رکھنے کے لئے جو انتظامات کئے  
 اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ، ۲۔ اسد الغابہ تذکرہ حضرت ثمامہ بن آثالؓ، ۳۔ ابو داؤد کتاب الجہاد  
 باب فی الرسل،

احضرت عمرؓ نے تمام حال کے نام ایک فرمان لکھا، جس میں نماز کے اوقات کی تفصیل فرمائی اور اون کی پابندی کی طرف توجہ دلائی، اس فرمان کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں،

ان اہم امرکم عندی الصلوۃ فمن حفظها وحافظ علیہا حفظ دینہ ومن ضیعہا فہو لما سواہا اضعیع  
میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے جس شخص نے اس کی محافظت کی اس نے اپنے دین کی محافظت کی اور جس شخص نے اس کو ضائع کر دیا وہ اس کے سوا اور چیزوں کو بھی ضائع کر لگا،

اخیر میں نماز عشاء کا وقت لکھا تو اس کے ساتھ یہ فقرے لکھے،  
فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ  
جو شخص بغیر نماز عشاء پڑھے ہوئے سو گیا تو اس کی آنکھ نہ سوئے، نہ سوئے، نہ سوئے،

۲ جمعہ کے غسل کے متعلق اختلاف ہے کہ واجب ہی یا سنت، بہر حال جو کچھ بھی ہو لیکن حضرت عمرؓ نہایت شدت سے لوگوں کو اس کی پابندی پر مجبور کرتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ دیر کر کے آئے اور شریک جمعہ ہوئے، حضرت عمرؓ خطبہ دیر ہے تھے، فرمایا یہ کو نسا وقت ہے؟ بولے ابھی بازار سے پلٹا تھا کہ اذان سُنی اور وضو کر کے حاضر ہو گیا، بولے صرف وضو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غسل کا حکم بھی دیتے تھے،

۳ حضرت عمرؓ جماعت کی پابندی کا نہایت خیال رکھتے تھے، ایک دن

اسے موطائے امام مالک کتاب وقت الصلوۃ، موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ باب العمل فی غسل یوم الجمعہ،



جب مرد مسجد سے نکل جاتے تھے تو عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی،

**زکوٰۃ:** اسلام کے ارکان خمسہ میں زکوٰۃ ایک نہایت ضروری رکن ہے، لیکن حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں ارتداد کی وبا عام پھیلی، تو متعدد قبائل نے زکوٰۃ دینا موقوف کر دیا، اس موقع پر اگر انھوں نے اس ستون کو نہ تھا، نہ ہوتا تو اسلام کا یہ رکن اعظم قائم نہ رہتا، لیکن انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی کی تیاریاں شروع کر دیں، اگرچہ حضرت عمرؓ نے اول اول اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ کلمہ گویوں سے کیونکر جہاد کیا جاسکتا ہے؟ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا،

واللہ لا قاتلین من فرق بین الصلوٰۃ	خدا کی قسم جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے
والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ	میں اور ان سے جہاد کروں گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے
لو منعونی عقالا کافوا یودونہ اسے	اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی جبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقا تکفہم علی منہ	روک رکھیں گے تو میں اس کے روکنے پر اذن سے ہمارا روکا

بالآخر حضرت عمرؓ کو بھی اعتراض کرنا پڑا کہ انھوں نے جو کچھ کیا حق تھا،

**حج:** خلفاء راشدین نے حج اور مناسک حج کو نہایت مستعدی کے ساتھ قائم رکھا،

بیت الاحرام اگرچہ خود مکہ میں تھا لیکن خدواہل مکہ میں حج کا وہ ذوق و شوق نہیں پایا جاتا تھا جس کے نشہ میں باہر والے مدہوشانہ آتے تھے،

ایک بار حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو اہل مکہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا اُسے اہل مکہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی حنیفہؓ اور اود و بخاریؓ کتاب الزکوٰۃ

یہ کیا ہے ہر کہ لوگ پر گندہ مواتے ہیں، اور تمہارے سر میں تیل پڑا ہوا ہے، جب پہلی کا چاند دیکھو تو فوراً احرام باندھ لو!

جب حج کا زمانہ آتا تو خود قافلہ سالار ہوتے اور تمام لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم فرماتے موطائے امام مالک میں ہے،

ان عمر بن الخطاب خطب لئاس  
حضرت عمر بن الخطاب نے عرفین خطبہ دیا اور لوگوں کو  
بعافۃ و علم صامراً لبحر  
سایل حج کی تعلیم دی

حج کے زمانے میں بہت سے لوگوں کو اس خدمت پر مامور فرما دیتے تھے، کہ حاجیوں کو مقام منابین عقبہ کے پار پہنچا آئیں، کیونکہ عقبہ کے اسی طرف ٹھہر جانا مناسک حج میں محسوب نہ تھا،

جو لوگ احکام حج کی خلاف ورزی کرتے، اذن پر عموماً گرفت فرماتے، ایک بار حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے حالت احرام میں رنگین کپڑے پہنے تھے، حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو فرمایا، آپ لوگ دنیا کے لئے نمونہ و مثال ہیں، اگر کوئی جاہل اس کپڑے کو دیکھے گا تو کہے گا کہ حالت احرام میں طلحہ بن عبید اللہ تو رنگین کپڑے پہنتے تھے اس لئے اس قسم کا کوئی کپڑا ہرگز نہ پہنو،

ایک بار ایک شخص طوان رخصت کئے بغیر چلا گیا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس کو خود دیکھ کر داپس لائے،

وطائے امام مالک کتاب الحج باب لا فائزۃ علیہ موطائے امام محمد کتاب الحج باب لم یؤت  
بکتابہ من موطائے امام مالک کتاب الحج باب لیس لثیاب لم یصنع فی الاحرام موطائے امام مالک کتاب الحج باب و اعراب البیت



روزہ | روزہ ایک نہایت خشک اور بے آب و رنگ عبادت ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت شاندار اور بارونق بنا دیا، تراویح کا خاص اہتمام کیا، اور اس کو باجماعت کر دیا، مسجدِ نبویؐ میں روشنی کر دائی اور روزہ داروں کے روزے مقرر کئے، جس کی مقدار ایک درہم روزانہ تھی، حضرت عثمانؓ نے ترقی دیکر اس مقدار کو دو گنا کر دیا، آج رمضان میں جو رونق و شان نظر آتی ہے وہ صحابہ کرام ہی کے فیض و برکت کا نتیجہ ہے،

تحسیرِ مدینہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا، یعنی حدودِ مدینہ کے اندر کے جانور و درخت اور گھاس بالکل محفوظ تھے اور اون کو کوئی شخص اتھ نہیں لگا سکتا تھا، صحابہ کرام اگرچہ بذاتِ خود اس کی حرمت کا محاذ رکھتے تھے، تاہم حضرت عمرؓ نے اس کی نگرانی کے لئے ایک خاص عامل مقرر کر دیا تھا، تاکہ تجار ایمان کا ادب و احترام ہمیشہ قائم رہے،

نکاح و طلاق | نکاح و طلاق کے تمام شرائط و احکام کو صحابہ کرام نے نہایت سختی کے ساتھ قائم رکھا اور اس کی پابندی کرائی، ایامِ عدت میں نکاح حرام ہے، لیکن ایک عورت نے ایامِ عدت ہی میں نکاح کر لیا، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو میان بی بی و دونوں کو سزا دی،

جو عورتیں میوہ ہو جائیں اون کے لئے قبل انقضائے عدت گھر سے نکلنا ناجائز ہے،

حضرت عمرؓ اس سختی کے ساتھ اس حکم کی پابند کر داتے تھے کہ اس قسم کی عورتوں کو حج کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے،

نکاح منع اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں حرام ہو چکا تھا، تاہم حضرت عمرؓ کے عہد میں شدت کے ساتھ اس کی روک ٹوک کی گئی، ایک بار ادن کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے ایک لونڈی کے ساتھ منع کیا ہے، گھبرا کر اوٹھے اور جا کر گھسٹے ہوئے پہنچے اور فرمایا کہ یہ منع ہے، اگر میں نے پہلے سے اس کا اعلان کیا ہوتا تو اس شخص کو سنگسار کرتا، غرض احادیث کی کتابوں میں عبادات و معاملات کے سیکڑوں احکام اس قسم کے موجود ہیں، کہ اگر صحابہ کرام نے ان کے استحکام و بقا میں کچھ بھی مدد نہنت کی ہوتی تو تمام عالم دین مٹ گئے ہوتے، اور آج جو حالت قائم ہے وہ آج سے بہت پہلے قائم ہو چکی ہوتی،

جمع و ترتیب قرآن، اسلام کا قیام و بقا، تمام قرآن مجید کے قیام و بقا پر موقوف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو آیتیں نازل ہوتی تھیں وہ اگرچہ الگ الگ سورتوں میں لکھی جاتی تھیں، لیکن قرآن مجید منظم شکل میں مرتب نہیں ہوا تھا،

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب غزوہ یمامہ پیش آیا اور اس میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے جمع و ترتیب کی طرف خاص توجہ ہوئی اور انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اسی طرح حفاظ قرآن لڑائیں

۱۔ موطا کتاب اللغات باب مقام التوفی عنہما زوجانی متباحثی نقل، ۲۔ موطا کتاب النکاح باب نکاح النکاح، ۳۔ فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۲۰

شہید ہوئے تو قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جائیگا، اسلئے میری رائے ہے، کہ آپ جمع و ترتیب قرآن کا حکم صادر فرمائیے، لیکن چونکہ یہ ایک نئی بات تھی، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ کام نہیں ہوا تھا، اس لئے اول اول حضرت ابو بکرؓ نے تامل کیا، لیکن بالآخر حضرت عمرؓ کے اصرار سے راضی ہو گئے، اور حضرت زید بن ثابتؓ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کاتب وحی تھے طلب فرمایا اور یہ خدمت اودن سے متعلق کی، اول اول انھوں نے بھی اس جدید کام کے شروع کرنے میں تامل کیا، لیکن بعد کو حضرت ابو بکرؓ کی طرح اللہ تعالیٰ نے اودن کے دل کو بھی کھول دیا، اور انھوں نے اس آفتاب ہدایت کے ذرہ اسے پریشان کو جمع کرنا شروع کیا، فتح الباری میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا حکم تھا کہ صرف وہ آیتیں اور وہ سورتیں جمع کی جائیں، جو لکھی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے سورہ براءہ کی آخری آیتوں کے لکھنے میں تامل کیا، کیونکہ وہ لکھی ہوئی موجود نہ تھیں، لیکن خود بخاری میں حضرت زید بن ثابتؓ کا قول موجود ہے،

فَشَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعَهُ مِنَ الْعُسْبِ

میں نے قرآن مجید کی جھوکی اور کھجور کی چھال وغیرہ

اور صحابہ کرام کے سینوں سے اوسکو جمع کیا،

وَاللَّخْفَافَ وَصَدَدَ الرِّجَالِ،

بہر حال قرآن مجید کی جمع و ترتیب میں نہایت ثبوت و احتیاط سے کام لیا گیا، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں، اور جو لوگ قرآن مجید کی آیتوں کو پیش کریں، وہ جب تک دو گواہ نہ لائیں وہ قبول نہ کیجائیں،

فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۱۲

اس پر نہایت شدت کے ساتھ عمل ہوا، چنانچہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیت رجم پیش کی، تو چونکہ اس کا کوئی گواہ نہ تھا اور انھوں نے اس کو نہیں لکھا، اس کے بخلاوت حضرت خزیمہ انصاریؓ نے ایک آیت کا پتہ دیا تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادن کی شہادت کو دو شخصوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا، اسلئے وہ قبول کر لی گئی، اس حزم و احتیاط کیساتھ تمام آیتیں جمع ہو کر الگ الگ سورتوں میں کاغذ پر لکھی گئیں لیکن اس مجموعہ میں سورہ کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا،

یہ مجموعہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس محفوظ رہا، جب ادنیٰ وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ کے ہاتھ آیا، اون کے بعد حضرت حفصہؓ نے اس کو محفوظ رکھا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے ادن کو اس طرف توجہ دلائی اور کہا کہ قبل اس کے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح یہ امت اپنی کتاب میں اختلاف کرے، آپ اس کا تذکرہ فرمائیے، اور انھوں نے حضرت حفصہؓ کے یہاں سے اس مجموعہ کو منگوایا، اور حضرت زید بن ثابتؓ،

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عمارؓ بن ہشامؓ کو حکم دیا کہ اس کو قریش کی زبان میں لکھیں، ادن لوگوں نے اب سورتوں میں بھی ترتیب قائم کی، اس طرح جب قرآن مجید کے چند مجموعے تیار ہو چکے تو حضرت حفصہؓ کا مصحف واپس کر دیا، اور تمام صولوں میں ادن کا ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا، صحیح بخاری میں

ان مصاحف کی تعداد مذکور نہیں، اور کتابوں میں مختلف تعدادیں مذکور ہیں، ایک روایت میں ہے کہ انکی تعداد سات تھی، ایک کو مدینہ میں محفوظ رکھا تھا، بقیہ کو مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، اور کوفہ کو روانہ کر دیا تھا، اور صوبوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے،



اس پر پوری تفصیل صحیح بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن میں مذکور ہے، اس کے علاوہ جن کتابوں سے لے لی گئی ہے ان کے حوالے الگ الگ دیدئے ہیں۔

# احساب

جو چیز مذہب و اخلاق کو صحیح اصول پر قائم رکھتی ہے، شریعت کی اصطلاح میں  
اوس کا نام احساب ہو، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے مختلف مدارج قائم  
کر دیئے ہیں،

من رآی مثکم منکرا فلیقیرہ بیدہ	تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اوس کو اپنے ہاتھ
فان لم یستطع فلیسانہ فان لم یستطع	سے منہ مارے، اگر اوس میں اس کی طاقت نہیں ہے
فبقلبہ وذلک اضعف الایمان	تو زبان سے اوس کا انکار کرے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا
(مسلم)	قول سے اور کوبڑا سمجھے درجہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہو،

صحابہ کرام کے زمانے میں چونکہ تمام اخلاقی طاقتیں زندہ تھیں اسلئے اوس مقدس  
دور میں آخری درجہ کے سوا احساب کے اور تمام مدارج قائم تھے،

ایک روز نماز جمعہ کی صفت بندی میں اس قدر کشمکش ہوئی کہ آگے کے لوگ پیچھے  
اور پیچھے کے لوگ آگے ہو گئے، حضرت انس بن مالکؓ نے یہ بے ترتیبی دیکھی تو فرمایا کہ ہم لوگ  
عہد نبوت میں اس سے احتراز کرتے تھے،

لے ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصفات بین السواری،

حضرت معاذؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کا ثواب بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے، اسلئے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے، پھر اگر اپنی مسجد میں امامت کرتے تھے، ایک روز اسی طرح امامت کی اور سورہ بقرہ پڑھنا شروع کیا، ایک کارباری صحابی جو تھک کر چور ہو گئے تھے جماعت سے علیحدہ ہو گئے، اور الگ نماز پڑھ لی، ایک صحابی نے فوراً ٹوکا کہ تم منافق ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ ایک دفعہ ایک گھر میں ہمان اور بنی، صاحب خانہ کی دو لڑکیوں کو جواب دہان ہو چلی تھیں، دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں، تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے،

ایک بار زیاد بن صبیح انحنفی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ نماز میں کمر پہنا ہوا تھا کہ کھڑے ہوئے، پوئے کہ نماز میں یہ پھانسی کی وضع ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے تھے،

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر اور ان کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے، حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ عبدالرحمان وضو اچھی طرح کیا کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وضو میں جو عضو نہ بھیگے اس پر جہنم کی پشکار ہو،

علی بن عبدالرحمان المعادی کا بیان ہے کہ ایک بار میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو منع کیا، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

۱۔ اور اوکنا بالصلوة باب تحفیت الصلوة، ۲۔ مسند جلد ۷ صفحہ ۹۷، ۳۔ جب پھانسی جاتی ہو تو مصلوب کے ہاتھ آتی ہیں ۴۔ مسند جلد ۷ صفحہ ۲۸۵

اختیار کر ڈا۔ ایک بار اونھوں نے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہے، بولے کہ ”اس طرح نہ بیٹھو، یہ اون لوگوں کی نشست ہے جن کو عذاب دیا جائیگا۔“ حضرت ابوتیمہ حبشی ایک تابعی تھے، انکا معمول تھا کہ نماز صبح کے بعد بیٹھ کر کچھ وعظ و پسند کرتے تھے، اور اس میں آیات قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، اور جب کوئی آیت سجدہ آجاتی تھی تو سجدہ کرتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے دیکھا تو بار بار منع کیا، وہ باز نہ آئے، تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ طلوع آفتاب کے پہلے کوئی سجدہ نہیں کرتے تھے،

ایک بار ایک صحابیہ خوب خوشبو لگا کر مسجد میں گئیں، پلین تو راہ میں حضرت ابوسہرہؓ کا سامنا ہو گیا، خوشبو آئی تو پوچھا کہ یہ خوشبو مسجد میں جانے کے واسطے لگائی تھی، پلین ”ہاں“ فرمایا، میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت مسجد میں جانے کے لئے خوشبو لگائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی، جب تک پلٹ کے غسل جنابت نہ کر لے، عرب میں یہ وحشیانہ طریقہ جاری تھا کہ اسیران جنگ کو باندھ کر قتل کر ڈالتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مانعت فرمائی اور عملاً اس کو مٹا دیا، ایک بار حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ کے پاس چار کافر گرفتار ہوئے اور اونھوں نے اون کو اسی طرح قتل کر ڈالا، حضرت ابویوب انصاریؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ آپؐ نے اس کی مانعت فرمائی ہے، اگر مرغیان بھی ہوتیں تو میں اون کو اس طرح نہ مرواتا،

۱۔ ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الاشارة فی التہنئة ۲۔ ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب کراهیۃ الاعتدال علی الید فی الصلوۃ ۳۔ ابوداؤد کتاب الصوم فیمن یقرا السجدة بعد الصبح ۴۔ ابوداؤد کتاب السراجل باب فی طیبہ لمراۃ ۵۔ ابوداؤد کتاب الجہاد باب قتل الاسیر بالنیل،



ایک بار حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کابل میں ایک فوج کے ساتھ تھے، اہل فوج نے مال غنیمت پایا اور باہم لوٹ مار کر کھا گئے، حضرت عبدالرحمن بن سمرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، سب نے اپنا اپنا حصہ واپس کر دیا، اور دوبارہ انھوں نے اوس کو تقسیم کیا۔

حضرت انس بن مالکؓ حکم بن ایوب کے پاس آئے، دیکھا کہ چند نوجوان مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ لگا رہے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عایشہؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ اوس کی چادر میں صلیب کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں، دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے۔

صحابہ کرام مرتے دم تک بھی فرض احتساب سے غافل نہیں ہوتے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ پر آتار موت طاری ہوئے تو اون کی بی بی بی روتی لگیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تمہیں خبر نہیں، فوراً چپ ہو گئیں۔

ایک بار حضرت ابو حذیفہؓ نے مدائن میں ایک چوتھے پر چڑھ کے امامت کی، حضرت ابو مسعودؓ نے اون کا دامن پکڑ کر کھینچ لیا، اور وہ نماز سے خارج ہوئے تو کہا کیا تمہیں خبر نہیں، کہ عہد نبوت میں لوگ اس سے روکے جاتے تھے؟ بولے ”تم نے دامن کھینچا تو مجھے یاد آیا۔“

مدائن ہی میں ایک دوسرے موقع پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تو حضرت لے ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی ہن علیہم انہم اذا کان فی الطعام قلۃ فی ارض العدو، علیہ ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الرقی بالذبیحہ، مسند جلد ۱ صفحہ ۲۲۵، ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی النوح،

حذیفہؓ نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ چپوترے سے نیچے اتر آئے،

ایک بار حضرت امام حسن علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابورافعؓ بھی حسن اتفاق سے آگئے، دیکھا کہ اون کے بال گندھے ہوئے ہیں، فوراً ہاتھ سے کھول دیئے، اونھوں نے برہم ہو کر اون کی طرف دیکھا، بولے کہ ”نماز پڑھئے، برہم نہ ہو جائے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چوٹی شیطان کا اڈا ہے۔“

ایک بار اسی وضع کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارثؓ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ پیچھے کھڑے ہو گئے اور بال کھولنے لگے، وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کہ میرے سر نے آپ کا کیا تصور کیا تھا؟ بولے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہے، اس کی حالت بالکل اس شخص کی سی ہوتی ہے، جو نماز پڑھے اور اس کی شکلیں کسی ہوئی ہوں۔“

ایک بار ایک شخص نے جمعہ پڑھا اور اسی جگہ دو رکعت سنت بھی ادا کی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا تو دھکیل دیا اور کہا کہ ”چار رکعت جمعہ پڑھتے ہو“ اس سرزنش کی وجہ یہ تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنت پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی کا اتباع کرتے تھے،

حضرت قیس بن عباد کا بیان ہے کہ میں پہلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے مجھ کو پیچھے سے کھینچ کر بٹا دیا اور خود میری جگہ کھڑے ہو گئے، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ ”یراتہ ماتو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہی وصیت فرمائی ہو، اس کے بعد قبلہ رو د

صلوٰۃ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الامام یقوم مکانا ینح من مکان القوم، صلوٰۃ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الرجل یصلی عاتقا مشغوا، صلوٰۃ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الحجۃ،

کھڑے ہو کر تین بار فرمایا، خدا اے کعبہ کی قسم اہل عقد ہلاک ہو گئے، خدا کی قسم میں عام لوگوں پر  
افسوس نہیں کرتا، اون پر افسوس کرتا ہوں جنہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، قیس ابن عباد  
نے پوچھا اہل عقد کون لوگ ہیں؟ بولے امراء،

ایک بار حضرت ہشام بن حکیم بن حرام سورہ فرقان پڑھ رہے تھے حسن اتفاق سے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بھی یہی سورت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سنا تو اون کو  
قرأت میں اختلاف معلوم ہوا، چنانچہ اون کو چارہ سے باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں لائے اور کہا کہ جس طرح آپ نے جھکو پڑایا ہو ان کی قرأت اوس کے مخالف ہے۔  
آپ نے فرمایا قرآن سات حروف پر نازل ہوا، جس طرح ہو سکے پڑھو،

ایک بار صحابہ کرام کسی جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ جا رہے تھے، حضرت ابو بکرؓ  
آگے اور کوڑا اٹھا کر کہا کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ جنازے میں دوڑتے ہوئے چلتے تھے۔

ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بازار میں زیتون کا تیل خریدا، اوسی جگہ  
ایک شخص نے اوس کو خریدنا چاہا، نفع لٹا تھا، اونھوں نے اوس کے ہاتھ فروخت کر دیا،  
اسی حالت میں پیچھے سے ایک شخص نے اون کی کلائی پکڑ لی، مڑ کر دیکھا تو حضرت زید بن  
ثابتؓ تھے، فرمایا کہ جہاں خریدا ہو وہیں نہ بیجو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے،  
حضرت ابو مسعود انصاریؓ حلقہ قائم کر کے بیٹھے تھے، دو آدمیوں نے کہا اس  
حلقہ میں کون ہے، جو ہمارا فیصلہ کرے گا؟ ایک شخص نے کہا میں۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے

سہ نالی کتاب القبیلہ، ص ۱۰۷، ابوداؤد اب کتاب الصلوۃ باب نزول القرآن علی سجدۃ حریف، ص ۱۰۷، ابوداؤد کتاب الجنائز باب لا یصلح  
بالجنائز، ص ۱۰۷، ابوداؤد کتاب البیوع باب فی بیع الطعام قبل ان یتوفی،

کنکری اور ٹھاکر ماری اور کتا چپ، تضارت کو جلدی سے قبول کرتا مگر وہ ہر  
ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے پانوں میں گھونگر و دیکھا تو کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ  
آپ نے فرمایا ہر گھونگر و کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی ایک لڑکی کے گھونگر و کوٹا دیئے۔

ایک بار اون کی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن نہایت بار یک ڈوٹہ اوڑھ کر سامنے  
آئیں، دیکھنے کے ساتھ ہی غصہ سے ڈوٹہ چاک کر دیا، پھر فرمایا تم نہیں جانتیں کہ سورہ نور  
میں خدا نے کیا احکام نازل کئے ہیں؟ اسکے بعد گاڑھے کا دوسرا ڈوٹہ منگو کر اوڑھایا،  
ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے سامنے اون کی تعریف کی، حضرت مقداد بن اسودؓ  
نے اوس کے مونہ میں خاک اور ٹھاکر جھونک دی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
مدح کرنے والوں کے مونہ میں خاک جھونک دو،

سلاطین و امرا کا احتساب در حقیقت جان کی جو کھون ہو، لیکن صحابہ کرام نے نہایت  
دلیری اور خفی گوئی کے ساتھ اس فرض کو ادا فرمایا،

عہد نبوت میں یہ دستور تھا کہ عید گاہ میں ساتھ نمبر نمبرین جاتا تھا اور آپ ناز عید  
کے بعد خطبہ پڑھتے تھے، بنو امیہ نے یہ دونوں طریقے بدل دیئے، چنانچہ ایک بار مروان نے  
ناز سے پہلے خطبہ پڑھنا چاہا، تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ مروان تم نے سنت کی مخالفت کی  
عید گاہ میں نمبر ساتھ لائے اور خطبہ ناز سے پہلے پڑھا، حضرت ابو سعید خدریؓ بھی موجود تھے،  
صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب لافضیہ باب فی طلب القضاء والشرع الیہ، ص ۱۷۷ ابوداؤد کتاب الحاکم باب ما جاز فی الجلاجل، ص ۱۷۷ سوطانی امام مالک  
کتاب الطباس، ص ۱۷۷ ابوداؤد کتاب الادب باب فی کراہیۃ التماجد،

بوتے یہ کون ہے؟ اس نے اپنا حق ادا کر دیا،

ایک بار حضرت عثمانؓ نے منی میں چار رکعت نماز ادا کی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ٹوکا کہ تین نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس جگہ صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے، اس کے بعد تم لوگوں نے اور ادر طریقے اختیار کر لیے، میں تو اسی دور رکعت کو محبوب رکھتا ہوںؓ۔

ایک بار حضرت یحییٰ بن سعید بن العاص نے نبیؐ کو طلاق بائن دی، مردان ابن الحکم نے جو مدینہ کا گورنر تھا اون کو گھر سے رخصت کر دیا، حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو کہلا بھیجا کہ خدا سے ڈرو، عورت کو شہسراں ہی میں رہنے دو، مردان بن الحکم نے جواب دیا کہ طلاق بائن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت فاطمہ بنت قیس کو گھر میں نہیں رہنے دیا تھا، بولیں کہ اگر تم فاطمہ کی حدیث پر عمل نہ کرو تو کوئی ہرج نہیںؓ۔

ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے رد میون کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، ابھی مدت معاہدہ گزرنے نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاری کر دی کہ مدت گزرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع کر دیا جائے، فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن غبشہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور کہا ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ وفائے عہد کرنی چاہیے، بد عہدی جائز نہیںؓ۔

مسئلہ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الخطیہ، مسئلہ ابو داؤد کتاب المناسک باب الصلوٰۃ بمنی، مسئلہ ابو داؤد کتاب الطلاق باب من انکر زکات، یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ جس عورت کو طلاق بائن دیجائے اس کو کتنی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ اس کو گھر ہی میں مدت گزارنی چاہیے، لیکن فاطمہ بنت قیس کی حدیث اس کے معارض ہے، لیکن حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ فاطمہ کا گھر نہایت سنان اور الگ تھلگ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے گھر میں مدت بسر کرنے کا حکم دیا تھا، درہم قرآن مجید کا اصل حکم اتنا ہی ہے، مسئلہ ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الامام کیوں میں دین! بعد عمد نیسیر ترجمہ،

ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ مروان کے گھر میں گئے، دیکھا کہ مصوّر تصویر بنا رہا ہے،  
 بولے ”رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، کہ خدا کتنا ہے، کہ اس شخص سے زیادہ  
 ظالم کون ہے؟ جو میری طرح مخلوق کو پیدا کرتا ہے، وہ ایک ذرہ، ایک دانہ  
 اور ایک جَوّ تو پیدا کر ملے“



## تجدید و اصلاح

عقاید و اعمال کی تجدید اور مذہب اور اخلاق کی اصلاح صحابہ کرام کا سب سے بڑا فرض تھا اور انھوں نے ہر موقع پر نہایت سرگرمی کے ساتھ اس مقدس فرض کو ادا کیا،

رسوم جاہلیت کا انداد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے جن عقاید و اعمال کو مٹا دیا تھا جب وہ کبھی رونما ہوتے تھے تو صحابہ کرام نہایت سختی کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے تھے، جاہلیت کے زمانہ میں بچوں کے سر ہانے استرا رکھ دیتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ اسکے ذریعے سے بچے جنوں کے آسیب سے محفوظ رہیں گے حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سر ہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوٹے کو سخت ناپسند فرماتے تھے عرب میں قاعدہ تھا کہ مردے کی لاش پر نوحہ کرتے تھے اسلام نے اسکی ممانعت کی لیکن بعد کو کوفہ والوں نے جاہلیت کی اس رسم کو تازہ کیا اور قرظہ بن کعب کی لاش پر اسی طریقہ سے نوحہ کیا حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو معلوم ہوا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،

سلھ ادب المفرد باب الطيرة من الجن،

من ینع علیہ فانہ یعذب بہا ینع علیہ  
 جس شخص پر نوحہ کیا گیا اوس پر قیامت کے دن  
 یوم القیامۃ اسکی وجہ سے عذاب کیا جائیگا،

ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ خاموش ہو رہی ہے تو معلوم ہوا  
 کہ اوس نے خاموشی سچ کیا جو، اوس کو فوراً ممانعت کی اور کہا کہ یہ جائز نہیں ہے یہ جاہلیت  
 کا کام ہے، حضرت عروہ بن مسعودؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس ہو کر اپنے  
 وطن طایف آئے تو اون کے قبیلے کے تمام لوگ ملاقات کو آئے اور جاہلیت کے طریقے پر  
 سلام کیا اونھوں نے اس پر سختی سے اعتراض کیا اور کہا کہ تم کو اہل جنت کی طرح سلام  
 کرنا چاہیے،

شرک و بدعت کا استیصال | خلفاء راشدین کے عہد تک یہ مول تھا کہ خطبہ عیدین نماز کے بعد دیا جاتا تھا،  
 لیکن جب مروان نے اس سنت کو بدل دیا اور خطبہ کے بعد نماز پڑھنا شروع کی تو اس وقت  
 ایک شخص نے مخالفت کی اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس کی تائید کی، دوسرے سال  
 مروان عید گاہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آیا اور اون کو  
 پہلے منبر کی طرف بجا نا چاہا لیکن اونھوں نے اوس کو نماز کے لیے گھسیٹا اور کہا کہ ابتدا  
 نماز کیا ہوئی؟ اس نے کہا آپ کو اس مسئلہ میں جو کچھ معلوم ہو وہ تو ترک کر دیا گیا، لیکن  
 اونھوں نے تین بار فرمایا کہ مجھ کو جو کچھ معلوم ہو تم اوس سے بہتر روش قائم نہیں کر سکتے،  
 صحابہ کرام کو بدعات و محدثات کے استیصال کا اس قدر خیال تھا کہ نہایت چھوٹی چھوٹی  
 مسلمان کتاب یا نذرانہ یا بیت یا عذاب بگاڑا یا علیہ، مسلمان بخاری یا یام یا علیہ، طبقات ابن سعد، ذکر حضرت عروہ بن مسعود،  
 مسلمان کتاب الصلوٰۃ العیدین و بخاری کتاب العیدین،



باتوں پر وار و گیر کرتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن مفضلؓ کے صاحبزادے نے نماز میں سورہ فاتحہ کے ابتدا میں بسم اللہ پڑھ لیا اور انھوں نے سنا تو فوراً بول اٹھے کہ ”بیٹا یہ بدعت ہے اس سے بچو“

شُرک و بدعات کی تولید اکثر مذہبی عظمت سے ہوتی ہے جس کے مظہر صحابہ کرام کے زمانہ میں نہایت کثرت سے موجود تھے، لیکن جب کبھی صحابہ کرام کو خطہ پیدا ہوا کہ اس عظمت کا عملی اعتراف شرک و بدعت کی صورت اختیار کرے گا تو فوراً اس کی مخالفت کی ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج سے واپس آ رہے تھے راستہ میں دیکھا کہ لوگ ایک مسجد کی طرف دوڑے جارہے ہیں، پوچھا یہ کیا ہے، لوگوں نے کہا ایک مسجد ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، ”تم سے پہلے اہل کتاب اسی طرح مشرک ہو گئے، جس کو نماز پڑھنا ہو وہ نماز پڑھے ورنہ آگے بڑھے“

حضرت عمرؓ کے زمانے تک شجرۃ الرضوان قائم تھا، اور لوگ تبرک سمجھ کر اسکی زیارت کو آتے تھے یہ دیکھ کر انھوں نے اس کو جڑ سے کٹوا دیا، مسلمانوں میں غلاف کعبہ کی جو عزت و حرمت تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پرانا غلاف چرا اچھپا کر، خادموں کو کچھ دے دلا کر لے لیتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھ کر گھر لے آتے ہیں اس کو مکانوں میں رکھتے ہیں، دوسروں کو بطور موقوفات کے تقسیم کرتے ہیں، قرآن میں رکھتے ہیں، مسجدوں میں لٹکاتے ہیں، اور مریض کو اس سے ہوا دیتے ہیں، لیکن قرن اول میں یہ حالت نہ تھی متولی کعبہ صرف یہ تھا

کہ غلات کو زمین میں دفن کرو دیتا تھا کہ وہ ناپاک انسانوں کے مصرت کا نہ رہے، فیلبہ بن عثمان نے جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے، حضرت عائشہ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ تغلیم غیر شرعی ہے خدا اور رسول نے اس کا حکم نہ دیا، اور ممکن ہو کہ آئندہ اس سے سو را اعتقاد اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے اسلئے شیبہ سے کہا: ”یہ تو اچھی بات نہیں تم بُرا کرتے ہو جب غلات کعبہ سے اتر گیا اور کسی نے اس کو ناپاکی کی حالت میں استعمال بھی کر لیا تو کوئی مضائقہ نہیں تم کو چاہیئے کہ بچ ڈالا کرو اور اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو“

اصلاح اخلاق، اسلام میں ہر مصلح اخلاق کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ خالص اسلامی اخلاق کو قائم رکھے، اور ان کو غیر قوموں کے اخلاق کے ساتھ خلوط نہ ہونے دے، دوسرے یہ کہ جو اخلاق اصول مذہب اصول انسانیت اور اصول شرافت کو صدمہ پہنچاتے ہیں ان کا استیصال کرے، صحابہ کرام نے اپنے دور خلافت میں یہ دونوں فرض نہایت مستعدی کیساتھ ادا کیے حضرت عمرؓ نے تمام عمال کو تحفظ اخلاق عرب کی ہدایت فرمائی اور لکھا کہ

ادلو انھیل وانقصوا دایاکم و اخلاق	گھوڑوں کو تزیین رکھو تیرا ندازی کرو اور اخلاق عجم کے
الا عا جم و ان لا تجلسوا علی ما یدتہ	اعتیار کرنے، اور ایسے دسترخوان پر بیٹھنے سے جس پر
یشرب علیھا الخمر و لا یھیل لمومن	شراب پی جائے، احتراز کرو کسی مسلمان مرد یا عورت کیلئے یہ
درامومنتہ تدخل الحام الا بمیزالامن	جائز نہیں کہ بکری یا بکری کے حام میں بلا تہ بند باندھے تھامے

۱۔ عن اصحابہ و انھن ہقی، ۲۔ اسد الغابہ تذکرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ

فتوحات عجم کے بعد زربازی، شطرنج بازی و مرغ بازی وغیرہ تصنیع اوقات کے کھیل ملک میں پھیلے تو صحابہ کرام نے اس پر شدت کے ساتھ دار و گیر کی حضرت عائشہؓ کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے، اون کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ رد کھیلتے ہیں تو سخت برا فرود ختم ہوئیں، اور کہلا بھیجا کہ اگر زرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے خاندان میں کسی کو زرد کھیلتے ہوئے دیکھتے تو اس کو مار تے اور زرد توڑ دیتے، ایک بار کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے تھے حضرت علیؓ نے دیکھا تو فرمایا،

ما هذا التماثيل التي اتم لها عاكفون  
 تصويرین کیا ہیں جس کے سامنے تم نے سر جھکا لیا ہے،  
 فتح عجم کے بعد اہل عرب شراب کے جدید اقسام و نام سے آشنا ہو گئے تھے جن میں سے ایک با ذوق یمنی بادہ تھا، چونکہ عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں اور اس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہے، اس بنا پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان شرابوں کا کیا حکم ہے، لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس میں بالاعلان کہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھو ہارے تک نہ بھگوئے جائیں، پھر عورتوں کی طرف خطاب کر کے کہا اگر تمہارے خم کے پانی سے نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہے، آنحضرت صلعم نے ہر منشی چیز کو منع فرمایا ہے،

ایک دفعہ شام کی چند عورتیں حضرت عائشہؓ کی زیارت کو آئیں، رومیوں کے احتلاط سے وہاں کی عورتیں بھی حمام میں برہنہ غسل کرتی تھیں، فرمایا کہ تمہیں عورتیں ہو  
 ۱۔ ادب المفرد باب الادب والخلق الذین یسبون بالزور ووطأے امام مالک کتاب الجانح باب اجاؤ فی الزور، ۲۔ طبقات ابن سعد ذکرہ میسرہ بن حبیب، ۳۔ سنن شانی کتاب النحر،

جو حاملین جاتی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو عورت اپنے گھر سے باہر کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور خدا کے درمیان پردہ درسی کرتی ہے۔

قدیم زمانہ میں یہودیہ عورتوں میں جو بد اخلاقیان پھیل گئی تھیں، اون میں ایک یہ تھی کہ جن عورتوں کے بال گر پڑتے تھے وہ مصنوعی بال لگالیتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی، لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں عربی عورتوں نے بھی یہ روش اختیار کر لی، وہ حج کو آئے تو ایک سپاہی کو اس مصنوعی بال کا ایک گچہ دے دیا اور منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس گچے کو ہاتھ میں لیکر فرمایا،

یا اهل المدينة این علماء کم سمعت ابی  
اے اہل مدینہ! تمہارے علماء! کہاں ہیں، میں نے  
صلی اللہ علیہ وسلم بھی عن مثل هذا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اسرائیل اور یسوع  
ولقول انما هلكت بنو اسرائیل حین  
برباد ہوئے جب اون کی عورتوں نے اس کو  
اتخذ هذا نساء لهم،  
اختیار کیا،

ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میری بیٹی دلہن بنی ہے، لیکن بیماری سے اسکے بال گر گئے ہیں کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے،

عرب میں جو بد اخلاقیان پھیلی ہوئی تھیں وہ بہت کچھ تو خود بخود اسلام کے اثر سے مٹ گئیں، اور جو رہ گئی تھیں اون کو صحابہ کرام نے بالکل مٹا دیا، مثلاً ”فخر وغرور“ کہ اسکے

انہار کی ایک صورت یہ تھی کہ لوگ لڑائیوں میں قبائل کی جے پکارتے تھے حضرت عمرؓ نے اس کو حکماً منع کر دیا،

اس سلسلے میں سب سے مقدم چیز شاعری کی اصلاح تھی کیونکہ شعراء لوگوں کی ہجوین لکھتے تھے اور ادون سے سیکڑوں اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں، حضرت عمرؓ نے اسکو جرم قرار دیا اور ہجو گوئی پر شعرا کو سزا دی چنانچہ ایک بار نجاشی نے تمیم بن مقبل کی ہجو لکھی اور انھوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں استغاثہ کیا تو حضرت عمرؓ نے اور اشعار پر تو کوئی گرفت نہیں کی لیکن جب یہ شعر سنا

اولیٰک اولاد الہیین واساتۃ      الیوم وراہط العاجز المتذلل  
یعنی یہ لوگ دو غلے کینے خاندان اور عاجز      اور ذلیل قبیلہ کے ہیں  
تو فرمایا کہ اب اس شعر پر معاف نہیں رکھ سکتا "چنانچہ اسکو قید کیا اور کوڑے لگائے،  
حطیہ مشہور ہجو گو شاعر تھا، ایک بار اس نے زبرقان بن بدر کی ہجو لکھی جس کا ایک شعر یہ تھا،

دع المکار فلا ترحل لبغیتہا      واقعد فانک انت الطاعم الکاسی  
نفتائل چھوڑ دے اسکے حاصل کرنے کے لیے سفر نہ کر      اور بیٹھ جا کیونکہ تو صرف کھانے اور پینے والا آدمی ہے  
زبرقان نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ یہ  
ہجو ہے؟ انھوں نے کہا "ہاں" اس پر انھوں نے حطیہ کو خانہ میں قید کر دیا، اور جب  
سلا کتر العتال      سے احباب تذکرہ تمیم بن مقبل،

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ نے سفارش کی، تو یہ قول لیکر چھوڑا کہ  
پھر کسی کی ہجو نہ کہے گا،

ہجو کے علاوہ شعرا اشعار میں علانیہ اپنے معشوقوں کے نام لیتے تھے اور ادن کے  
حسن کی تعریف کرتے تھے جس کو عربی بن تشیب کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے تمام شعرا کو حکم دیا،  
لا تشیب احد بامراتہ الا جلدًاؓ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تشیب نہ کرے ورنہ  
اوس کو سزا دی جائیگی،

اصلاح میں الناس، اسلام نے عرب کے قدیم بغض و کینہ کو مٹا کر تمام مسلمانوں کو اتحاد و  
اتفاق کی جس سنہری زنجیر میں جکڑ دیا تھا صحابہ کرام نے حتی المقدور کبھی اس کی کڑیوں کو  
جدائیں ہونے دیا، حضرت عروہ بن مسعودؓ کے قبیلے کے لوگوں نے جب ادن کے خون کا  
بدلہ لینا چاہا تو اونھوں نے خود نہایت ایتار نفسی کے ساتھ فرمایا،

لا تقسوا فی قد تصدقت بدھی علی میرے بارے میں جنگ و جدل نہ کرو، میں نے اپنا خون مٹا  
صباحہ لا صلح بنا الیک بینکمؓ کر دیا تاکہ اس ذریعہ سے تم لوگوں میں مصالحت ہو جائے

ان کے اصل قاتل حضرت اوس بن عوفؓ تھے، اسلئے مدت تک ادن کو عروہ کے بیٹے حضرت  
ابو لیح بن عروہ اور ادن کے بھتیجے حضرت قارب بن اسود کی طرف سے انتقام کا کھٹکا لگا رہا  
چنانچہ اونھوں نے حضرت ابو بکرؓ سے اس کی شکایت کی تو اونھوں نے ان دونوں صاحبوں  
کو انتقام سے روکا اور ان سب کو باہم ملا دیا، اور سب نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا،

اللہ اسد الثابتہ ذکرہ زبیرؓ، اللہ اسد الثابتہ ذکرہ حمید بن ثورؓ، اللہ طبقات ابن سعد ذکرہ حضرت عروہ بن مسعودؓ، اللہ طبقات  
ابن سعد ذکرہ اوس بن عوفؓ



## ارشاد و ہدایت

دنیا اندھیرے میں بھٹک رہی تھی، نیکی کا چراغ گل ہو گیا تھا، بدی کی گھنٹا افقِ علم پر  
 چھا گئی تھی کہ اسی حالت میں غارِ حرا سے ایک چاند نکلا، اور دنیا اُجالی ہو گئی، لیکن یہ جو کچھ ہوا  
 صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت، وعظ و پند اور ارشاد و ہدایت کا نتیجہ تھا، اس لئے  
 آپ کے بعد دنیا پھر اندھیری ہو جاتی اگر صحابہ کرام نے اس سلسلہ کو قائم نہ رکھا ہوتا،  
 پند و نصیحت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہمہ وقت ارشاد و ہدایت میں مصروف رہتے تھے، تاہم یہ  
 ایک ایسا اہم فرض تھا کہ اس کے لئے آپ نے ایک وقت مخصوص کر لیا تھا اور ایک روز کا  
 ناغہ دیکر مستمر صحابہ کرام کو وعظ و پند فرمایا کرتے تھے، آپ کے بعد صحابہ کرام نے بھی یہ روش قائم  
 رکھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی جمعرات کے دن کو وعظ و پند کے لیے مخصوص کر لیا تھا،  
 نونہ و شمال، آفتاب کسی کو اندھیرے میں بھٹکنے نہیں دیتا، لیکن با اینہم زبان سے کچھ نہیں کہتا  
 بلکہ اپنی شاعری کو بھیدیتا ہی، جو نہایت خاموشی کے ساتھ ہر شخص کی ادھلی کپڑ کر سیدھی راہ پر  
 لگا دیتی ہیں، خلفاء راشدین بھی آفتابِ نبوت کا پرتو تھے، اسلئے وہ ارشاد و ہدایت  
 کے لئے دنیا کے سامنے ایسی روشن مثالیں پیش کرنا چاہتے تھے، جن کو دیکھ کر ہر شخص خود بخود سیدھی راہ پر

سے مسلم کتاب التائقین والکامہ باب الاذقیہ فی الموعظۃ بخاری کتاب العلم



ایک دفعہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حالت احرام میں زمین کپڑے پہنے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا: "لوگو! تم امام ہو اور تمام دنیا تمہاری تقلید کرتی ہے، اسلئے اگر کوئی جاہل آدمی اس کپڑے کو دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہ بن عبید اللہؓ حالت احرام میں زمین کپڑے پہنتے تھے پس اسے لوگو اس قسم کا کپڑا ہرگز نہ پہنؤ،

و غط کوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس کی ضرورت ہی نہ تھی، حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بھی اس کا رواج نہیں ہوا، حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جن کے عہد خلافت میں اس کی ایجاد ہوئی اور حضرت تیمم دارمیؒ نے انکی اجازت سے کھڑے ہو کر وعظ کھا، چنانچہ اس طریقہ کو حضرت عمرؓ کے اولیات میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص وعظ کو محض گرمی محض کا ذریعہ بنانا چاہتا اور اس میں تکلف و تفتیح سے کام لیتا تو صحابہ کرام نہایت سختی کے ساتھ روک ٹوک کرتے، و اعظین گرمی مجلس کے لیے مقفی و سبح دعائیں بنانا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لیے موقع بے موقع، ہر وقت وعظ کے لیے آمادہ رہتے ہیں، حضرت عائشہؓ کے زمانے میں ابن ابی السائب تابعی نے یہ طریقہ اختیار کیا تو انھوں نے

نے اون سے خطاب کر کے کہا "تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو ورنہ بزور تم سے باز پرس کروں گی" عرض کیا یا ام المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا دعاؤں میں مسجع عبارتیں نہ بناؤ، اسلئے کہ آپ اور آپ کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے، ہفتہ میں صہرت ایک دن وعظ کھا کرو، اگر یہ کافی نہ ہو تو دو دن، اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن، لوگوں کو

خدا کی کتاب سے اوتکنا نہ دو، ایسا نہ کرو کہ جہاں لوگ بیٹھے ہوں اُکریٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنا وعظ سنانا شروع کر دو، بلکہ جب اون کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں تب کہو،  
 کلمات طیبہ، صحابہ کرام کی زبان سے جو کلمات طیبہ نکل گئے وہ بھی ارشاد و ہدایت کے سلسلے  
 میں داخل ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ”لوگوں میں اس طرح رہو جس طرح  
 اُڑنے والی شہد کی لکھی، کہ اوس کو ہر چڑیا اپنے آپ سے کمزور سمجھتی ہو، لیکن اگر اوس کو معلوم  
 ہوتا کہ اس کے پیٹ میں کیا برکت بھری ہوئی ہو تو وہ ایسا نہ کرتی، لوگوں کے ساتھ جسم اور  
 زبان سے ملے جلے رہو لیکن دل اور عمل سے الگ رہو“

ایک بار حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابوالدرداء کو لکھا کہ علم ایک چشمہ ہے جس پر  
 لوگ آتے ہیں اور اوس سے نالیان نکالتے ہیں اور خدا اوس سے بہتوں کو فائدہ پہنچاتا ہو،  
 لیکن اگر کوئی حکمت خاموش ہو تو وہ جسم بے روح ہو اگر کوئی علم نایاب جائے تو وہ مدفن خزانہ  
 ہو، عالم کی مثال اوس شخص کی سی ہے جو تاریک راستے میں چراغ دکھاتا ہو تاکہ لوگ اوس سے  
 روشنی حاصل کریں اور اوس کو وعادین،

اس کے علاوہ صحابہ کرام کے اور بھی بہ کثرت مقولے ہیں، جن کو ہم تطویل کے لحاظ سے  
 قلم انداز کرتے ہیں،



# جہاد

جہاد کے متعلق صحابہ کرام کے خدمات کی تفصیل حسب ذیل عنوانات میں کی جاسکتی ہے:

- ۱ جہاد کی حقیقت کے متعلق صحابہ کرام کا کیا خیال تھا؟
- ۲ عہد نبوت کے نظام فوجی میں صحابہ کرام کی مذہبی اور اخلاقی سرگرمیوں کا کس قدر حصہ شامل تھا؟

۳ خلفائے راشدین نے اس نظام کو کس قدر ترقی دی؟

جہاد کی حقیقت، | مورخین یورپ کے نزدیک جہاد اسلام کی حقیقت کا لازمی جزو ہے، لیکن صحابہ کرام کے نزدیک اسلام کی حقیقت اس سے بالاتر تھی کہ اوس کے مایہ خمیر میں خون کے اجزاء شامل کیے جائیں، چنانچہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج، یعنی جہاد اسلام کی حقیقت سے خارج ہے اوس کا جزو نہیں ہے،

سہ مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بنی الاسلام علی خمس،

عہد نبوت میں صحابہ کرام کا فوجی نظام، عام خیال ہو کہ عہد نبوت تک اسلام میں کوئی فوجی نظام نہیں قائم ہوا تھا، یہ صرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی آواز کا معجزانہ اثر تھا، کہ تمام صحابہ ایک جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہو جاتے تھے، حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت تک بھی یہی حالت قائم رہی، حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک باضابطہ نظام فوج قائم کیا، لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم انسان غلطی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آنے کے ساتھ ہی ایک مستقل نظام فوج قائم کر لیا تھا، اور صحابہ کرام کے مذہبی جوش اور اخلاقی طاقت نے اس کو نمایاں ترقی دی تھی،

تام توہم کا فوج بنانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال انصار کے فوجیہ لوگوں کا جائزہ لیتے تھے، اور پانچ سو سالہ نوجوانوں کو فوج میں داخل کرتے تھے، آج اس تمدنی زمانہ میں بھی جبکہ ہر شخص قومیت و وطنیت کا ترانہ گارہا ہے، اکثر لوگ اس قسم کی جبری خدمت سے انکار کرتے ہیں، لیکن صحابہ کرام کے جوش مذہبی کا یہ حال تھا کہ کچھ بچہ بشتوق فوج میں شامل ہونا چاہتا تھا، اور اگر کسی کو اس مذہبی خدمت کے انجام دینے کی اجازت نہیں ملتی تھی، تو اس کو سخت ملال ہوتا تھا ایک بار آپ نے انصار کے نوجوانوں کا جائزہ لیا اور ایک نوجوان کو شریک فوج ہونے کی اجازت عطا فرمائی، حضرت سمرہؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن آپ نے کسی کی وجہ سے اون کی درخواست منظور نہیں کی، اس بنا پر اون کو سخت صدمہ ہوا، اور مایوسی کے لمحہ میں کہا یا رسول اللہ آپ نے اس لونڈے کو اجازت دیدی اور مجھے نہیں قبول فرمایا حالانکہ اگر کشتی ہو تو میں اس کو بچھاؤں، اب آپ نے دونوں میں کشتی کرائی، اور سمرہؓ نے اس کو بچھاؤ دیا، اسلئے آپ نے اس کو بھی شرکت جہاد کی اجازت دی،

صحابہ کرام جس ذوق و شوق سے شریک جہاد ہوتے تھے، اوس کے متعلق احادیث و رجال کی کتابوں میں بہ کثرت واقعات مذکور ہیں، ہم نے اس کتاب کے پہلے حصے میں اس قسم کی متعدد مثالیں مختلف عنوانات میں جمع کر دی ہیں، اس موقع پر انکو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے،

فوجی شعراء | مہاجرین و انصار کو اگرچہ انھوں نے بھائی بھائی بنا دیا تھا تاہم صف جنگ میں دونوں اپنے مخصوص قومی شعار کی بنا پر الگ الگ نظر آتے تھے اور یہ دونوں کے جوش و سابقہ کا بڑا سبب تھا، انصار کا شعار عبد الرحمن اور مہاجرین نے اپنا شعار عبد اشد قرار دیا تھا،

قرآن مجید کی بعض سورتوں کے کلمات کو بھی بطور شعار کے پڑھا جاتا تھا، قرآن کی تعلیم | اخیر میں جب اسلام کا فوجی نظام بالکل مکمل ہو گیا، تو میدان جنگ میں فوجوں کی تقسیم بھی قومی حیثیت سے کی گئی، چنانچہ فتح مکہ میں جیسا کہ صحیح بخاری کتاب المغازی میں مذکور ہے تمام قبائل کے دستے الگ الگ قائم کیے گئے تھے،

فوجی تعلیم و تربیت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوجی تعلیم و تربیت میں کد و کاوش کی ضرورت پیش نہیں آئی، خود صحابہ کرام میں تیر اندازی کا ذوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ مغرب کے بعد مسجد سے نکل کر تیر کا نشانہ لگاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی اس ذوق کو اور بھی ترقی دیتی تھی، ایک بار آپ نے صحابہ کرام کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا،

اللہ ابدا و کتاب الجہاد باب فی الرجل ینادی بالشعار ۛ ابدا و کتاب الصلوۃ باب وقت المغرب،

ارمویا بنی اسماعیل ابامکان

اب تیر اندازی کرد کیونکہ تمھارا

نامیا

معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام تیر اندازی میں باہم مسابقت کرتے تھے، چنانچہ اسی موقع پر جب آپ نے فرمایا کہ میں فلان قبیلہ کے ساتھ ہوں تو دوسرے قبیلہ کے لوگ رُک گئے۔ اور کہا کہ ”جب آپ خود ان کے ساتھ ہیں تو ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔“

تیر اندازی کے علاوہ رسول اللہ صلم گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے، اور اس میں تمام صحابہ شریک ہوتے تھے، بعض صحابہ نے پیدل دوڑنے کی مشق کی تھی، چنانچہ اس صفت میں حضرت سلمہ بن اکوع خاص طور پر ممتاز تھے اور اس مشق کی بدولت ان کو مختلف فوجی کامیا بیان بھی حاصل ہوئے،

شہسواری اور تیر اندازی کے علاوہ صحابہ کرام نے فن جنگ میں اور بھی جدید ترتیاں کیں، مثلاً رسول اللہ صلم نے حضرت عروہ بن مسعود اور حضرت غیلان بن سلمہ کو جرس بھیجا کہ وہ ان سے مخفی اور دباہ کے استعمال کا طریقہ سیکھ کے آئیں، چنانچہ وہ لوگ وہاں سے تعلیم حاصل کر کے آئے تو طایف کے محاصرے میں ان آلات کا استعمال کیا گیا، یہ طبری کی روایت ہے، لیکن مواہب لدنیہ میں ہے کہ فن جنگ میں یہ جدید اضافہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے بدولت ہوا، زرقانی نے اس کی شرح میں یزید بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے، اور

سلاح جاری کتاب ہماذاب التحریض علی الری، ۵۷ طبری صفحہ ۱۶۶۶ واقعات مشہور،

واقعی کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد کا استعمال حضرت  
سلمانؓ کے مشورے سے کیا گیا،

غزوہ احزاب میں خندق بھی اونہی کے مشورے سے کھودی گئی، اور کفار نے  
اس کو اس قدر جدید اور عجیب چیز سمجھا کہ سب کے سب ایک زبان ہو کر بول اٹھے،  
ان هذا ليك ما كانت العرب تصنعها یہ ایک ایسی چال ہے جس سے اہل عرب بالکل  
نا آشنا تھے،

زخمیوں کی مرہم ٹپی کا انتظام، جس طرح صحابہ کرام بشوق غزوات میں شریک ہوتے تھے، اسی  
طرح صحابیات بھی خدا کی راہ میں ادن سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں، اون کے لئے سب سے  
زیادہ موزوں کام زخمیوں کی مرہم ٹپی کرنا اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم  
پہنچانا تھا، اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دلسوزی سے انجام دیتی تھیں،  
حضرت ام درقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں، جب معرکہ بدر پیش آیا تو اونھوں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت دی جائے  
میں مریموں کی تیارواری کروں گی،

غزوہ خیبر میں بغیر جبرداکراہ کے متعدد عورتیں شریک جہاد ہوئیں، آپ کو ادن کا  
حال معلوم ہوا تو بلا بھیجا، اور ناراضی کے بجائے میں پوچھا تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت  
سے آئی ہو؟ بولیں یا رسول اللہ ہم اون کاتے ہیں اور اس سے خدا کی راہ میں اعانت

کرتے ہیں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے دوا علاج کا سامان ہے، لوگوں کو تیرا دٹھا اوٹھا کے دیتے ہیں، اور ستو گھول گھول کے پلاتے ہیں۔

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتی تھیں اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں، کھانا پکاتی تھیں، مریضوں کی مرہم پی کرتی تھیں، غزوہ احد میں خود حضرت عائشہؓ شریک تھیں، اور وہ اور حضرت ام سلمہؓ اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کے لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں،

حضرت ربیع بنت مسعودؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوتے تھے پانی پلاتے تھے، مجاہدین کی خدمت کرتے تھے، اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا اوٹھا لاتے تھے،

حضرت زینبہؓ نے مسجد نبویؐ میں ایک خیمہ قائم کر رکھا تھا، جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ اسی خیمہ میں اون کا علاج کرتی تھیں، چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے، تو اون کا علاج اسی خیمہ میں کیا گیا،

جہاد کے لئے ساز و سامان، شوق جہاد نے اسلام کے جھنڈے کے نیچے بہادر سپاہی تو جمع کر دیئے لیکن اسلام کی غربت مصارت جہاد اور آلات حرب کا کیا سامان کرتی؟ لیکن صحابہ کرامؓ نے تکمیل مقاصد جہاد کے لیے جان کی طرح مال کو بھی قربان کر دیا، حضرت عثمانؓ نے جس طرح غزوہ عسره کی تیاری میں اپنا تمام مال وقف کر دیا، وہ تاریخ اسلام کا

۱۔ ابوداؤد کتاب جہاد باب فی المرأة والحدیث بخاری بن افضیہ، ۲۔ مسلم کتاب جہاد باب النساء والنزات یرفع لمن ولاہم والنہی عن قتل صبیان، ۳۔ ابن کثیر کتاب جہاد باب غزوہ النصارح الرجال، ۴۔ بخاری کتاب جہاد باب رد النساء و اطفالہن، ۵۔ اصابت مذکور زینبہؓ،



مشہور واقعہ ہے، اون کے علاوہ اور تمام صحابہ اس کا رخیہ بن حصہ لیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد نفس کے ساتھ جہاد بالمال کا بھی بار بار قرآن مجید میں ذکر کیا ہے، احادیث میں اس قسم کی قیاضیوں کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، حضرت عمرؓ نے جہاد کی ضرورت کے لئے ایک شخص کو ایک گھوڑا دیا تھا،

حضرت ابو معقلؓ کے پاس ایک جوان اونٹ تھا اونھوں نے اس کو جہاد کے لئے وقف کر دیا تھا،

ایک صحابی ایک اونٹنی کی ناک میں نگیل لگائے ہوئے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ”قیامت کے دن خدا تم کو اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں دیگا۔“

حضرت خالد بن الولیدؓ کے پاس بہت سی زرہیں تھیں، جن کو انھوں نے جہاد کے لئے وقف کر دیا،

حضرت نوفل بن حارثؓ نے غزوہ خینین میں تین ہزار نیردن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی، چنانچہ آپ نے اون کو دیکھ کر فرمایا: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نیرے کفار کی ریڑھ کی ہڈیاں توڑ رہے ہیں۔“

عہد نبوت میں اتفاق فی سبیل اللہ اسلام کی سب سے بڑی علامت تھی حضرت

۱۔ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یتباع صدقۃ بخاری کتاب الزکوٰۃ، ۲۔ ابوداؤد کتاب المناہک بالعمرة، ۳۔ مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ و تصفیۃ ۴۔ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی سبیل الزکوٰۃ، ۵۔ اسد النابجلہ صفحہ ۴۶،

رفاع بن زید ایک صحابی تھے جن پر نفاق کا شبہ کیا جاتا تھا، ایک بار ادن کے ہتھیار چوری گئے، بعد کو ملے تو انھوں نے ان کو جہاد کے لیے وقف کر دیا، اب لوگوں کے دل سے نفاق کا شبہ و سوچ خلافت راشدہ میں خلفائے راشدین نے جو فوجی نظام قائم کیا، اوسپر مادی اور اخلاقی دونوں صحابہ کرام کا فوجی نظام حیثیتوں سے نگاہ ڈالنی چاہیے،

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں مادی حیثیت سے صرف اس قدر ترقی ہوئی کہ مساویانہ تعداد میں فوج کے مختلف دستے قائم کئے گئے، اور ہر دستے کے الگ الگ سپہ سالار قرار دیئے گئے، چنانچہ ادن کے عہد میں اول اول شام کی طرف جو فوج بھیجی گئی اس میں ہر کمانڈر کی ماتحتی میں تین تین ہزار سپاہی دیئے گئے، اسکے بعد متصل ملک نے اس تعداد کو بڑھا کر ساڑھے سات ہزار تک پہنچا دیا، حضرت ابو بکرؓ نے ان دستوں کو قومی حیثیت سے مرتب کیا تھا، اور تمام امراء فوج کو حکم دیا تھا کہ ہر قبیلہ کے لیے الگ الگ جھنڈا قائم کیا جائے انھوں نے امیر الامراء کا ایک نیا عہدہ بھی قائم کیا، جو گویا تمام فوج کا کمانڈر انچیف تھا، اور سب سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ اس عہدے پر امور کئے گئے،

دستہ بندی کی وجہ سے ادن کے زمانے میں فن جنگ میں بھی بہت کچھ ترقی ہوئی، عرب کو چونکہ ہمیشہ ایک ناز بیت یافتہ فوج سے لڑنا پڑتا تھا، اسلئے حالت جنگ میں فوج کسی ترتیب و نظام کی پابند نہ تھی، غیر مرتب صفیں قائم ہو جاتی تھیں اور ہر صف الگ الگ معرکہ آرا ہوتی تھی، لیکن حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں جب بمقام یرموک رومیوں سے

جنگ ہوئی، اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے اوکی فوج کے ترتیب و نظام کو دیکھا، تو تمام فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا،

ولا تقاتلوا قوما علی نظام و تعینہ

نہ لڑو،

علی تساندا و انتشار،

چنانچہ انھوں نے فوج کے ۳۶ دستے قائم کیے، اور ہر دستے پر الگ الگ کمانڈر مقرر کئے، ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں لکھا ہے،

وادل من ا بطل الصف فی الحرب پہلا شخص جس نے جنگ میں صف بندی کے

وصارالی التبعیہ کرا دیس مردان طریقہ کو موتوں کر کے الگ الگ دستے قائم

کیے، مردان بن حکم تھا،

بن ا لحکم،

لیکن یہ تاریخی غلطی ہے، اس کی ابتداء خود حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں ہو گئی تھی، چنانچہ علامہ طبرسی لکھتے ہیں،

وخرج خالد فی تعبیہ لم تبعھا العرب اور خالد نے فوج کو اس طرح آراستہ کیا کہ عرب نے

اس سے پہلے اس قسم کی آراستگی نہیں دیکھی تھی،

تبع ذلک

اس ترتیب و نظام سے فوج کے مختلف شعبے مثلاً قلب، میمنہ، اور میسرہ قائم ہو گئے

اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں اولین اور بھی اضافہ ہوا،

اخلاقی حیثیت سے خلفائے راشدین کا سب سے اہم فرض یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ

نے فوج کو جس قانون جنگ کا پابند بنایا تھا، اور سکو وہ بھی قائم رکھیں، اور اوس کی محافظت کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو جس اخلاقی قانون کا پابند بنایا تھا، اوس کے وفعات کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱ مال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے،

۲ بد عہد ہی نہ کی جائے،

۳ مقتولین کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان نہ کاٹے جائیں،

۴ بچے، عورتیں، بوڑھے اور راہب نہ قتل کیے جائیں،

۵ مسلمانوں کی آبادی پر حملہ نہ کیا جائے،

۶ لوگوں کی جائیداد اور موبیلیوں سے تعرض نہ کیا جائے،

۷ اسیران جنگ کو اون کے اعزہ و اقارب سے جدا نہ کیا جائے،

۸ لونڈیوں سے بغیر استبراء و رحم کے مباشرت نہ کی جائے،

خلفائے راشدین نے شدت کے ساتھ اس قانون کی محافظت کی چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے شام کی طرف فوج بھیجی تو امیر العسکر کو حسب ذیل وصیتیں کیں،

انک تجھ قوم ما ذعبوا انھم حبسوا تم ایک ایسی قوم (راہب) کو پاؤ گے جنھوں نے

انفسہم لله فذرہم وافی مویک اپنے آپ کو عبادت خدا کے لئے وقف کر دیا ہے

بعشر لا تقتلوا امراة ولا صبیا ولا ادن کو چھوڑ دو، میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں

کبیرا ہرم و لا تقطن شجر عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرو، پھلدار درخت کو

مشمرا ولا تحز بن عامر ولا تفقر  
 نہ کاٹو، آبادی کو دیران نہ کرو، بکری اور اونٹ کو  
 شاة ولا بعیر الا لاکلمہ ولا تحرقن لخلو  
 ذبح نہ کرو، غلستان میں آگ نہ لگاؤ، مال، غنیمت  
 ولا تعرقنہ ولا تفلل ولا تجبن  
 مین بد دیانتی نہ کرو، اور زامرد نہ ہو،  
 حضرت عمرؓ نے بھی ان قوانین کا نہایت احترام کیا، اور فوج کو عام طور پر  
 ہدایت فرمائی،

فان قاتلوکم فلا تغلروا ولا تغلوا  
 اگر وہ تم سے لڑیں تو بد عہدی نہ کرو، خیانت نہ کرو  
 ولا تمشلوا ولا تقتلوا اولیاءہ  
 مقتولین کے اعقانہ کاٹو، اور بچوں کو قتل نہ کرو  
 ایک بار اون کو معلوم ہوا کہ فوجی لوگ امان دیکر بد عہدی کرتے ہیں، تو سپہ سالار  
 فوج کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہو، اور جب وہ پہاڑ پر چڑھ  
 جاتے ہیں تو اون سے کہتے ہو کہ ”مترس“ یعنی نہ ڈرو، لیکن جب اون پر قابو پا جاتے ہو  
 تو اون کو قتل کر ڈالتے ہو، اگر اب کوئی شخص اس بد عہدی کا مرتکب ہوا تو خدا کی قسم  
 اس کی گردن اور ڈاؤنگا۔

لیکن اس اخلاقی قانون کے تحفظ کے ساتھ حضرت عمرؓ نے مادی حیثیت سے بھی  
 نظام فوج کو نہایت ترقی دی، چنانچہ ان ترقیوں کی تفصیل یہ ہے،  
 ایک مستقل محکمہ فوج قائم کیا، تمام لوگوں کے نام درج رجسٹر کروائے اور  
 اون کی تنخواہ مقرر کیں،

صلیہ موطاء امام مالک کتاب الجہاد باب التہی عن قتل النساء والاولاد فی الغزو، ص ۱۲۰، موطاء  
 امام مالک کتاب الجہاد باب اجار فی الوفا بالامان،

- ۲ ہر جگہ بڑے بڑے اصطبل بنوائے، جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت  
 طیار رہتے تھے، کہ بوقت ضرورت فوجی تیاریوں میں کوئی دشواری پیش نہ آئے،  
 کوئٹہ میں اس کا اہتمام سلمان بن ربیعہ باہلی کے متعلق تھا، اور اس وجہ سے وہ سلمان  
 انخیل کے لقب سے مشہور تھے، گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش و پرداخت کے لیے  
 متعدد چراگاہیں قائم کرائی تھیں جن کو بھی کہتے ہیں،
- ۳ ملک میں مختلف چھاؤنیاں قائم کیں، بالخصوص سرحدی اور ساحلی مقامات کو  
 نہایت مستحکم اور محفوظ کیا،
- ۴ رسد کا مستقل محکمہ قائم کیا جس کو اہل کہتے تھے،
- ۵ سپاہیوں کو بھرتہ دیا جس کو عربی میں معونہ کہتے ہیں، جو سپاہی نادار ہوتا  
 تھا اس کو سواری بھی ملتی تھی،
- ۶ فوج کی صحت اور تندرستی قائم رکھنے کے لیے مختلف تدبیریں کیں، مثلاً  
 (۱) جو سرد ممالک ہوتے تھے وہاں گرمیوں میں اور گرم ممالک میں جاڑوں کے  
 موسم میں فوجیں روانہ کرتے تھے،
- (۲) فصل بہار میں عموماً اذن مقامات میں فوجیں بھیجتے تھے، جن کی آب و ہوا  
 خوشگوار اور وہ سرسبز و شاداب ہوتی،
- (۳) بارکون کی تعمیر اور چھاؤنیوں کے بنانے میں ہمیشہ عمدہ آب و ہوا کا لحاظ

کرتے تھے،

(۴) کوچ کی حالت میں فوج کو حکم تھا کہ لوگ جمعہ کے روز شب و روز قیام کر کے دم لے لیں، ہر روز اس قدر مسافت طے کی جائے کہ لوگ تھکنے نہ پائیں اور پڑاؤ اس مقام پر ڈالا جائے جہاں ضروریات کی تمام چیزیں مل سکیں،

۵ رخصت کا باقاعدہ انتظام تھا جو فصیح و دروز مقامات پر رہتی تھیں، اون کو سال میں ایک دفعہ درنہ و دو دفعہ رخصت ملتی تھی، چنانچہ ایک بار اس میں تاجہ کوئی تو فوج خود واپس چلی آئی،

۶ فوج کے ساتھ قاضی، افسر خزانہ، محاسب، طبیب، جراح اور مترجم مقرر کیے جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا پہلے اس کی تفصیل لکھی جاتی تھی، پھر محاسب اس کو تقسیم کرتا تھا، طبری میں ہے،

کان الاخصاس یکتب ویحییٰ خمس لکھا جاتا تھا اور اس کا حساب کیا جاتا تھا،

۹ سفر میں ان انتظام کیا اور یہ کام زیادہ تر دیون سے لیا، وہی پل باندھتے تھے سڑک بناتے تھے، بازار لگاتے تھے اور یہ تمام خدمتیں مسلمانوں کے حسن سلوک کی بنا پر بخشی انجام دیتے تھے،

۱۰ ذمی جاسوسی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، لیکن ان کے علاوہ حضرت عمرؓ نے خود متعدد جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو ان کو ایک ایک جزئیات کی خبر

دیتے رہتے تھے، تاریخ طبری میں ہے،

وكانت تكون لعمرا العيون فصل  
ہر فوج میں حضرت عمرؓ کے جاسوس  
جیش، رہتے تھے۔

۱۱ مقتولین و مجروحین کو میدان جنگ سے اٹھانے کے لیے خاص خاص  
اشخاص مقرر کیے جاتے تھے، تاریخ طبری میں ہے،

وكل سعدا جسا لا ينقل الشهداء  
حضرت سعدؓ نے شہداء کو اٹھانے کے لیے اشخاص مقرر کیے

شہداء کی لاشیں آتی تھیں تو بچے اور عورتیں قبر کھود کھود کر اون کو دفن کرتی تھیں،  
غزوہ بحریہ ۱۰ بحری جنگ کی تحریک اور ابتداء اول اول حضرت عمرؓ کے عہد خلافت  
میں ہوئی، چنانچہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ نے اون کو بحری جنگ کی طرف  
توجہ دلائی، لیکن حضرت عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی نیا کام کرنا ہوتا تھا، تو کافی  
معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی ابتدا فرماتے تھے، اس لیے پہلے حضرت عمرو بن العاصؓ  
سے بحری حالات دریافت فرمائے اور اونھوں نے اس کو ایک پرخطر کام بتایا، حضرت  
عمرؓ کو غزوات بحریہ کی مشکلات کا اندازہ ہوا تو اس کی طرف سے توجہ ہٹائی، اور  
مسلمانوں کو ادس کی مانعت فرمائی، لیکن صحابہ کرام کے جوش جہاد کے لیے زمین کی  
دست کافی نہ تھی، اس لیے باوجود اس مانعت کے حضرت علاء بن حضرمیؓ اور حضرت  
عرقبہ بن ہرثمہ ازدیؓ نے حضرت عمرؓ کی اجازت کے بغیر ناکام بحری حملے کیے، حضرت



عمر کو اون کی ناکامی کا حال معلوم ہوا تو سخت زبرد تو بیج کی اور مغز دلی کی دیکھی تھی  
 اس کے بعد اون کے عہد خلافت میں کوئی بحری جنگ نہیں ہوئی، لیکن حضرت عثمانؓ کے  
 زمانے میں یہ جوش دوبارہ نازہ ہوا، حضرت امیر معاویہؓ کو ابتدا ہی سے رومیوں کے  
 ساتھ بحری جنگ کا خیال تھا، انھوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس خیال کو  
 ظاہر بھی کیا تھا، لیکن انھوں نے اجازت نہیں دی، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں  
 انھوں نے پھر یہ درخواست کی، پہلے تو انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حضرت عمرؓ نے تم کو  
 اس سے روکا تھا، انھوں نے دوبارہ خواہش ظاہر کی تو اجازت دی، چنانچہ انھوں نے  
 سلسلہ میں انقضاء موسم سرما کے بعد قبرس پر پہلا بحری حملہ کیا، اور وہاں سے چند شرائط  
 پر صلح کر کے واپس آئے سلسلہ میں اون لوگوں نے بعض شرائط صلح کی خلاف  
 ورزی کی، تو حضرت امیر معاویہؓ نے پانچ سو جہازوں کے ساتھ دوبارہ حملہ کر کے قبرس  
 کو فتح کر لیا، اور وہاں عرب کی نوآبادیان قائم کیں مسجدین تعمیر کیں اور ایک شہر آباد کیا  
 اس کے بعد غزوات بحریہ کا عام سلسلہ قائم ہو گیا، اور برابر قائم رہا،

اسد الغابہ میں ہے،

خبادہ بن امیر حضرت عثمانؓ کے زمانے سے بڑی

کان خبادہ بن امیر علی غزو الروم

کے زمانہ تک امیر معاویہؓ کی جانب سے رومیوں کے

فی البحر لمعاویہ من زمانہ عثمان

ساتھ غزوہ بحریہ میں مشغول رہے

الی ایام یزیدؓ

لہ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲، طبری صفحہ ۲۲۶، مکملہ تاریخ البلدان صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰، اسد الغابہ تذکرہ خبادہ بن امیر،

طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن قیس حارثی کو حضرت امیر معاویہ نے  
امیر البحر مقرر فرمایا تھا، اور انھوں نے پچاس بحری لڑائیوں میں مسلمانوں کا ایک  
آدمی بھی ضائع نہ ہوا۔

جہاز سازی کا کارخانہ، ایسے عظیم الشان بحری حملے جس میں پانچ پانچ سو جہازوں کا ٹیرا  
سطح سمندر پر تلاطم انداز ہو بغیر جہاز سازی کے کارخانے کے نہیں کیے جاسکتے تھے اسلئے  
حضرت امیر معاویہ نے متعدد جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے تھے، جن میں پہلا کارخانہ  
مصر میں ششہ مدین قائم کیا گیا تھا،

علامہ بلاذری کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اور تمام ساحلی  
مقامات پر بھی جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے تھے، چنانچہ اون کے الفاظ یہ ہیں،

كانت الصناعة بمصر فقط فامر	جہاز سازی کا کارخانہ صرف مصر میں تھا، لیکن
معاوية بجسم الصناع والنجاارين	امیر معاویہ کے حکم سے کاریگر اور بڑھئی جمع
فجمعوا در تبهم في السواحل	کئے گئے، اور ان کو انھوں نے تمام ساحلی مقامات پر
وكانت الصناعة في امدان السكاه	مقرر کیا، اور اردن میں بمقام عکا جہاز سازی کا کارخانہ تھا،

یہ کارخانہ مدون قائم رہا، لیکن ہشام بن عبدالملک نے اس کو صورت میں منتقل کر دیا،

طبری صفحہ ۱۲۸۲ء حسن الطاهر جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، ۱۰۰ فتوح البلدان صفحہ ۱۲۸۲ء عربی میں صناعت کے لفظ کا جیسا کہ  
علامہ بطونی نے تفسیر کی ہے جہاز سازی کے کارخانہ پر اطلاق کیا جاتا ہے،

# فتوحات صحابہ

اور

## اون کے علل و اسباب

اگر صحابہ کرام کے نظام اخلاق، نظام عمل اور نظام عقائد کی تحلیل کی جائے تو اون کی فتوحات کے اہم اور اصولی اسباب حسب ذیل قرار دیئے جاسکتے ہیں،  
(۱) صحابہ کرام دنیا کی فتح کے لئے اوٹھے تو اون کے سامنے ایک خاص مقصد تھا جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا مطمح نظر قرار دیا تھا، چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غزوہ خیبر میں علم فتح عنایت فرمایا تو ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی فرمائے،

لان یمدای الله بک وجلا خیرک  
اگر خدا تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت  
دے دے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹن سے بہتر ہوگا،  
من حملا النعم

لیکن جس قوم سے بادۂ ہدایت کے ان متوالون کا مقابلہ ہوا، اون کے دل اس کیفیت سے بالکل خالی تھے، اون کا فوجی نظام اگرچہ نہایت مکمل تھا تاہم اون کے سامنے کوئی مقصد

وہ خارجی قوت سے لڑنا چاہتے تھے، حالانکہ فوج صرف اندرونی طاقت سے لڑتی ہے، خود فرانس کا مشہور مورخ لیبان صحابہ کرام کی فتوحات کا سبب اسی مقصد جلیل اور اسی قوت ایمانیہ کو قرار دیتا ہے، چنانچہ اپنی مشہور فلسفیانہ کتاب سرطور الامم میں لکھتا ہے،

اگر ہم عرب کی ابتدائی فتوحات کے زمانے کی تاریخ پر غور کریں (حالانکہ ابتدائی فتوحات عادیہ مشکل اور اہم ہوتی ہیں) تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اون کا مقابلہ اون کے یونان سے ہوا، جن کا نظام فوج اگرچہ نہایت مستحکم تھا، تاہم اون کی اخلاقی طاقت ضعیف ہوئی تھی، عرب کی فوج نے اول اول شام کی طرف پیش قدمی کی، جہاں اون کو غیر متاثر فوج سے سابقہ پڑا جو اون افراد سے مرکب تھی جو کسی مقصد کے لیے اپنے اندر جان ترشی کا جذبہ نہیں رکھتی تھی، لیکن عرب کی قوت ایمانیہ اون کی تعداد کو کسی گنا بڑا دیتی تھی اسلئے اون کو ایسی کھوکھلی فوج کے شیرازہ کے پر اگندہ کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی،

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک خود صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک عظیم نشان سبب تھی، محبت و اطاعت نے صحابہ کرام کو اس شمع ہدایت کا پروانہ بنا دیا تھا، اور رہ صرف جان دیکر اس سے جدا ہو سکتے تھے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عہدہ نے کہا کہ ”میں تمہارے سامنے ایسے پھرے اور ایسے مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو تم کو

چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو اس طنز آمیز فقرے نے جان نثاران رسول کے دلون پر نشتر کا کام کیا، اور حضرت ابو بکرؓ نے ہر دم ہو کر کہا ”ہم اور آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے“

غزوہ بدر میں جب آپ نے کفار کے مقابلہ کے لیے صحابہ کرام کو جوش دلایا تو حضرت مقدادؓ نے کہا کہ ”ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ کی قوم کی طرح یہ کہہ کر الگ ہو جائیں،  
اذہب انت و ربک فقاتلوا، تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور دونوں مکر لڑو،

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے، لڑیں گے، چنانچہ یہ جان نثارانہ فقرے سنے تو فطرت سے آپ کا چہرہ دکت اڑھا،

غزوہ خنین میں معرکہ کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ اصحاب سمرہ کو بلائیں، انھوں نے آواز دی تو وہ لوگ لبیک کہہ کر اس جوش کے ساتھ ٹوٹ پڑے، جس طرح بچے دالی گائیں اپنے بچوں پر ٹوٹتی ہیں،

جان نثاری رسول کے عنوان میں اس قسم کی متعدد مثالیں گزر چکی ہیں، اور ان تمام مثالوں کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جو قوم اپنے پیغمبر کی اس قدر جان نثار ہو، اس کی محبت میں اس قدر سرشار ہو، اس کی اطاعت گزار ہو، اس کی حکومت کا پھر یا انق عالم پر پھر اسکتا تھا، یا اس قوم کا؟ جس نے اپنے پیغمبر سے صاف صاف کہہ دیا تھا،

اذہب انت و ربک فقاتلوا تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو، ہم تو اسی جگہ  
۱۔ بخاری کتاب الاشراف باب الشروط فی الجہاد و المصالحۃ مع الی حرب، ۲۔ بخاری کتاب المغازی باب قصۃ غزوہ بدر،  
۳۔ مسلم کتاب الجہاد باب فی غزوہ خنین،

ہمنا قاعدون،

بیٹھے ہیں،

(۲) صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک بڑا سبب تحمل مشاق تھا، تحمل مشاق فوج کے نظام اخلاق کا نہایت ضروری عنصر ہے، اور صحابہ کرام نے فوجی خدمات کے ادا کرنے میں جس قدر جسمانی تکلیفیں اٹھائی ہیں، اس کی نظیر سے دنیا کی مذہبی اور سیاسی تاریخ خالی ہے، بنو اسرائیل کو دلدلی تیرہ میں کوئی فوجی خدمت انجام نہیں دینی پڑتی تھی، اون کو بھوک اور پیاس کی شدت کا مقابلہ کرنا نہیں پڑتا تھا، اون کے لیے آسمان سے من و سلویٰ اترتا تھا، اور زمین سے چشے ابلتے تھے، تاہم وہ فوجی زندگی کے ابتدائی امتحان میں بھی پورے نہیں اترے، اور گھبرا کر بول اٹھے،

من نصبر علی طعام واحد فادع لنا	ہم ایک ہی کھانے پر قناعت نہیں کر سکتے،
س بک یخرج لنا مما تنبت الارض	ہمارے لیے خدا سے دعا کرو کہ زمین سے
من یقلھا وقتھا وفومھا وعدھا	ترکاری، کھیر، گیہون، مسور اور
وبصلھا،	پیاز ادا گائے،

لیکن صحابہ کرام کو ایک غزوہ میں فی کس صرف ایک کھجور ملتی تھی، جس کو وہ بچوں کی طرح چوس کے پانی پی لیتے تھے، ورنہ سب سے پتے جھاڑ لاتے تھے اور اس کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے،

ایک غزوہ میں سامان رسد ختم ہو گیا تو صحابہ کرام کھجور کی گٹھلیاں چوس چوس کر

صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الاطعمہ ابی بنی دو اب الجبر،

پانی پی لیتے تھے

غزوہ احزاب میں سامان رسد اس قدر کم تھا کہ تمام صحابہ مٹھی بھر جو اور مٹھی  
ہوئی چربی پر بسر کرتے تھے،

ایک غزوہ میں تمام صحابہ کے درمیان صرف ایک سواری تھی، اسلئے پیدل چلتے  
چلتے تھوڑے دن میں سو راح ہو گئے تھے، پاؤں کے ناخن گر گر پڑے تھے، مجبوراً تمام صحابہ کو  
پاؤں میں چھتھرے لپیٹنے پڑے، اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع  
پڑ گیا جس کے معنی چھتھرے کے ہیں،

(۴) صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک سبب اون کا بیابانہ اقدام تھا، چنانچہ صحابہ  
کرام نے مدین میں داخل ہونا چاہا تو بیچ میں دریا پڑتا تھا، لیکن اس سیلاب کو یہ دریا  
کیونکر روک سکتا تھا؟ تمام صحابہ نے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے اور اوس کو عبور  
کر کے شہر میں داخل ہونا چاہا، ایرانیوں نے اس منظر کو دیکھا تو کہا کہ ”دیوان آمد“  
اور یہ کہ شہر کو خالی کر دیا،

(۵) فوجی نظام اخلاق کا اصلی عنصر صبر و استقلال ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
جہاد کے ہر موقع پر صبر و استقلال کی تعلیم دی ہے،

یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال اے پیغمبر! مسلمانوں کو جہاد کے لئے ابھار د اور اگر

ان یکمنکم عشرون صابرون یقلبوا تم میں سے بیس شخص بھی صاحب استقلال ہوں تو وہ لوگوں کو

۱۔ مسلم کتاب الایمان باب من لقی الشرب الایمان دہو غیر شک فیہ دخل الجنتہ و حرم علی النار ۲۔ بخاری غزوہ خندق،

۳۔ مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ ذات الرقاع، ۴۔ طبری صفحہ ۲۴۳،

ما تئین وان یکن متکم ما تہ یغلبوا الفاء  
 من الذین کفوا بانہم قوم لا یفقیہون  
 غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سوہن تو ہزار کا زدن  
 پر غالب ہوں گے، کیونکہ وہ کچھ نہیں سمجھتے،

فیض تربیت نبوی نے اس عنصر کو صحابہ کرام کے نظام اخلاق کا ایک لازمی  
 جزو بنا دیا تھا، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے، والصابرین فی الباساء والصالحون

الباس اولئک الذین صدقوا اولئک هم الملتقون ، اسلئے

سخت سے سخت فوجی مشکلات میں وہ ثابت قدم رہے، اور آخر غالب آئے، رسول اللہ  
 صلعم نے طائف پر چڑھائی کی تو وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے، اور آپ واپس پلٹ  
 آئے، حضرت سحر ملک لیکر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ واپس تشریف لے گئے، لیکن اونھوں نے  
 قسم کھالی کہ جب تک قلعہ سحر نہ ہو جائیگا وہ واپس نہ آئیں گے، چنانچہ اونھوں نے  
 محاصرہ کیا اور قلعہ سحر ہو گیا،

ایک بار رومیوں نے مسلمانوں کے مقابل میں ایک لشکر گران جمع کیا، حضرت  
 ابو عبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کو اس خطرے کی اطلاع دی تو اونھوں نے لکھا کہ  
 ”مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اس کے بعد خدا اس کو  
 اطمینان و سکون عطا فرماتا ہے، ایک شکل دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی، خداوند  
 تعالیٰ قرآن پاک میں خود کہتا ہے،

یا اھمال الذین آمنوا اصبروا  
 مسلمانو! صبر کرو! اہم صبر کی تلقین کرو، استقلال

طہ ابوداد و کتاب الخراج والامارۃ باب اقطاع الارضین،



صابر و اذرا بطوا و اتقوا اللہ لعلم  
تفلحون، اختیار کرو اور خدا سے ڈرو شاید تم کامیاب  
ہو جاؤ،

(۶) اگر فوج میں ایک بددیانت سپاہی بھی شامل ہو تو وہ پوری فوج کی مادی اور اخلاقی  
طاقت کو بے اثر کر سکتا ہو، اس کو حرص و طمع ہر قسم کی منافقت پر آمادہ کر سکتی ہو، وہ  
ہر قسم کی نیک حرامی کر سکتا ہو، وہ درپردہ دشمن کا جاسوس بن سکتا ہو اور سب سے بڑھکر  
یہ کہ چند سپیوں پر اپنے فوجی مقصد کو قربان کر سکتا ہو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا  
قول ہے،

ما ظہر الغلول فی قوم قط الا النقی  
کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں خیانت پیدا ہو اور  
فی قلوبہم مال علیہ

لیکن صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کے دربار کے سامان دیکھے، دنیا نے اون کے  
آگے اپنا خزانہ اوگل دیا، اون کے سامنے زرو جو اہر کے انبار لگ گئے، تاہم انہیں  
کوئی چیز اون کی دیانت کو صدمہ نہ پہونچا سکی، ایران کی فتح کے بعد جب دربار خلافت  
میں کسریٰ کی مرصع تلوار اور زرین مکر بند آیا، تو حضرت عمرؓ نے اون کو دیکھ کر فرمایا کہ  
”جس قوم نے ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا وہ ایک متدین قوم ہے“

یہی دیانت تھی جس نے صحابہ کے سامنے فتوحات کے دروازے کھول دیے تھے،  
چنانچہ جب اصطر فتح ہوا اور صحابہ کرام نے بلا کم و کاست مال غنیمت کو امیر العسکر کے

سامنے لا کر رکھ دیا تو اس نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا، جس میں کہا، "اسلام اور اہل اسلام کی تہا مترقیان اسی وقت تک ہیں جب تک لوگ خیانت نہ کریں، لیکن جب بددیانتی شروع ہوگی، تو نا دیدنی چیزیں دیکھنے میں آئیں گی، اور بہت، اس قدر کافی نہوگا جتنا تھوڑا ہوتا ہے،

(۴) صحابہ کرام کے فتوحات کا ایک سبب اون کا مساویانہ طرز عمل تھا، رومیون اور ایرانیون نے انسانوں کے جو مختلف طبقے قائم کر دیئے تھے، اوس کا ناگوار احساس خود رعایا کو ہو چکا تھا اسلئے اون میں بدافعت کا وہ شریفانہ جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا تھا جو خود ارکان سلطنت کے دلوں میں موجود تھا، چنانچہ جب حضرت مغیرہؓ قید کر کے رستم کے دربار میں پیش کیے گئے، تو وہ بے تکلف رستم کے برابر تخت پر جا کر بیٹھ گئے، ایرانیون کو یہ کیونکر گوارا ہو سکتا تھا؟ خدام بارگاہ چھٹے اور ادن کو فوراً تخت سے اوتار دیا، اس موقع پر اوفسون نے کہا کہ ہم پہلے صرف تمہارے قصے سنتے تھے، لیکن آج مجھے تم سے زیادہ احمق کوئی تو نظر نہیں آتی، ہم عرب لوگ باہم مساویانہ برتاؤ کرتے ہیں، کوئی کسی کو غلام نہیں بناتا، میرا خیال تھا کہ تم لوگ ہماری طرح ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرتے ہو گے اسلئے یہ بہت اچھا ہوا کہ تم نے خود مجھے بتا دیا کہ تم میں بعض لوگ بعض لوگوں کے خدا ہیں، اب تمہاری سلطنت قائم نہیں رہ سکتی، میں نے اس راز کے انکشاف کے لیے خود کوئی کوشش نہیں کی، تم نے بلایا تو مجھے معلوم ہوا کہ اب تم لوگ مغلوب ہو گے، کیونکہ اس

طرز عمل سے کوئی ملک قائم نہیں رہ سکتا۔ اس آزادانہ تقریر کو سنکر طبقہ سفلی کے اصلی جذبات ابھر آئے، اور سب کے سب ہم زبان ہو کر بول اڑے کہ خدا کی قسم یہ عرب سچ کہتا ہے، وہ قانون نے کہا کہ ”اس نے ہمارے غلاموں کے دل کی بات کہہ دی۔“

اس کے برخلاف اسلامی فوج میں اصول مساوات سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کیا جاسکتا تھا، جنگ ایران میں حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار تھے، اون کے سامنے چند ایرانی رئیسوں نے نہایت لذیذ کھانے پیش کیے، تو اونھوں نے پوچھا کیا تم نے اسی طرح کے کھاؤں تمام فوج کی صیافت کی ہے؟ بولے ”نہیں“ فرمایا، ابو عبیدہ بدترین شخص ہوگا اگر ایک قوم کو ساتھ لیکر آئے جو اوس کے آگے اپنا خون بہائے اور پھر وہ اپنے آپ کو اون پر ترجیح دے، وہ وہی کھائیگا جس کو سب لوگ کھاتے ہیں۔“

اس مساوات نے خود مخالفین کو یقین دلادیا تھا، کہ اس قوم کے سامنے اب اونکے عرش کے پائے متزلزل ہو جائیں گے، چنانچہ جب رومیوں سے جنگ ہوئی تو قنصلار نے ایک عربی جاسوس کو بھیجا کہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا پتہ لگائے، اوس نے پلٹ کر خبر دی کہ یہ لوگ راتوں کو تو رہا ہب رہتے ہیں اور دن کو شہسوار بن جاتے ہیں، اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی کوئی چیز چرائے تو اوس کے ہاتھ کاٹ لیتے ہیں، اور اگر زنا کرے تو اوس کو سنگسار کرتے ہیں، یہ سنکر قنصلار خود بول اڑھا کہ ”اگر یہ سچ ہے تو میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں پیوند خاک ہو جاؤں۔“

(۸) صحابہ کرام کی فتوحات کو ذمیوں کی ہمدردی اور اعانت نے بھی بہت کچھ ترقی دی کیونکہ صحابہ کرام نے ذمیوں کے ساتھ جو سلوک کیا، اوس نے ادن کو اس قدر گردیدہ کر لیا، کہ جب یرموک میں رومیوں سے معرکہ آرائی ہوئی اور صحابہ کرام نے اس خیال سے کہ اب وہ ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتے جزیہ و خراج کی کل رقم اون کو واپس کر دی، تو اہل محص نے کہا کہ ”تھار ہی عاوانہ حکومت ہم کو انچی قدیم نظامانہ حکومت سے زیادہ پسند ہے، ہم تمھارے عامل کے ساتھ ہر قل کی فوج سے معرکہ آرا ہوں گے“ یہودیوں نے توراۃ کی قسم کھا کر کہا کہ ”جب تک ہم مغلوب نہو جائیں ہر قل کا عامل محص میں داخل نہیں ہو سکتا۔“

اس گردیدگی کا یہ نتیجہ تھا کہ یہی لوگ تمام فوجی کام جن پر فوج کی کامیابی کا واردار ہے، انجام دیتے تھے، جاسوسی کرتے تھے، مینا بازار لگاتے تھے، اور دشمن کی خبریں لاتے تھے، معجم البلدان میں ہے،

دکان الدھاقین ناصحو المسلمین      دہقانوں نے مسلمانوں کی خبر خواہی کی، اون کو  
ودلوہم علی عودات فارس و      ایرانیوں کی کمزوریان بتائیں، ادن کو راستہ  
اهدواہم دقاہموا الصلا سواق،      دکھایا، اور ادن کے لیے بازار لگائے،

صحابہ کرام کے حریفوں کو اس طرز عمل نے خود یقین دلادیا تھا کہ جو قوم معاہدہ کی اس قدر پابند ہو اوس کی اخلاقی طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ جب مسلمانوں کی

لے فتوح البلدان صفحہ ۱۱۴، معجم البلدان ذکر کو نہ،

فوج سے ایک رومی قیدی بھاگ نکلا اور ہرقل نے اس سے مسلمانوں کے حالات پوچھے تو اس نے کہا کہ وہ لوگ دن کو شہسوار اور رات کو راہب ہوتے ہیں جس قوم سے معاہدہ کرتے ہیں اس سے ہر چیز قیمت لیکر کھاتے ہیں اور جس شہر میں داخل ہوتے ہیں امن و امان کے ساتھ داخل ہوتے ہیں، ہرقل نے یہ سن کر کہا کہ اگر یہ سچ ہو تو وہ میرے ان دو قدموں کے نیچے کی زمین تک کے مالک ہو جائیں گے۔

(۹) صحابہ کرام کی فتوحات کا ایک سبب ان کا اتحاد و اختلاف تھا، اللہ

تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے،

خدا وہ جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ

هو الذي ايدك بنصره وبالمومنين

سے تمہاری تائید کی، اور اوں میں اتحاد و اتفاق

والف بين قلوبهم ولو انفق ما

پیدا کیا اگر تم زمین کا کل خزانہ صرف کر دیتے تب بھی

في الارض جميعا ما الفت بين

اون کے دلوں کو نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے اوں میں

قلوبهم ولكن الله الفت بينهم

اتحاد پیدا کیا اور اللہ غالب اور دانا ہے،

انه عزيز حكيم

اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید اور اس اتحاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہر راہی طاقت

سے بے نیاز کر دیا تھا، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے،

اے پیغمبر تیرے لیے خدا اور مسلمان کافی

يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك

ہیں،

من المومنين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی صحابہ کرام نے اس اتحاد کو قائم رکھا اور جب  
 اوس میں کسی قسم کا ضعف پیدا ہو تو اوس کی اصلاح کی، ایک بار حضرت عمرؓ کو خبر  
 ہوئی کہ قریش نے مختلف مجلسیں قائم کر لی ہیں، اور باہم لڑ جال کر نہیں بیٹھے، تو اون کی  
 طرف خطا طلب ہو کر فرمایا کہ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے مختلف مجلسیں قائم کر لی ہیں  
 اور اب یہ اتنا بڑا قائم ہو گیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں یہ فلان کا دوست ہے، اور وہ فلان کا  
 ہمنشین ہے، خدا کی قسم یہ تمہارے مذہب کو، تمہارے شرف کو، اور تمہارے تعلقات کو بہت  
 جلد برباد کر دیگا، اور گویا میں دن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، جو اسکے بعد کہیں گے کہ یہ فلان  
 کی رائے ہے، اور اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے، ایک ساتھ نشست و برخاست  
 کر و کیونکہ وہ ہمیشہ تمہاری محبت کو قائم رکھے گا اور دشمن تمہارے اجتماع کو دیکھ کر  
 مرعوب ہوں گے،

(۱۰) ان اسباب کے علاوہ اور دوسرے اخلاقی اوصاف، مثلاً مذہبی پابندی  
 وفاق، صدق، اصلاح اور مواصلات وغیرہ نے بھی صحابہ کرام کی فتوحات کو بہت کچھ ترقی  
 دی، صحابہ کرام کی مادی طاقت کا غیر تو مومن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا، چنانچہ  
 عجمیوں نے جب دن کے تیر دیکھے تو نہایت حقارت آمیز لہجہ میں کہا کہ ”یہ تلکے ہیں“  
 لیکن اون کی روحانیت عجمیوں کے بڑے بڑے جنرلوں کو مرعوب کر دیتی تھی،  
 ایک بار بمقام قادیسیہ صبح کی اذان ہوئی، تو تمام صحابہ اس تیزی سے نماز ادا کرنے

کے لئے دوڑے کہ ایرانیوں کو دھوکا ہوا کہ حملہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن جب رستم نے دیکھا کہ وہ ایک روحانی آواز پر اسقدر جلد جمع ہو جاتے ہیں تو خود بخود بول اٹھا، کہ ”عمر میرا کیلجہ کھا گیا“

اسی جنگ میں جب ایک ایرانی گرفتار ہوا اور اس نے مسلمانوں کے اخلاقی منظر کو دیکھا تو مسلمان ہو گیا، اور کہا کہ ”جب تک تم میں یہ وفاء، یہ صداقت، یہ اصلاح، یہ مواسات ہو تو تم لوگ شکست نہیں کھا سکتے۔“

(۱۱) بعض اوقات صحابہ کرام کی ظاہری شان و شوکت، کچھ کم موثر اور اذکار ظاہری جوش و خروش بھی کچھ مرعوب کن نہ تھا، حضرت حارث بن زید بکری کا بیان ہے کہ ”میں مدینہ آیا تو دیکھا کہ مسجد کچھ بھری ہوئی ہے، سیاہ جھنڈیاں لہرا رہی ہیں، حضرت بلالؓ رسول اللہ صلیعم کے سامنے تلوار لگائے ہوئے کھڑے ہیں، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا آپ عمرو بن العاصؓ کو ایک مہم پر روانہ فرما رہے ہیں، فتح مکہ کے زمانہ میں کفار کو اس جوش اور اس ظاہری شان و شوکت کا نہایت موثر اور مرعوب کن منظر نظر آیا، رسول اللہ صلیعم کے ساتھ دس ہزار جان نثار شریک تھے، اور آپ نے ہر قبیلے کے الگ الگ دستے بنائے تھے، جب یہ پر جوش فوج روانہ ہوئی تو اس کی روانگی سے پہلے حضرت ابوسفیانؓ اسلام لائے تھے، رسول اللہ صلیعم نے ان کو صحابہ کرام کے جوش سے مرعوب کرنا چاہا، اور حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ان کو

یہ پرائز منظور کھائیں، ابوسفیان کو اونھون نے ایک مقام پر روک لیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دستے ترتیب و نظام کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہر دستہ ابوسفیان کے سامنے سے گذرا، اونھون نے پہلے دستے کے متعلق حضرت عباسؓ سے سوال کیا، کہ یہ کس قبیلے کے لوگ ہیں؟ بولے ”غفار“ بولے مجھے ان سے غرض نہیں، اسی طرح جہینہ، سعد بن ہذیم اور قبیلہ سلیم کے دستے گذرے اور اونھون نے نام پوچھ کر کہا کہ مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں، سب کے آخر میں ایک عظیم الشان دستہ گذرا جس کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہؓ تھے، ابوسفیان نے اذکنا نام پوچھا، تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ انصار ہیں، اخیر میں ایک چھوٹا سا دستہ گذرا، جس کے علمبردار حضرت زبیر ابن عوامؓ تھے، اور خود شیعی نبوت انہی پر وائون کے بھرٹ میں تھی، آپ مقام حجوں میں پہنچے تو آپ کا علم نصب کیا گیا، اور صحابہ کرام اس جوش سے حملہ آور ہوئے کہ ابوسفیان بول اٹھے کہ آج قریش کا باغ ادھر گیا،

صحابہ کرام جب کوئی فوجی خدمت انجام دیتے تو یہ جوش اور بھی تازہ ہو جاتا، غزوہ خندق کے زمانہ میں موسم نہایت سرد اور سرد کا سامان اس قدر کم تھا کہ

یوتون بملاء کفی من الشعیر فی صنع لہم	صحابہ کے پاس شعی بھر جوتا اور سڑی ہوئی بدبو
یا ہالۃ سفحۃ توضع بین یدی القوم	دار بد مزہ چربی کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا اور
والقوم جلع وہی بشعۃ فی الحلق و	اوس گر سنہ قوم کے سامنے یہ بد مزہ اور
لہا ریح منتنہ	بدبو دار کھانا رکھ دیا جاتا،



زمین اس قدر سخت تھی کہ بعض پتھروں کے ٹوٹنے میں صحابہ کرام کی مجموعی طاقت نے جواب دیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی معجزانہ طاقت سے کام لینا پڑا، لیکن بائیں ہاتھ صحابہ کے جوش کا یہ حال تھا کہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے،

فحن الذین بایعوا محمدًا علی الجہاد ما بقینا ابدا

ہم غم کے ہاتھ پر جہاد کے لیے بیت کی ہو اور وقت تک کیلئے جب تک زندہ ہیں

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یہ رجز پڑھ کر اس جوش کو آواز کرتے رہتے تھے،

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

خدا کی قسم اگر خدا ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے و صدقہ دیتے نہ ناز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پس اے خدا ہم پر اپنا سکینہ نازل فرما اور اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم کر

ان الاولی قد بغوا علینا اذا ارادوا قتلنا ابینا

اون لوگوں نے کھانسنے والے خلاف بناوت کی ہے جب وہ لوگ جب تکے خواہان تھے تو ہم نے ان سے ابھر کر تین

جب اخیر مصرع پر پہنچتے تو آواز نہایت بلند ہو جاتی، اور مکرر فرماتے "ابینا، ابینا"

(۱۲) صحابہ کرام کو اون کی استعداد اور سرگرمی نے بھی غزوات میں بہت کچھ کامیاب

کیا اور اون کو مختلف جنگی خطرات سے محفوظ رکھا،

ایک بار آپ سفر میں تھے، کفار نے ایک جاسوس کو بھیجا، وہ اگر صحابہ کرام کے

پاس بٹھا اور چپکے سے نکل گیا، آپ نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر ڈالو، حضرت اکوٹ سے نہایت  
مستعد تیز رو، اور سرگرم صحابی تھے، سب کے آگے نکل گئے اور اس کو قتل کر ڈالا،

ایک دوسرے سفر جہاد میں مسلمانوں کی فوجی حالت نہایت ابتر تھی، اکثر لوگ  
پا پیادہ تھے، فوج میں بہت سے کمزور لوگ شامل تھے، اتفاق سے کفار کا ایک جاسوس  
آیا اور صحابہ کرام کی تمام فوجی کمزوریوں کو دیکھ بھال کر چلتا ہوا، قبیلہ اسلم کے ایک مستعد  
صحابی نے اس کا تعاقب کیا اور اس کو جالیا، حضرت سلمہ بن اکوع بھی پیچھے پیچھے تھے  
اب انھوں نے آگے بڑھ کر اس کے اونٹ کی ہمار پکڑ لی، اس کو زمین پر بٹھا دیا اور  
تلوار کھینچ کر اس کی گردن اوڑا دی،

ایک بار عبدالرحمن بن عیینہ نے سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر چھاپہ مارا، حضرت اکوٹ کو خبر ہوئی تو نہایت تیزی کے ساتھ پہلے  
مدینہ کا رخ کیا، اور عرب کے طریقہ پر تین بار یا تھبھا حاہ، کا نعرہ مارا، پھر پلٹ کر اون کا  
تعاقب کیا، وہ اگرچہ تنہا تھے، اور دشمن تیر پر تیر برساتے تھے اور تلوار پر تلوار چلاتے  
تھے، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف تمام اونٹنیوں کو واپس لیا بلکہ ڈاکو بھاگے اور اس  
سرعت اور بدحواسی کے ساتھ بھاگے کہ ۳۰ سے زیادہ تیزے اور ۳ سے زیادہ چادرین  
بھی چھوڑتے گئے،

## تعمیر مساجد

مسجد قبار اور مسجد نبوی کی عالمگیر شہرت نے اگرچہ مدینہ منورہ اور اوس کے آس پاس کی اور تمام مسجدوں کو گم نام کر دیا ہے، تاہم تاریخ رجال اور احادیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے مدینہ کے متصل ہر جگہ بہ کثرت مسجدیں تعمیر کی تھیں اور اردن میں باجماعت نماز ہوتی تھی فتح الباری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے،

لقد لیتنا بالمدینۃ قبل ان یتقدم علینا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسنین  
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے کئی  
سال پیشتر مدینہ میں مسجدیں تعمیر کرتے تھے اور  
انہیں نماز پڑھتے تھے،  
نہر المساجد و تقیم الصلاة

دارقطنی میں ہے کہ مسجد نبوی کے متصل قبیلہ بنو عمر، بنو ساعدہ، بنو عبیدہ، بنو سلمہ، بنو راجح، بنو زریق، اسلم، جہینہ، اور بنو سنان کی نو مسجدیں آباد تھیں جن میں حضرت بلالؓ کی اذان کی صدا پہنچنے کے ساتھ جماعت شروع ہوتی تھی، اس روایت کا ایک

ملہ فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، ملہ دارقطنی کتاب الصلوۃ باب تکرار المساجد،

راوی یعنی ابو لہیعہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اور روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، امام بخاری نے ایک مستقل باب باندھا ہے کہ مساجد کو اشخاص کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس باب میں جو حدیث لائے ہیں اس میں بہ تصریح مسجد بنو زریق کا نام لیا ہے، طبقات ابن سعد میں ہے،

وَجُفِيَ مَسْجِدُ بَا مَسْدِ يَنْتَه  
مدینہ میں جہنہ کی ایک مسجد ہے،

اصحابہ میں ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی داغ بیل ڈالی تھی، صرف انہی قبائل کی خصوصیت نہیں بلکہ کوئی قبیلہ، کوئی محلہ، اور کوئی گائون، مساجد سے خالی نہ تھا، مسند ابن جنبل میں ایک مدنی سے روایت ہے کہ میں نے مسجد بنو غفار میں نماز پڑھی، اور صحیح مسلم میں ہے کہ اس قبیلہ کے امام حنات بن ایاد ابن رخصہ غفاری تھے، ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ بنو عبد الاشمل کی مسجد میں دیکھا اسی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عمر خطمی کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ بنو خطمہ کی مسجد کے امام تھے، ابوسنان عبدی کے حال میں صاحب اصحابہ نے لکھا ہے کہ وہ بنو صباح کی مسجد کے موزن تھے، انصار کی جو آبادیاں تھیں سب میں الگ الگ مسجدیں قائم تھیں، صحیح مسلم میں ہے کہ جو اہل مدینہ میں انصار کے جو قصبے آباد تھے، عاشورہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اون میں عام منادی کر دیتے تھے، کہ جو لوگ روزہ دار ہیں اپنے روزے پورے کر لیں اور جو افطار کر چکے ہیں وہ بقیہ دن کا روزہ رکھیں، چنانچہ صحابہ اپنے بچوں کو لیکر

طہ طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۶۷، اصحابہ تذکرہ حضرت ابورہم ہنّیؓ، مسند ابن جنبل جلد ۲ صفحہ ۷۵، مسند الغائبہ تذکرہ حضرت ابن ابی الصّامیؓ

مسجد بن میں نکل جاتے تھے، موطائے امام مالک میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک گاون  
میں آئے جس میں قبیلہ بنو معاویہ آباد تھا اور پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
نے تمہاری مسجد میں کہاں نماز پڑھی تھی،

قبائل اور آبادیوں کے علاوہ مدینہ کے راستوں میں بہ کثرت مسجدیں آباد تھیں اور  
اور ان میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، چنانچہ امام بخاری نے ایک خاص باب  
باندھا جس کی سرخی یہ ہے (باب المساجد التي على طرق المدينة والموضع  
التي صلى فيها النبي صلى الله عليه وسلم) اور اس کے تحت میں اس قسم کی متعدد مسجدوں کا  
نام لیا ہے،

ان تمام مساجد میں بہت سی مسجدیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانے تک قائم  
تھیں، چنانچہ جن مساجد میں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی انھوں نے ادن کو دوبارہ  
منقش پتھروں سے تعمیر کروایا، وفاقاً الوفا میں ان مسجدوں کا مفصل حال لکھا ہے، ہم اس  
موقع پر ان کی ایک مختصر فہرست درج کرتے ہیں،

مسجد حبشہ | چونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں پہلا جمعہ ادا فرمایا تھا اس لیے وہ مسجد جمعہ کے  
نام سے موسوم ہو گئی،

مسجد نضج | یہ مسجد قبا کے مشرقی جانب وادی کے کنارے ایک بلند مقام پر واقع تھی  
اس کا ایک نام مسجد الشمس بھی ہے، جس کی وجہ تسمیہ لفظ سر یہ ہے کہ بلند مقام پر یہ ہونے سے  
لے صحیح مسلم کتاب الصیام باب من اكل في عاشوراء وليك بقية يومه، موطا کتاب الصلوۃ باب اجاز فی الاعاء، مسند ابی ہریرۃ  
جلد اول صفحہ ۱۲۷۱

سورج کی شعاعیں سب سے پہلے اسی مسجد پر پڑتی تھیں،

مسجد بنو قریظہ، | بنو قریظہ کے مکانات کے کھنڈر اسی کے متصل تھے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عاصرہ کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ کی تیمارداری کے لیے جو مسجد متعین کر دی تھی، وہ بظاہر ہی مسجد تھی،

شرعہ ام ابراہیم، | یہ ایک باغ کے اندر ایک بالاخانہ تھا، اور حضرت ماریہ قبطیہؓ اسی میں رہتی تھیں، آپ نے چونکہ اس میں نماز ادا فرمائی تھی اسلئے اخیر میں اس نے مسجد کی صورت اختیار کر لی، تاہم کوئی دیوار قائم نہیں کی گئی بلکہ ادھر ادھر سے پتھر کھڑے کر دیئے گئے، مسجد بنو ظفر، | یہ مسجد بقیع کے مشرقی جانب واقع تھی،

مسجد بنو مساویہ، | اس مسجد کا نام مسجد اجابہ بھی ہے جس کی وجہ جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الفتن میں ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا مقبول ہوئی تھی،

مسجد نسج، | چونکہ غزوہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں فتح کی دعائیں مانگی تھیں اسلئے اس کا ایک نام مسجد احزاب بھی ہے جس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے اس کے آس پاس اور تین مسجدیں تھیں جو اسی نام سے موسوم تھیں،

مسجد قبلتین، | یہ مسجد ادوی عقیق کے کنارے واقع تھی بعض لوگوں کے نزدیک چونکہ تحویل قبلہ اسی مسجد میں ہوئی تھی اسلئے اس کا یہ نام پڑ گیا،

مسجد البقیع، | حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ایک قلعہ زمین تھا جس میں ایک کنواں تھا جس کو سقیار کہتے تھے یہ مسجد اسی کنوئین کے متصل آباد تھی،

مسجد ذیاب | ذیاب ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر یہ مسجد واقع تھی،  
مسجد احد | یہ مسجد کوہ احد کے متصل واقع تھی،

ان مساجد کے علاوہ وقار الوقارین اور مسجد دن کے نام بھی مذکور ہیں جن کو ہم  
اختصار کے خیال سے نظر انداز کرتے ہیں،

مدینہ اور حوالی مدینہ کے علاوہ عرب کے جن ممالک میں اسلام پھیلا وہاں صحابہ  
کرام نے مسجدیں تعمیر کیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کو بت شکنی کے لیے طائف بھیجا  
تو حکم دیا کہ جہاں یہ بت نصب تھا وہیں مسجد تعمیر کی جائے تاکہ خدا وہاں پوجا جائے جہاں  
پوجا نہیں جاتا تھا،

آفتاب اسلام کی شعا عین سواحل یمین پر پڑیں اور یہاں کا ایک قبیلہ عبدالقیس  
اسلام لایا تو اس قبیلہ نے جو مسجد تعمیر کی اس کو یہ شرف حاصل ہوا کہ مسجد نبوی کے بعد  
جمعہ کی سب سے پہلی نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی،

صنعاء میں بھی کوہ ضبیل کے پاس ایک مسجد تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں  
حضرت دہر بن خنس کلبی کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا تو فرمایا کہ اس مسجد میں جانا،  
حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا  
اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں ایک گرجا ہو تو آپ نے اون لوگوں کی درخواست پر  
اپنے وضو کا پانی عنایت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ گرجے کو توڑ ڈالو اور اس پانی کو چھڑک کر

ﷺ اسد القاب: تذکرہ تیم بن خیلان بن سلمہ ثقفی، ﷺ بخاری کتاب الجہاد فی القری والمدن، ﷺ اصابت مذکرہ حضرت دہر بن خنس کلبی،

وہاں مسجد بنا لو چنانچہ اُن لوگوں نے واپس جا کر حسب ارشاد مسجد تعمیر کر لی، ابو دادودین  
ایک روایت ہے،

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامتنا  
بالساجدان فتصعقاني ديارنا وتصح صنعها ونظيرها

ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب اتخاذ المساجد فی الدورین اس حدیث کو درج کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وہ مسجدیں تھیں جو آپ کے حکم سے صحابہ اپنے گھروں میں بناتے تھے، لیکن دیار کے لفظ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم باہر کے مسلمانوں کے متعلق ہو گا، بہر حال اسلام جہان جہان پھیل دیا ان مسجدیں تعمیر ہوئیں ہی وجہ ہے کہ جب آپ کہیں فوج کش کرتے تھے تو ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی کرتے تھے،

اذا ساريتم مسجداً او سمعتم موزة نافلا  
اگر کہین مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو وہاں کسی کو قتل نہ کرو

خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحات کے ساتھ ساتھ جا بجا اسلام اور مسلمانوں کو پھیل گئے، اسلئے خلفاء راشدین نے بہ کثرت مسجدیں تعمیر کروائیں، حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ نو نہایت فقیر اور پر آشوب تھا، لیکن حضرت عمرؓ کے عہد میں، ہر شہر میں کم از کم ایک درجن بعض بعض شہروں میں متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں، چنانچہ انھوں نے شام کے تمام ممالک کو لکھا کہ ہر شہر میں ایک ایک مسجد تعمیر کی جائے، کو فہ آباد کیا گیا تو حضرت عمرؓ کے

صلی اللہ علیہ وسلم کتاب المساجد باب فیما ذابیح المذبح، علیہ ابوداؤد کتاب الجمادات فی دار البشائر، علیہ حسن المحاضر جلد دوم صفحہ ۴  
عمر بن الخطاب حسن المحاضر جلد اول عبارت ہی، فی المناقب عمر البلدان کتب الابی موسیٰ و یعلیٰ البصر و یا حرم الان فی تفسیر الجوامع

[illegible]





شام میں لاد قیہ فتح ہوا تو حضرت عبادہ بن صامتؓ کے حکم سے ایک جامع مسجد تیار ہوئی اور بعد کو اس کو اور توسیع دی گئی،

حضرت عثمان بن العاصیؓ نے جری حملہ کر کے توج کو فتح کیا تو وہاں عرب کی ایک نو آبادی قائم کی اور وہاں متعدد مسجدیں بنوائیں،

حضرت عمرؓ نے جدید مسجدوں کی تعمیر کے ساتھ مسجد نبویؐ اور مسجد حرام کی تجدید و توسیع بھی کی، ازواج مطہرات کے حجروں کے علاوہ مسجد نبویؐ کے آس پاس کے اور

تمام مکانات نہایت گران قیمت پر خرید لیے حضرت عباسؓ اول اول اپنا مکان دینا نہیں چاہتے تھے، لیکن اخیر میں انھوں نے بھی اوس کو وقف کر دیا، اب حضرت عمرؓ نے مسجد کو از سر نو اینٹ سے تعمیر کیا، ستون پہلے کھجور کے تھے، انھوں نے لکڑی کے ستون لگوائے، مسجد کا طول پہلے ۱۰۰ گز تھا، انھوں نے ۴۰ گز کر دیا غرض میں بھی ۲۰ گز کا اضافہ ہوا،

تجدید عمارت کے ساتھ حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ کے ایک گوشہ میں ایک چبوترہ بھی بنوایا کہ جو لوگ شور و شغب کرنا یا اشعار وغیرہ پڑھنا چاہیں وہیں جا کر پڑھیں،

مسلمہ میں حرم کی عمارت کو بھی بہت کچھ وسعت دی جن لوگوں نے بالکل خانہ کعبہ کے متصل مکانات بنوائے تھے حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اور گھر کے لئے صحن چاہیئے، لیکن تم نے اولیٰ کعبہ ہی کو دیا لیا ہی، اوس نے تم کو نہیں دیا ہے، چنانچہ اس غرض سے تمام مکانات منہدم کر دئیے، پہلے خانہ کعبہ کی کوئی دیوار نہ تھی،

۱۔ فتح البلدان صفحہ ۱۳۳، ۲۔ فتح البلدان صفحہ ۳۰۹، ۳۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء الکساء، ۴۔ موطا کتاب الصلوٰۃ الفصل فی جامع الصلوٰۃ

حضرت عمرؓ نے اس کے گرد چار دیواری بنوائی اور اس پر چراغ جلوائے،  
کعبہ پر اگرچہ غلات ہمیشہ سے چڑھایا جاتا تھا چنانچہ جاہلیت میں نفع اور مغاثر کا غلات  
چڑھاتے تھے، اور رسول اللہ صلم نے نبی کی طرفوں کے غلات چڑھوائے، لیکن حضرت عمرؓ  
نے قبایلی کا غلات تیار کر دیا جو نہایت عمدہ مصری کپڑا ہوتا ہے،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بہ کثرت نوآبادیان قائم ہوئے اور بہ کثرت  
مسجدیں تعمیر ہوئیں انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو غزوہ بحریہ کی اجازت دی تو ساتھ  
ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ تعینہ فوج کے علاوہ تمام سواصل پر جدید فوجی آدمی آباد کرائے جائیں  
اون کو جاگیریں اور جلاوطن شدہ لوگوں کے مکانات دیئے جائیں مسجدیں تعمیر کرائی جائیں  
اور اودن کے زمانے سے پیشتر جو مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں اودن کو وسعت دی جائے،

حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی اور حرم محترم کو بھی بہت کچھ وسعت دی، پہلے پہل  
جب انھوں نے توسیع مسجد نبوی کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اگرچہ مخالفت کی اور قدم  
بیٹت کو بدلنا پسند نہیں کیا لیکن بالآخر سب لوگ راضی ہو گئے، اور اب حضرت عثمانؓ نے  
نہایت اہتمام کے ساتھ ربیع الاول ۳۳ھ میں تعمیر کا کام شروع کر دیا، اور پورے  
دس مہینے میں کام ختم ہوا، حضرت عمرؓ کے زمانے تک دیوار کچی اینٹ کی تھی، انھوں نے  
منقش پتھروں کی دیواریں قائم کیں، اور اس پر چونے کی سفیدی کر دالی حضرت  
عمرؓ نے لکڑی کے ستون لگوائے تھے انھوں نے منقش پتھروں کے ستون قائم کر دئے

۱۱۳۵ھ میں بخاری باب بیان الکعبہ، ۱۱۳۵ھ میں معجم البلدان ذکر مسجد الحرام ۱۱۳۵ھ میں فتوح البلدان  
صفحہ ۱۱۳۵ ۱۱۳۵ھ میں معجم باب فضل بناء المساجد، ۱۱۳۵ھ خلاصۃ الزوائد صفحہ ۱۱۳۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک گویا پھیر کی چھت تھی، انھوں نے ساکھو کی چھت بنوائی، حضرت عثمانؓ نے حرم محترم کی عمارت کو اور بھی وسعت دی اور گرد کے تمام مکانات خرید کر گروا دیئے اور اذن کی زمین کو حرم میں شامل کر دیا انھوں نے مسجد حرام میں یہ جدت کی کہ رواق بنوائے جن کو ان کے اولیات میں شمار کیا جاتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں اگرچہ بہت کم مسجدیں تعمیر ہوئیں، تاہم یہ سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا، فتوح البلدان میں ہے کہ انھوں نے حضرت اشعث بن قیسؓ کو اذریاجان کا والی مقرر کیا وہ آئے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھ چکے ہیں، انھوں نے ارباعیلؑ ایک نیا شہر آباد کیا وہاں بہت سے عرب بسائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی، اس کے علاوہ اذن کے عہد میں ہم کو اور کسی جدید مسجد کا نام نہیں ملتا،

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں بہ کثرت نوآبادیاں قائم ہوئیں اور نوآبادیوں کے ساتھ مساجد کا تعمیر ہونا لازمی تھا، انھوں نے جزیرہ قبرس کو فتح کیا تو وہاں ایک شہر آباد کر لیا اور بارہ ہزار فوجی آدمی متعین کیے جنھوں نے وہاں متعدد مسجدیں تعمیر کیں، اذن کے عہد میں افریقہ فتح ہوا تو عقبہ بن نافعؓ نے جو وہاں کے گورنر تھے وہاں مسلمانوں کی ایک مستقل نوآبادی قائم کی بہت سے مکانات اور ایک جامع مسجد بنوائی، حضرت امیر معاویہؓ نے اذن مسجدوں میں بھی توسیع و اضافہ کیا جو اذن سے

۱۔ البراد و کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المساجد، ۲۔ فتوح البلدان صفحہ ۳۵، ۳۔ فتوح البلدان صفحہ ۳۳، ۴۔ فتوح البلدان صفحہ ۱۶۰، ۵۔ فتوح البلدان صفحہ ۲۳۶،

پہلے تعمیر ہو چکی تھیں مثلاً اونھوں نے زیادہ کو لبصرہ کا گورنر مقرر کیا تو اس نے وہاں کی مسجد کو نہایت وسعت دی اور اس کو اینٹ اور چوڑے سے بنوایا اور ساکھو کی چھت بنوائی حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں فن تعمیر میں بھی ایک جدید ترقی ہوئی یعنی حضرت عبدالرحمان بن سمرہؓ جو اون کی جانب سے سجستان کے عامل تھے آئے تو اپنے ساتھ کابل سے چند غلام لائے جنھوں نے اون کے محل میں کابلی طرز کی ایک مسجد تعمیر کی، مصر میں جو مسجدیں تعمیر ہوئی تھیں اب تک اون میں منارے نہیں تھے حضرت سلمہ بن مغلہ نے جو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے ہشہ میں مساجد میں منارے بنوائے،

انصاب حرم، حرم کے حدود سے چونکہ بہت سے شرعی احکام متعلق ہیں اسلئے اسکے گرد ہر طرف پتھر کھڑے کر دیئے گئے تھے جن کو انصاب حرم کہتے تھے ہر زمانے میں ان پتھروں کی تجدید ہوتی رہی، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم بن اسیدؓ کو اس خدمت پر مامور کیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کی تجدید کرائی،

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں پھر تجدید و اصلاح کی ضرورت پیش آئی تو اونھوں نے حضرت کرز بن علقمہؓ سے یہ کام لیا،

## خدمات متفرقہ

مسجد کی صفائی | ایک بار کسی نے مسجد نبوی میں تھوک دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو اس قدر برہم ہوئے کہ چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا، ایک صحابیہ اونٹین اور اس کو مٹا دیا، اور اس جگہ خوشبو لگائی، آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خوب کام کیا، ایک صحابیہ یحییٰ بن جبرہؓ مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نہایت قدر فرماتے تھے، چنانچہ جب اون کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام نے اون کو راتوں رات دفن کر دیا، اور آپ کو اطلاع نہ دی، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ ہوئے حضورؐ راسخراحت فرما رہے تھے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہیں کیا۔

مسجد میں روشنی کا انتظام | صحابہ کرام کھجور کی شاخوں کی مشعل بنا کر لاتے تھے، اور مسجد نبوی میں روشنی کرتے تھے، مدتوں یہی حالت رہی، اس کے بعد حضرت تمیم دارمیؒ کا ایک تجارت پیشہ غلام جس کا نام فتح تھا، بیت المقدس سے زیتون کا تیل اور قندیل لایا،

سنة ثانی کتاب الصلوة باب تخلیق المسجد، سنن ابن ماجہ کتاب البجایز باب اجاری الصلوة علی القبر،

اور مسجد میں روشنی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کس نے روشنی کی ہے؟ غلام کا نام معلوم ہوا تو اوس کا نام فتح کے بجائے شراج رکھ دیا جس کے معنی چراغ جلا نے والے کے ہیں، حضرت عمرؓ نے مسجد میں اور بھی وسیع پیمانے پر روشنی کا انتظام کیا، چنانچہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد دن میں قندیلوں کی جگہ گاہٹ دیکھی تو بولے کہ ”عمرؓ نے جس طرح ہماری مسجد کو روشن کیا، اسی طرح خدا دن کی قبر میں بھی اوجالا کرے۔“

مسجد بنی بکر کا انتظام | ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس مال غنیمت میں عود کا ایک بندل آیا جس کو اونھوں نے حسب معمول مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہا، لیکن کافی نہ ہوا، اسلئے حکم دیا کہ انگلیٹھی میں رکھ کر مسجد میں سلگایا جائے، تاکہ تمام مسلمان اوس سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے بعد تمام خلفاء نے اس انتظام کو قائم رکھا،

مسجد کی نگرانی | حضرت عمرؓ نہایت اہتمام کے ساتھ مسجد کی نگرانی فرماتے تھے عموماً عشاء کے بعد مسجد میں آتے اور کسی بیکار شخص کو دیکھتے تو نکال دیتے، البتہ نمازی اس سے مستثنیٰ تھے، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی حال تھا، ایک دن عصر کی نماز کے لئے آئے تو دیکھا کہ مسجد کے کسی گوشہ میں ایک درزی بیٹھا ہوا ہے، اس کو نکل جانے کا حکم دیا، لوگوں نے کہا ”وہ مسجد میں جھاڑو دیتا ہے، دروازے بند کرتا ہے، کبھی کبھی چھڑ کاؤ بھی کرتا ہے،“ بولے

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کار گیر دن کو مسجد سے الگ رکھو۔

اذان، صحابہ کرام اذان کو نہایت ثواب کا کام سمجھتے تھے، اسلئے اس خدمت کو نہایت شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے، حضرت عمرؓ فرماتے تھے اگر میں موزن ہوتا تو میرا کام مکمل ہو جاتا، حضرت ابن مکتومؓ اور حضرت بلالؓ نے تو اپنی زندگی ہی اس خدمت پر وقف کر دی تھی، اور اس کو نہایت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے تھے، مسجد نبوی کے متصل ایک صحابیہ کا مکان سب سے بلند تھا، حضرت بلالؓ صبح ٹوکے زمین آجاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے، جب صبح طلوع ہوتی تو اسی مکان کے اوپر چڑھ کر اذان دیتے، اذان دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے، جب آپ کا شانہ بنوت سے برآمد ہوتے تو اقامت دیتے۔

امت، امامت نہایت ذمہ داری کا کام ہے، لیکن صحابہ کرام اس خدمت کو نہایت شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے، ہاجرین پہلے پہل مدینہ میں آئے تو حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ امامت کرتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہؓ کا قبیلہ سلمان ہوا تو اون لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم میں کون امامت کرے گا؟ آپ نے فرمایا جس کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہو، حضرت عمرو بن سلمہؓ کا سن اگرچہ صرت سات آٹھ برس کا تھا، تاہم اون کو قرآن سب سے زیادہ یاد تھا، اس لئے اون لوگوں نے اونہی کو امام بنالیا،

۱۔ خلاصۃ النوافل صفحہ ۴۷، ۲۔ اسد الغابہ تذکرہ ابوالقاسم، ۳۔ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب الاذان،



اور وہ عمر بھر اذن کے امام رہے، حضرت ام مکتومؓ کو امامت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا خلیفہ بنایا تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے تب اپنی مسجد میں جا کر امامت کرتے تھے، حضرت اسید بن حضیرؓ اپنی قوم کے امام تھے، وہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو آئے اور لوگوں نے کہا کہ ”ہمارا امام بیمار ہے“ فرمایا ”وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو“، تمام خلفاء اور فرائض خلافت کے ساتھ یہ فرض بھی ادا کرتے تھے،

حجاج کی خدمت | صحابہ کرام حجاج کی خدمت کو بڑے ثواب کا کام سمجھتے تھے اور نہایت فیاضی کے ساتھ ان کے آرام و آسائش کا سامان ہم پہنچاتے تھے، حضرت عمرؓ نے اہل مکہ کو عام حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروں میں دروازے نہ لگائیں، تاکہ تمام حجاج بلا روک ٹوک اذن میں قیام کر سکیں، مکہ اور مدینہ کے راستہ میں انھوں نے سرائیں، چوکیاں اور کنوئیں تیار کرائے تھے کہ حجاج اذن سے متنع ہو سکیں، سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت زمانہ جاہلیت میں حضرت عباسؓ کے خاندان سے تعلق تھی، اور عہد اسلام میں بھی ان کا یہ خاندانی شرف قائم رہا، ایام حج میں ان کے خاندان کے لوگ، دودھ، شہد اور ستو کی سبیل چلاتے تھے، لیکن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حاجیوں کو صرف نبیذ پلاتے تھے، ایک شخص نے اذن سے پوچھا کہ آپ کا خاندان بخیل ہو یا محتاج؟ بولے ”نہ بخیل نہ محتاج، وجہ صرف یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پانی مانگا، تو ہم نے آپ کو نبیہ پلائی، آپ نے فرمایا تم نے خوب کیا ایسا ہی  
 کرتے رہو، اس لیے ہم آپ کے ارشاد میں کسی قسم کا تغیر کرنا نہیں  
 چاہتے۔“



# علمی خدمات

## تعلیم قرآن

اگرچہ صحابہ کرام نے قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ معظمہ ہی کے زمانے سے شروع کر دیا تھا چنانچہ آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن کثومؓ کو بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد اس غرض سے مدینہ بھیجا تھا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں لیکن ہجرت کے بعد مسجد نبویؐ میں ایک مستقل حلقہ درس قائم ہو گیا اور اہل صحابہ صفہ شب و روز قرآن مجید کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہنے لگے، سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شانہ نبوت سے برآمد ہوئے تو آپ کو مسجد میں دو حلقے نظر آئے ایک میں لوگ تلاوت و دعا کرتے تھے اور دوسرے حلقے والے تعلیم و تعلم میں مصروف تھے آپ نے فرمایا ”دونوں نیک کام کر رہے ہیں، ایک گردۂ تلاوت و دعا کرتا ہے دوسرا قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رہا ہے، میں صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ کہہ کر اسی حلقہ درس میں بیٹھ گئے، اس حلقہ میں درس تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص قرآن مجید

صفحہ ۲، صفحہ ۲۹۱ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سج اسم بکل لای، سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء و احث علی طلب العلم

پڑھتا جاتا تھا اور دوسرے لوگ سنتے جاتے تھے، ایک ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے تو قاری جو قرآن پڑھ رہا تھا رک گیا اور اب سے سلام کیا، آپ بیچ میں بیٹھ گئے۔ اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا لوگ حلقہ قائم کر کے آپ کے گرد بیٹھ گئے،

اصحاب صفہ نہایت نادار اور مفلس تھے اس لئے ان میں کچھ لوگوں کو شیریں پانی بھرا لائے، جنگل سے لکڑیاں چن لاتے اور اون کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اُس کو وجہ معاش میں صرف کرتے، لیکن اس مصروفیت کی وجہ سے اون کو دن میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس بنا پر تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا تھا، مسند ابن جنبل میں ہے،

فكانوا اذا جنموا للليل انطلقوا الى المسجد  
فكانوا اذا جنموا للليل انطلقوا الى المسجد  
فكانوا اذا جنموا للليل انطلقوا الى المسجد

جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ ایک مسلم کے پاس جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے تھے، اس طرح جو لوگ تعلیم و تربیت حاصل کر چکے تھے اون کو قرآن دکھا جاتا تھا اور باہر کے مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کی ضرورت ہوتی تھی تو یہی لوگ بھیجے جاتے تھے، چنانچہ ایک بار کچھ لوگ باہر سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگوں کو کر دیجیے، کہ ہم کو قرآن اور سنت کی تعلیم دیں، آپ نے ستر انصار کو جو قرآن کے نام سے مشہور تھے ساتھ کر دیا لیکن ان لوگوں نے دھوکے سے اون کو شہید کر دیا،

باہر سے جو ہاجرین آتے وہ بھی اہل صفہ میں داخل ہو جاتے اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر کے اپنے وطن واپس جاتے ابو داؤد میں حضرت عباہ بن صامتؓ سے اجمالاً مروی ہے  
ابو داؤد کتاب العلم باب فی القصاص، صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الحجۃ فہمید، مسند جلد ۲ صفحہ ۱۱۱  
مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الحجۃ فہمید،

علمت ناسا من اهل الصفة القآن  
 واکتاب فاهدی ای رجل  
 میں نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن کی  
 اور لکھنے کی تعلیم دی، اودن میں سے ایک نے مجھے  
 منعم ولسا، ایک کمان دینے بھی،

لیکن مسند کی روایت میں تصریح ہے کہ شخص مہاجر تھا اور اس نے اپنے وطن میں پہنچ کر  
 اودن کی خدمت میں پہنچنے کا ارادہ کیا، اس سلسلہ سے الگ انصار کا ہر گھر ہمان خانہ ہونے  
 کے ساتھ ایک مستقل مکتب بن گیا تھا، باہر سے جو مہاجر آتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اودن کو انصار  
 کے سپرد کر دیتے اور وہ لوگ ہمانداری کے ساتھ اس دلسوزی سے اودن کو قرآن پاک  
 کی تعلیم دیتے کہ یہ لوگ نہایت شکرگزار سی کے ساتھ واپس جاتے، چنانچہ وفد عبد القیس  
 آیا تو اس منت شناسانہ اعتراف کے ساتھ واپس گیا،

ان الانصار یعلمون کتاب ربنا  
 و سنتہ نبینا،  
 انصار ہم کو ہمارے خدا کی کتاب اور ہمارے پیغمبر کی  
 سنت سکھاتے ہیں،

وفد بنو تمیم آیا تو مدت تک مدینہ میں رہ کر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا رہا،  
 بعض اوقات مہاجرین کو بھی یہ خدمت انجام دینی ہوتی تھی، چنانچہ حضرت وردان  
 طایف سے آئے تو آپ نے اودن کو حضرت ابان بن سعید کے حوالے کیا کہ اودن کے  
 مصارف کا بار اوٹھائیں، اور اودن کو قرآن مجید کی تعلیم دیں،

نظام حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امراء و عمال  
 اس اودان کو کتاب البیوع باب فی کسب المعلم مسند جلد ۷ صفحہ ۳۲، مسند جلد ۷ صفحہ ۳۳، مسند جلد ۷ صفحہ ۳۴، اسد الغابہ تذکرہ  
 عمر بن ابیہم، اسباب تذکرہ وردان جد القرات،

مقرر فرمائے ان کا سب سے مقدم فرض کتاب اور سنت کی تعلیم دینا قرار دیا، چنانچہ شعیب  
تذکرہ معاذ بن جبل میں ہے،

بعثہ رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وسلم آپ نے اوکھوین کے ایک حصہ کا قاضی مقرر فرما کر بھیجا  
قاضیا الی الجند من الیمن یعلم الناس کہ وہاں کے لوگوں کو تشرآن مجید اور احکام  
القرآن و شرایع الاسلام، اسلام کی تعلیم دین،

چنانچہ انھوں نے وہاں پہونچ کر ایک خطبہ دیا جس میں لوگوں کو اسلام اور تفسیر فی القرآن  
پر آدہ کیا اور کہا کہ جب قرآن مجید پڑھ چکنا تو مجھ سے پوچھنا کہ جتنی کوں ہے اور روزِ حشر کو  
وہ لوگ قرآن مجید پڑھ چکے تو اون سے یہ سوال کیا، اس کے بعد اگرچہ حضرت ابو بکرؓ کے  
زمانے میں تعلیم قرآن کے متعلق کوئی خاص یا جدید انتظام نہیں کیا گیا، لیکن حضرت  
عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم قرآن کا سلسلہ قائم کیا، تمام ممالک  
مفتوحہ میں تعلیم قرآن کے لیے مکاتب قائم کیے، اور بعض حالتوں میں قرآن مجید کی جبری  
تعلیم کا انتظام کیا، چنانچہ ایک شخص کو جس کا نام ابوسفیان تھا، خاص اس کام پر مامور  
کیا کہ بدؤن کے قبائل میں دورہ کر کے ہر شخص کا امتحان لے اور جس کو قرآن مجید یاد نہ ہو  
اوس کو سزا دے،

حضرت عبادہ بن صامتؓ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے عہد نبوت ہی میں قرآن مجید کی تعلیم  
دیا کرتے تھے، شام فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہاں کے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے اونی کو



زاید حلقہ موجود ہیں،

حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی نہایت اہتمام کیا ہر جگہ تاکید کی کہ یہ مجید یا کہ قرآن مجید کے ساتھ صحت اعراب کی تعلیم دی جائے اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ جو شخص علم لغت کا ماہر نہ ہو وہ قرآن مجید نہ پڑھانے پائے ہون کے بعد اور خلفاء نے بھی اس سلسلہ کو قائم رکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں آذربائجان دوبارہ فتح ہوا تو کچھ لوگ وہاں اشاعت اسلام کے لئے آباد کر دیئے گئے، اون کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت علیؓ کے زمانے تک یہ لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھ چکے تھے حضرت علیؓ کی نسبت ایک روایت ہے کہ انھوں نے طلبائے قرآن کے وظیفہ دو دویزار مقرر فرمائے، حضرت امیر معاویہؓ نے جزیرہ قبرس فتح کیا تو مجاہدین جبر کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے متعین کیا،

بعض صحابہ ذاتی طور پر بھی لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ میرے پانوں میں بیڑیاں ڈال کر قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک مستقل حلقہ درس قائم ہو گیا تھا چنانچہ اس حلقے کے کچھ لوگ شام میں آئے تو حضرت ابوالدرداءؓ نے اون سے قرآن پڑھوا کر سنا،



لکھنؤ اعمال جلد ۱ صفحہ ۲۱۷، کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۸، فتوح البلدان صفحہ ۳۴۶، کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، فتح النصار صفحہ ۲۲۳، دارمی صفحہ ۳۰، بخاری کتاب التفسیر تفسیر الدلیل الاثباتی،



# تعلیم حدیث

صحابہ کرام اشاعت حدیث کے لیے تمام ممالک مفتوحہ میں پھیل گئے تھے اور لوگوں کو نہایت شوق کے ساتھ حدیث کی تعلیم دیتے تھے، حضرت ابو ادریس خولانی کا بیان ہے کہ ”میں محض کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ میں جس میں ۱۲ صحابی تھے بیٹھ گیا، ایک شخص روایت حدیث کر چکا تو دوسرے صاحب اس سلسلہ کو شروع کرتے“ نضر بن عاصم اللیشی کا بیان ہے کہ میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا، جو نہایت خانوشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے تھا، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ ہیں،

حضرت ابو الدرداء دمشق میں رہتے تھے، اور حیب درس دینے کے لئے مسجد میں آتے تھے تو ان کے ساتھ طلباء کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسے بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن علم حدیث کا سب سے بڑا دارالعلم مدینہ تھا، حضرت جابر بن عبد اللہ خاص مسجد نبویؐ میں

۱۔ سند جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ ۲۔ سند جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ ۳۔ تذکرہ ائمہ اربعہ حضرت ابو الدرداءؓ

بیٹھ کر حدیث کا درس دیتے تھے، علامہ سیوطی حسن المحاضرہ میں لکھتے ہیں،

کان لجابر بن عبد اللہ حلقۃ فی المسجد النبوی یؤخذ عنہ العلم،  
جابر بن عبد اللہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا، اور  
لوگ اون سے علم حاصل کرتے تھے،

ابو العالیہ سے روایت ہو کہ ہم بصرہ میں صحابہ کے مریات سنتے تھے، لیکن اوس پر کافی اعتما وہیں ہوتا تھا، اسلئے خود مدینہ میں آکر اون کی زبان سے اون کو سنتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ اکثر حدیثیں انصار کے بیان میں، بعض صحابہ کو اگرچہ سلطنت کی طرف سے روایت حدیث کی مانعت تھی، لیکن سلطنت کا دباؤ اون کو اس مقدس فرض کے ادا کرنے سے روک نہیں سکتا تھا، حضرت ابوذر غفاریؓ اسی قسم کے صحابی تھے، لیکن وہ علانیہ کہتے تھے کہ اگر تم لوگ میری گردن پر تلوار رکھ دو اور مجھے معلوم ہو کہ ایک کلمہ بھی جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ادا کر سکوں گا تو قبل اس کے کہ تلوار اپنا کام کرے میں اوس کو ادا کروں گا،

خود امراء و سلاطین کو ضرورت ہوتی تھی تو وہ صحابہ کرام کو طلب فرماتے تھے، اور روایت حدیث کی درخواست کرتے تھے، ایک دن حضرت زید بن ثابتؓ ٹھیک دوپہر کے وقت مروان کے دربار سے نکلے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ مروان نے اس وقت اون کو کیوں تکلیف دی؟ اون سے دریافت کیا تو فرمایا کہ مجھ سے بعض حدیثوں کے متعلق پوچھنا تھا،

حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷، سند دارمی باب الزلۃ فی طلب العلم صفحہ ۱۰۷، بخاری کتاب العلم باب العلم فی القول بالعلم، ترمذی ابواب العلم باب فی البحث علی تبلیغ السماع،

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبدالرحمان بن شبلؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ لوگوں کو احادیث کی تعلیم دو اور جب میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو تو مجھے حدیثیں سناؤ، لوگ صحابہ کرام کی خدمت میں طلب علم کے لیے آتے تھے تو وہ نہایت کشادہ دل کے ساتھ ان کا خیر مقدم کرتے تھے، حضرت ابوہریرؓ عبدسی کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ ”مرحبا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے پاس دنیا کے گوشے سے بہت سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے تم لوگ ان کے ساتھ بھلائی کرنا،“

حضرت حسن بصریؓ سے روایت ہے کہ ”ہم لوگ ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کی عیادت کو گئے، جب آدمیوں سے ان کا گھر بھر گیا تو انھوں نے خاکساری سے اپنے پانوں سمیٹ لیے، اور فرمایا کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ لیٹے ہوئے تھے، ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پانوں سمیٹ لیے اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس لوگ تحصیل علم کے لیے آئیں گے، ان کو مرحبا کہنا، تحیت دینا اور علم سکھانا،“

ایک بار حضرت سعد بن ہشامؓ مدینہ آئے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے رسول اللہ ﷺ کے وتر کی کیفیت پوچھی، انھوں نے کہا حضرت عائشہؓ آپ کے وتر کی بہت بڑی عالم ہیں، انھوں نے حضرت حکیم بن ابلج کے ساتھ ان کی

۱۔ سنہ جلد ۲ صفحہ ۴۴، ۲۔ سنہ ۱۰۲۵ ابواب العلم باب اجاز فی الاستیضات فی طلب العلم ترمذی میں ہے کہ شعبہ ہر دن عبدسی کی تفسیر کی ہے، ۳۔ سنہ ابن ماجہ باب الوصایہ بطلیۃ العلم،

خدمت میں حاضر ہونا چاہا، اونھوں نے انکار کیا تو اون کو قسم دلائی اور اب وہ ساتھ ہو گئے، دروازے پر اذن طلب کیا، بولیں کون؟ بولے حکیم ابن الفلج، پھر فرمایا ساتھ میں کون ہے؟ بولے ”سعد بن ہشام، فرمایا ہشام بن عامر جو احد میں شہید ہوئے؟“ بولے ”ہاں“ فرمایا ”نہایت اچھا آدمی تھا، اس تعارف کے بعد اونھوں نے کہا کہ ”آپ کے خلق کا حال بیان فرمائیے“ بولیں ”آپ کا خلق قرآن تھا، کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ پھر پوچھا ”آپ رات کو تہجد کیونکر پڑھتے تھے؟“ بولیں ”کیا تم سورہ فزل نہیں پڑھتے؟“ اس کے بعد اس تفصیل کے ساتھ اون کے تمام سوالات کے جواب دیئے، کہ اونھوں نے پٹ کر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا ”خدا کی قسم اس کا نام حدیث ہے“

اس تمدنی دور میں سب سے پہلے طلباء کی علمی قابلیت کا امتحان لیا جاتا ہے، پھر اس کو اساتذہ کے فیض تعلیم سے متمتع ہونے کا موقع ملتا ہے، لیکن صحابہ کرام کی درس گاہ میں طالبان علم سے صرف خلوص نیت کا امتحان لیا جاتا تھا، ایک بار حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس مدینہ سے ایک آدمی آیا اور کہا کہ ”میں آپ کی خدمت میں صرف ایک حدیث کے لیے حاضر ہوا ہوں، جس کی آپ روایت کرتے ہیں، بولے کسی ضرورت سے تو نہیں آئے؟ تجارت کی غرض سے تو نہیں آنا ہوا؟“ اس نے کہا ”نہیں“ تو حدیث کی روایت کی،

صحابہ کرام حدیث کی روایت فرماتے تو طالبان حدیث کا عزم ہو جاتا، ایک بار

سلا برد او کتاب الصلوٰۃ باب فی صلاۃ اللیل، سلا ترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی البیادۃ، یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے،

اشقیاء صبحی مدینہ آئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیر لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون ہیں؟  
لوگوں نے کہا ابو ہریرہؓ وہ درس دیکھے تو اوتھوں نے تنہائی میں جا کر ایک حدیث  
کی درخواست کی،

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت حدیث کرتے تھے تو سامنے آدمیوں کی دیوار  
کھڑی ہو جاتی تھی،

ایک صحابی حدیث بیان کرتے تھے تو اون کے گرد آدمیوں کا اسقدہ ہجوم  
ہو جاتا تھا، کہ اون کو کوٹھے پر چڑھ کر حدیث بیان کرنا پڑتا تھا،



# تعلیم فقہ

جس قدر اکابر صحابہ تھے تقریباً سب فقہی مسائل کی تعلیم میں مصروف تھے اور اس کو اپنا مذہبی فرض خیال کرتے تھے،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کی مسجد میں آخر رمضان میں خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صدقہ فطر کی ترغیب دی، یہ لوگ احکام شریعت سے استغناء واقف تھے کہ ان کو صدقہ فطر کے تعین و مقدار کا حال بھی معلوم نہ تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو معلوم ہوا تو بولے یہاں مدینہ کے کون لوگ ہیں؟ اونھیں اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دین، کیونکہ اونھیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاد، غلام، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر ایک صاع کھجور یا جو نصف صاع گھئون، صدقہ فطر میں مقرر فرمایا ہے،

موطائے امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار منبر پر چڑھ کر لوگوں کو تشہد سکھایا، موطائے امام محمد میں ہے کہ اونھوں نے عرفات میں خطبہ پڑھا اور حج کے

للہ ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب کم یدوی فی صدقۃ الفطر، موطائے امام مالک کتاب العلوۃ باب التشہد فی العلوۃ،

تمام مسائل سکھائے، اسی طرح اور متعدد خطبوں میں مسائل فقہ کی تعلیم لیکن تمام ممالک مفتوحہ کی فقہی تعلیم کے لیے یہ طریقہ کافی نہیں تھا، اسلئے انھوں نے اور بھی متعدد طریقے اختیار کیے، مثلاً،

(۱) اکثر امراء و عمال کے پاس اہم مذہبی احکام اور مسائل لکھ لکھ کر روانہ کرتے رہتے تھے، چنانچہ نماز پنجگانہ کے متعلق تمام عمال کے نام ایک مفصل ہدایت نامہ بھیجا جس کو امام مالک نے موطا میں نقل کیا ہے، اسی طرح عمال کے نام اور بھی مختلف مسائل لکھ لکھ کر بھیجا کرتے تھے،

(۲) اصلاخ کے عمال اور افسر جہ مقرر کرتے تھے وہ عالم اور فقیہ ہوتے تھے اور تمام فرایض کے ساتھ ان کو تعلیم فقہ کا فرض بھی ادا کرنا ہوتا تھا، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر ہو کر آئے تو علی الاعلان فرمایا،

بھئی ایسک عملا علمکم کتاب سبکم  
عجبکو عمر نے تمہارے پاس اسلئے بھیجا ہے کہ تمہارے خدا  
دستہ بنیں،  
کی کتاب اور سنت کی تعلیم دوں،

(۳) خاص اس مقصد کے لیے ممالک مفتوحہ میں فقہاء اور معلمین مقرر کیے، شام فتح ہوا تو حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کو بھیجا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور فقہ کے مسائل سکھائیں، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بھی شام میں یہ خدمت تفویض ہوئی اور انھوں نے شام کے تمام تابعین کو فقہ سکھائی۔  
اسلئے موطا نامہ صفحہ ۲۲۷، دارمی صفحہ ۴۴، اب ابلاغ عن رسول اللہ ص ۱۱۱، سنن اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبادہ بن صامتؓ، تذکرہ الحفاظ ترجمہ عبدالرحمن بن عوف اشعری،

بصرہ کے لوگوں کی تعلیم کے لیے حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو روانہ فرمایا اور ان کے ساتھ آٹھ بزرگ اور بھی اسی غرض سے روانہ فرمائے۔ مصر میں تعلیم فقہ کے لیے حضرت حیان بن جبہؓ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا۔ داین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس خدمت پر مامور تھے،

غرض تمام ممالک میں فقہاء اور معلمین پہلے ہوئے تھے اور نہایت سرگرمی کے ساتھ مسائل شریعت کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب کوفہ سے روانہ ہوئے تو اپنے اصحاب و تلامذہ کو جمع کر کے کہا خدا کی قسم! میرے خیال میں، دین، فقہ، اور تعلیم قرآن کی حالت ملک کے اور صوبوں سے تمہارے یہاں بہتر ہو گئی، حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے عہد میں اس نظام کو قائم رکھا، چنانچہ قاضی ابن عبد البرؒ حضرت ربیع بن عمرو الجعفیؒ کے حال میں لکھتے ہیں،

كان يفقه الناس من  
معاویہؓ

علیؓ تعلیم لیکن اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ علیؓ طریقہ سے بھی لوگوں کو مسائل شرعیہ کی تعلیم دیتے تھے، ایک بار حضرت عثمانؓ نے وضو کرنا شروع کیا، پہلے بالترتیب تین بار ہاتھ دھوئے، پھر کھلی کی، ناک صاف کی اور تین بار منہ دھویا، اس کے بعد تین بار دایان ہاتھ اور تین بار بایان ہاتھ کتنی تک دھویا پھر تین بار سر کا مسح کیا، پھر تین بار طہات الحفاؓ ذکرہ عمران بن حصینؓ واسد انسابؓ ذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ تلامذہ بنابر ذکرہ حیان بن ابی جبہؓ تلامذہ بنابر ذکرہ ربیع بن عمرو الجعفیؓ، مستند جلد اول صفحہ ۵۱۴، ۵۱۵ استیعاب ذکرہ ربیع بن عمرو الجعفیؓ،





## تعلیم تحریر و کتابت

اسلام آیا تو قریش میں صرف سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے جن میں شفاء بن عبد  
کے علاوہ سب کے سب مڑے تھے، ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاء  
نے حضرت حفصہؓ کو بھی لکھنا سکھایا تھا،

انصار اگرچہ مکہ والوں سے زیادہ متعلم تھے تاہم ان میں تحریر و کتابت کا رواج  
مکہ والوں سے بھی کم تھا، اوس و خزرج کے قبائل میں صرف چند لوگ لکھنا جانتے تھے،  
اور بعض یہود و نصاریٰ کے بچوں کو لکھنے کی تعلیم دیتے تھے اس طرح اسلام کے ابتدائی زمانے  
میں انصار میں حضرت سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، ابی بن کعب، زید بن ثابت،  
رافع بن مالک، اسید بن حضیر، معن بن عدی، بشیر بن سعد، سعد بن ربیع، اوس بن حنفلیہ  
اور عبد اللہ بن ابی لکھنا جانتے تھے، لیکن اسلام کے زمانے میں اس کو بہت ترقی ہوئی  
اسیران بدر گرفتار ہو کر آئے تو ان میں جو لوگ نادار سی کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے

۱۔ فتح البلدان صفحہ ۴۷، ۲۔ ابو داؤد کتاب الطب باب اجاز فی الرقی، ۳۔ فتح البلدان صفحہ ۴۹، ۴۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا قدیم ترادیا کہ یہ لوگ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھادیں، چنانچہ انصار کے بچوں نے اون سے لکھنا شروع کیا، حضرت عبداللہ بن سعید بن العاصی بھی جاہلیت میں لکھنا جانتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کو بھی حکم دیا کہ مدینہ کے لوگوں کو لکھنا سکھائیں، حضرت عبادہ بن صامت اہل صفہ کو قرآن مجید کی جو تعلیم دیتے تھے تحریر و کتابت بھی اس کا جزو تھی،

ظہار کے زمانے میں اس کو اور بھی ترقی ہوئی چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جو مکاتب قائم ہوئے اون میں لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا، ادھون نے تمام اضلاع میں احکام بھی دیے تھے کہ بچوں کو شہسواری اور کتابت کی تعلیم دی جائے، ابو عامر سلیم جو رواۃ حدیث میں ہیں اون کی زبانی روایت ہے کہ میں بچپن میں گرفتار ہو کر مدینہ میں آیا تو یہاں مجھ کو کتب میں بٹھایا گیا، معلم مجھ سے جب میم لکھواتا تھا اور میں اچھی طرح نہیں لکھ سکتا تھا تو کہتا تھا کہ گول لکھو جس طرح گائے کی آنکھیں ہوتی ہیں،

حضرت عثمانؓ اپنے دور خلافت میں عمران بن ابان کو جو مسیب بن نجہ زاری کا غلام تھا خرید لیا اور اس کو لکھنا سکھا کر اپنا منشی مقرر کیا،



## افتاء

اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں مہاجرین میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور انصار میں حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اس خدمت کو انجام دینے لگے تھے، لیکن آپ کے بعد تمام مسائل شرعیہ کا دار مدار صحابہ کرام کی ذات پر رہ گیا تھا، اسلئے ان بزرگوں کے دروازوں پر تشنگانِ علم کی بھیر لگی رہتی تھی چنانچہ حضرت قرعہ کا بیان ہو کہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فتویٰ دے رہے تھے، اور لوگ اون پر ٹوٹے پڑتے تھے، میں نے انتظار کیا جب بھیر بھاڑ چھٹی تو میں نے خود سفر کے روزے کے متعلق سوال کیا۔

خلفائے راشدین کے عہد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، اور حضرت زید بن ثابتؓ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ معاذ بن جبلؓ، ۲۔ ابوداؤد کتاب الصیام باب فی الصوم فی السفر،

اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس صیغہ کو بالکل باضابطہ کر دیا،  
 (۱) مثلاً حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اگرچہ چند منتخب بزرگ اس خدمت کو  
 انجام دیتے تھے تاہم اور لوگوں کو فتوے دینے کی مانعت نہ تھی لیکن حضرت عمرؓ نے  
 چند اکابر صحابہ کو اس خدمت کے لیے مخصوص کر لیا اور بقیہ صحابہ کو فتویٰ دینے کی  
 مانعت کر دی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اگرچہ فقہار صحابہ میں تھے اور  
 خود حضرت عمرؓ اور ان کو خزانۃ العلم کہتے تھے لیکن جب انھوں نے بغیر اجازت فتویٰ  
 دینا شروع کیا تو انھوں نے ادن کو روک دیا،

(۲) جو صحابہ جس فن میں ممتاز تھے ادن کو اسی شاخ میں فتویٰ دینے کا مجاز  
 کیا چنانچہ شام کے سفر میں بمقام جابیہ جو خطیبہ دیا اوس میں یہ الفاظ فرمائے،

من اداد القرائت فلیات ابیاد	جن لوگوں کا مقصود قرآن مجید پورہ ابی
من اداد ان یسأل المسرلین	ابن کعب کے پاس آئیں جو لوگ زرائض کے متعلق
فلیات ذید اومن اداد ان	سوال کرنا چاہیں وہ زید کے پاس آئیں جن لوگوں کو
یسأل الفقہ فلیات معاذ	فقہ کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ معاذ کے پاس آئیں

(۳) سوال کرنے والوں کو صریح عملی مسائل کے پوچھنے کی اجازت دی چنانچہ  
 ایک شخص کے متعلق جب معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیوں میں تشابہات  
 قرآن کے متعلق سوال کرتا ہو تو اوس کو سزا دی اور حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کی کو

لکھ بھیجا کہ اوس کے پاس کوئی مسلمان بیٹھنے نہ پائے،

صحابہ کرام جن پابندیوں کے ساتھ فتوے دیتے تھے وہ حسب ذیل ہیں،

(۱) خلیفہ وقت کے فتویٰ کو اپنے فتویٰ پر نافذ العمل سمجھتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعرمی نے حج کے متعلق فتویٰ دیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین (عمرؓ) نے دوسرا تفسیر کیا ہے تو لوگوں کو خود ہدایت فرمائی کہ میرے فتویٰ پر عمل نہ کرو امیر المومنین آرہے ہیں اون کی اقتدا کرو،

(۲) جو فتوے دیتے تھے دوسرے صحابہ سے اوس کی تصویب کروا لیتے تھے، اگر اون کی رائے میں وہ فتوے صحیح نہیں ہوتا تھا تو وہ آزادی کے ساتھ اوس کی مخالفت کرتے تھے ایک بار ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعرمی اور حضرت سلمان بن ربیعہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انھوں نے جواب دے کر کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس جاؤ وہ بھی ہاری تائید کریں گے وہ آئے تو انھوں نے کہا اگر میں اس کی تائید کروں تو گمراہ ہو جاؤں میں تمہیں رسول اللہ صلعہ کے فیصلہ کے موافق فتویٰ دیتا ہوں، (۳) صرف انہی مسائل کا جواب دیتے تھے جو عملاً وقوع پذیر ہوتے تھے، ہمارے

فتوایں کی طرح فرضی مسائل کے جواب نہیں دیتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول تھا کہ ”جو شخص ہر مسئلہ کا جواب دیتا ہے وہ پاگل ہے“ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کیا یہ ہو چکا ہے؟ بولا ”نہیں“ فرمایا ”مظاہر

لہ سند دارمی صفحہ ۳۱، مسند نسائی کتاب الحج ترک تہجد الاطلال، مسند ابوداؤد کتاب التواضع باب اجازتی صلہ،

کر وجب ہو چکے تو ہم غور کر کے تمہیں جواب دینگے، اور صحابہ سے بھی اس قسم کے قول کو رد کر دیا۔  
 (۴) اگر کسی مسئلہ کا جواب معلوم نہ ہوتا تو ہمارے علماء کی طرح حیلہ بازیان نہیں کرتے تھے بلکہ صاف صاف کہہ دیتے تھے کہ ہمیں معلوم نہیں۔  
 ایک دفعہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا اور انھوں نے کہا معلوم نہیں! وہ واپس ہوا تو بولے کہ ابن عمرؓ نے خوب کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔  
 (۵) مسئلہ کے متعلق جس قدر معلوم ہوتا اس سے زیادہ جواب نہیں دیتے تھے ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ وتر واجب ہے یا نہیں؟ بولے رسول اللہ ﷺ نے اور مسلمانوں نے وتر پڑھا ہے وہ بار بار پوچھتا رہا مگر انھوں نے اس فقرے کے سوا یہ نہیں کہا کہ واجب ہے۔



# علم التفسیر

احادیث کی کتابوں میں اگرچہ قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق صحابہ کرام سے بہت کم روایتیں منقول ہیں، تاہم جو کچھ ہیں وہی قرآن مجید کا مغز ہیں، قرآن مجید صرف عقاید، احکام، اور اخلاق کا مجموعہ ہے، قصص انبیاء و اگرچہ اس میں تاریخی عنصر بھی شامل کر دیا ہے، لیکن ادن کا جو حصہ قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ نہایت سادہ، مختصر اور صحیح ہے، صحابہ کرام سے ادن کے متعلق کوئی صحیح روایت مذکور نہیں، لیکن بعد کو ادن کے متعلق بے سرو پا روایات کا جو دفتر بے پایاں تیار ہو گیا، اس کے متعلق علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں،

وَقَدْ جُمِعَ الْمُتَقَدِّمُونَ فِي ذَالِكَ وَأَدْعُوا	مقدمین نے ان تمام چیزوں کو اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے، لیکن ادن کی کتابوں میں
أَلَا إِنَّ كُتُبَهُمْ وَمَنْقُولَهُمْ تَشْتَمِلُ عَلَى الْفَتْ	بڑی بھلی مقبول اور مردود ہر قسم کی روایتیں
وَالسِّمِينَ وَالْمَقْبُولِ وَالْمَرْدُودِ وَالسَّبَبِ فِي	مذکور ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب اہل کتاب
ذَلِكَ إِنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَكُونُوا أَهْلَ كِتَابٍ	اور اہل علم نہ تھے، بلکہ وحشی اور جاہل تھے،
وَلَا عِلْمَ لَهَا غَلَبَتْ عَلَيْهِمُ الْبِدَاوِلَةُ	



الامیة و اذا تشوقوا الى معرفة شي  
 مما تشوق اليه النفوس البشرية في  
 اسباب الملكوت و بديع الخلق و اسرار  
 الوجود فانما يساء لون عنه اهل الكتاب  
 قبلهم و يستفيدون منهم و هم اهل  
 التوراة من اليهود و من تبع دينهم  
 من النصارى و اهل التوراة الذين  
 بين العرب يؤمنون باديته مثلهم و لا  
 يعرفون من ذلك الا ما نقله العامة  
 من اهل الكتاب و معظمهم من حمير  
 الذين اخذوا بدين اليهودية فلما  
 اسلموا بقوا على ما كان عندهم ما لا تعلق له بالاحكام  
 الشرعية التي يحاطون بها مثل اخبار ابي الخليفة  
 و ما يجرى الى الحد ثمان و اربع مائة و مثال ذلك هو  
 مثل ابي جابر و وهب بن منبه و عبد الله بن سلام  
 فاصوات انفسهم من المتقولات عندهم

اس لئے ادن کو جب مخلوقات کی مگوین، عالم  
 کی آفرینش اور اسرار کائنات کے جاننے کا  
 شوق ہوتا تھا، تو اہل کتاب نے  
 یہود اور ادن کے تقلیدین نہ ارسی تے پوچھے  
 تھے، لیکن اس وقت عرب میں جو یہود آباد تھے  
 وہ بھی ادنیٰ کی طرح وحشی تھے ان باتوں کا علم و کو  
 صرف اتنا ہی تھا، جتنا ایک عامی کو ہو سکتا ہے،  
 ان میں زیادہ تر قبیلہ حمیر کے وہ لوگ تھے جنہوں نے  
 یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا، اسلئے جب یہ  
 لوگ اسلام لائے تو جن چیزوں کو احکام شرعیہ  
 سے تعلق نہ تھا ادن کو اسی قدیم حالت پر قائم  
 رکھا، مثلاً آفرینش عالم، رات و نیت تاریخی، اور  
 مذہبی لڑائیوں کے حالات وغیرہ، اس قسم کے  
 لوگوں میں کعب اجار، وهب بن منبه،  
 اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ ہیں، اس بنا پر  
 شیعہ میں کی تفسیر میں انہیں منقولات سے جوڑنا

لیکن اس نکتہ کو سب سے پہلے صحابہ کرام ہی نے سمجھا تھا مثلاً حضرت کعب احبار  
کو اگرچہ صحابہ کرام ثقہ سمجھتے تھے، تاہم امیر معاویہ نے ان کے متعلق صحت الفاظ  
میں فرما دیا تھا،

ان کان من اصدق هولاء المحدثین      اگرچہ ان محدثین میں جو اہل کتاب سے روایت کرتے  
الذین محدثون عن اهل الکتاب وان      ہیں وہ سب سے زیادہ سچے ہیں، تاہم ہم ان کو  
کنا مع ذلک لیتلوا علیہ الکذب،      جھوٹ سے بری نہیں پاتے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عموماً لوگوں کو تفسیر کے متعلق اہل کتاب کی  
طرف رجوع کرنے سے روکتے تھے، ایک بار انھوں نے فرمایا "تم لوگ اہل کتاب  
سے کیا پوچھتے ہو؟ تمھاری کتاب تو خود تازہ اور غیر مخلوط ہے اور اس میں مذکور  
کہ یہود نے کتاب اللہ کو بدل دیا تھا، اور اس میں اپنے قلم سے تغیرات کر دیے تھے،  
حضرت ابوہریرہؓ اگرچہ نہایت کثیر الروایت صحابی تھے، لیکن وہ بھی اہل کتاب سے  
روایت نہیں کرتے تھے،

حضرت آدم علیہ السلام نے جنبت میں جس درخت کا پھل کھایا، وہ کون سا درخت  
تھا؟ عصائے موسیٰ کا طول کیا تھا؟ سفینہ نوح کتنا بڑا تھا؟ یہ اور اسی قسم کی بہت  
سی بیکار باتوں کے متعلق تفسیروں میں جو دور از کار روایتیں مذکور ہیں، وہ انہی  
تفسیروں کا اندوختہ ہیں، لیکن صحابہ کرامؓ میں سے کسی اور صحابی میں اپنا وقت ضائع نہیں

سے بجا رہا تھا، مقتضای قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لا تساروا اہل الکتاب عن شیء، سہ فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۲۵۱،

کرتے تھے صحابہ کرام عرب تھے اور عربی کلام کے رموز و اسرار سے واقف تھے، اس لیے قرآن مجید کا اکثر حصہ اون کے لیے متن بھی تھا اور تفسیر بھی، البتہ جب کوئی لفظ یا کوئی آیت سمجھ میں نہیں آتی تھی، تو

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے اور آپ اس کی تفسیر فرماتے تھے احادیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، مثلاً جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

وَلَمْ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ  
اور جن لوگوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے غلط نہیں کیا،  
تو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم میں کس نے ظلم نہیں کیا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ان الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ  
شُرک بہت بڑا ظلم ہے،  
جس سے معلوم ہو گیا کہ آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے،  
ایک بار حضرت عائشہ نے

مِنْ يٰعِلٰ سَوءِ اِلْحٰزِبِهٖ  
جو شخص کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ پائیگا،  
کے متعلق آپ سے سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ اس بدلے سے مراد وہ مصیبتیں ہیں، جو بندوں کو بھگتنی پڑتی ہیں، یہاں تک کہ اگر انسان کی کوئی چیز گرم ہو جائے اور وہ اس کے لیے پریشان ہو تو وہ بھی اسی میں داخل ہے،

اس بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم، ص ۷۸ ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورہ بقرہ

## قرآن مجید کی اس آیت سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ

مسلمانو! تم پر صرف تمہاری ذات کی ذمہ داری ہو

مِنْ ضَلَالٍ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ،

جب تم نے ٹھیک راہ پائی تو جو شخص گمراہ ہو وہ تم کو

کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا،

بطاہر ام المہرود والنہی عن المنکر کا سد باب ہو جاتا ہے، ایک صحابی کے دل میں یہ بات کھٹکی اور انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا، آپ نے فرمایا اس آیت پر صرف اس وقت عمل کرنا چاہیئے جب ہو پرستی عام ہو جائے، اور ہر شخص صرف اپنی راسخ عمل کرنے لگے، ورنہ جب تک لوگوں میں ہدایت کے قبول کرنے کا مادہ موجود ہے، امر بالمعروف کا فرض ساقط نہیں ہو سکتا،

بعض آئین اس قسم کی تھیں، جن پر تاریخی حیثیت سے اعتراض ہوتا تھا، اور صحابہ کرام آپ سے اون کا جواب پوچھتے تھے، مثلاً ایک بار آپ نے ایک صحابی کو نجران کے عیسائیوں کے پاس بھیجا، تو اون لوگوں نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے، حالانکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے زمانے میں بہت فاصلہ ہے، اون سے اس کا جواب بن نہیں آیا، اس لئے انہوں نے واپس آکر آپ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہودی اپنے قدیم انبیاء و صلحا کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھتے تھے، اس لئے حضرت مریم کے بھائی کا

علامہ ترمذی کتاب التفسیر سورہ مائدہ، علامہ ترمذی کتاب التفسیر سورہ مریم،

نام اسی طریقہ پر ہارون رکھا گیا تھا،

۲۔ بعض اوقات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر کے متعلق صحابہ کرام کا امتحان لیتے تھے اور جب ان سے جواب بن نہیں آتا تھا تو خود آیت کی تفسیر فرمادیتے تھے، قرآن مجید میں ایک آیت ہے،

کشفہ طیبہ اصلها ثابت ورف عہا  
فی السماء قوئی اکملها کل حین،  
نیل اس پاک رخت کی جڑ ثابت و ارادگی  
شاخ آسان میں ہر در وہ ہمیشہ پھلنا رہتا ہے،

ایک بار صحابہ کا جمع تھا آپ نے پوچھا کہ یہ کون سا درخت ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دل میں اگرچہ اس کا جواب آیا، لیکن انھوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی موجودگی میں کچھ بولنا خلافت ادب سمجھا، بالآخر آپ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، صحابہ کرام کو آپ کی زبان مبارک سے تفسیر کے سننے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار جب آپ نے حالت سفر میں یہ آواز بلند یہ آیت پڑھی،

یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان ذلک لہ  
الساعة شیء عظیمہ  
لوگو اپنے خدا سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی  
چیز ہے،

تو صحابہ کرام نے اپنی سواریوں کو تیزی کے ساتھ دوڑایا، کہ آپ اس آیت کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں، چنانچہ پاس پہنچے تو آپ نے پوچھا: تمہیں معلوم ہے، کہ یہ کون سا درخت ہے؟ اس کا علم تو صرف خدا اور خدا کے رسول کو ہے، اس کے بعد آپ نے وقایع

سلف بخاری کتاب التفسیر باب اول فی تفسیر آیات القرآن

تبیات کو بیان کیا،

۳۔ بعض اوقات اکابر صحابہ علیٰ صحتین منعقد کرتے تھے اور ان میں قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق بہت سے نکتے حل ہو جاتے تھے، ایک بار صحابہ کا مجمع تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آیت اودا حکم ان تکون لہ جنة کسکے بارے میں نازل ہوئی ہے، صحابہ نے کہا، اسکا علم تو خدا کو ہے، حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے اور کہا کہ یا تو یہ کہو کہ جانتے ہیں، یا یہ کہو کہ نہیں جانتے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اگرچہ بہت کم سن تھے، اور اسلئے کچھ کہتے ہوئے ڈرتے تھے، تاہم حضرت عمرؓ کی ہمت افزائی سے اجمالاً اس قدر کہا کہ یہ آیت ایک عمل کی مثال ہے، حضرت عمرؓ نے مزید تشریح کی اور کہا کہ اوس دو لہتمذ شخص کے عمل کی مثال ہے، جس نے اطاعت الہی کی، پھر شیطان کے اغوا سے گناہوں کا مرتکب ہوا، اسلئے خدا نے اوس کے تمام اعمال کو برباد کر دیا،

ایک بار تمام اکابر صحابہ جمع تھے حضرت عمرؓ نے اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر پوچھی، سب نے کہا کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم کو اس آیت میں تسبیح واستغفار کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عمرؓ خاموش رہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ اونھوں نے کہا کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی جانتا ہوں،

اسلئے غزوی کتاب التفسیر سورہ حج، اسلئے بخاری کتاب التفسیر اب قولہ اودا حکم ان تکون لہ جنة، اسلئے بخاری کتاب التفسیر اب قولہ تسبیح بحمد ربک،

۴۔ بعض اوقات لوگ صحابہ کرام سے تفسیر کے متعلق سوال کرتے اور وہ اس کا

جواب دیتے، قرآن مجید میں ہے،

لَا تَحِبُّونَ الَّذِينَ يَفْهَمُونَ ۝ ۵۱

جو لوگ خوش ہوتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں،

ایک بار مروان نے اپنے دربان کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ اگر یہ گناہ ہے تو ہر شخص پر عذاب ہونا چاہیے، انھوں نے کہا کہ اس آیت کا تم سے تعلق نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ایک سوال کیا، انھوں نے اس کے اصلی جواب کو غفی رکھ کر دوسری بات بتا دی، اور جس علم کو غفی رکھا، اس پر خوش ہوئے اور جو جواب دیا اس پر داد طلب کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

جس آیت میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں،

وَمَا تَحْتَمِلُونَ إِلَّا تَقْطُوعَ الْإِثْمِ ۚ فَانْكِحُوا

اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں کے بارے میں انصاف

مطالبہ لکم من النساء مثنی وثلاث

ذکر سکونے تو عورتوں میں چھ حسب خواہش دو دو

وَرَبَّاعٍ، تین تین چار چار سے نکاح کرو،

لیکن بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے کڑوں میں باہم ربط نہیں معلوم ہوتا یہ تینوں کے

معالے میں عدم انصاف اور چار نکاح کی اجازت میں باہم کیا تعلق ہے؟

ایک بار حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو

انھوں نے کہا کہ بعض اوقات تمہیں لڑکیاں جائداد میں دلی کی شریک ہوتی ہیں

سے بخاری کتاب التفسیر باب قولہ، لَا تَحِبُّونَ الَّذِينَ يَفْهَمُونَ بَمَا اَدَّبُوا،

وہ اون سے نکاح کر لیتا ہے، اور مہر اور عورتوں سے کم دیتا ہے، ایسی حالت میں دن  
نکاح کرنے کی ممانعت کی گئی، اور دوسری عورتوں سے نکاح کا حکم دیا گیا،  
ازواج مطہرات میں جن دہلی بیون نے آپ سے مظاہرہ کیا تھا، ان کے  
نام ایک برس سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ سے پوچھنا چاہتے تھے بالآخر  
ایک سفر حج میں یہ موقع ملا اور انھوں نے بتایا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ تھیں،  
مناسک حج میں سے ایک رکن کوہ صفا و مردہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے، قرآن مجید  
میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں،

ان الصفا والمردۃ من شعائر اللہ فمن  
حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان  
یھوٹ بھماہ  
صفاد مردہ کی پہاڑیان شعائر الہی میں سے ہیں  
پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے، تو کچھ مضائقہ  
نہیں اگر ان کا بھی طواف کرے،

حضرت عروہ نے اس کے متعلق حضرت عائشہؓ سے کہا کہ خالہ جان! اس کے تو معنی  
یہ ہیں، کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تب بھی کوئی ہرج نہیں، فرمایا، بھانجے تم نے ٹھیک نہیں  
کہا، یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے، اوس دخریج اسلام سے پہلے مناتہ کی  
جے پکارا کرتے تھے، منات مشتل میں نصب تھا اسلئے وہ لوگ صفاد مردہ کے طواف کو  
برآ جانتے تھے، اسلام لائے تو رسول اللہ صلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے  
اب کیا حکم ہے؟ اس پر خدا نے ارشاد فرمایا کہ صفاد مردہ کا طواف کرو اس میں کوئی  
شے بخاری کتاب التفسیر باب وان خفتم ان لا تقسطوا فی البیت اے، بخاری کتاب التفسیر باب  
توہران تظاہر علیہ





جھوٹ وعدہ کیا گیا، یا کذب بولنا؟ (وہ جھٹلائے گئے) فرمایا کذب بولنا، عروہ نے کہا کہ اس کا تو ادن کو یقین تھا کہ وہ جھٹلائے گئے، یہ ظن و خیال تو نہ تھا، اس لئے کذب بولنا (ادن سے جھوٹ وعدہ کیا گیا) صحیح ہے، بولیں: عاذا اللہ پیغمبران الہی خدا کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ادن سے امداد و نصرت کا جھوٹ وعدہ کیا، عروہ نے پوچھا تو پھر آیت کا مطلب کیا ہے، فرمایا، یہ پیغمبروں کے پیروں سے متعلق ہے، کہ جب وہ ایمان لائے اور توریت کی تصدیق کی اور ادن کی قوم نے ادن کو ستایا اور نصرت الہی میں ادن کو تاخیر نظر آئی، یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے ناامید ہو گئے تو ادن کو خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں کہ اسی حالت میں دفعۃً خدا کی مدد نازل ہوئی،

اس قسم کی اور بھی متعدد مثالیں احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں،

۵۔ بعض آیتیں اس قسم کی تھیں جو خاص خاص اشخاص یا خاص خاص قبائل کے

متعلق نازل ہوئی تھیں، اس لئے وہی لوگ اس کی صحیح تفسیر کر سکتے تھے، مثلاً ایک بار ایک صحابی نے رومیوں پر اس جوش کے ساتھ حملہ کیا کہ ادن کی صف جنگ کے اندر گھس گئے، اس پر تمام لوگوں نے شور کیا کہ سبحان اللہ وہ اپنی ذات کو لاکھست میں ڈالتے ہیں، جس سے قرآن مجید کی آیت لا تَقْوَا بِاِیْدِیْکُمُ الِی التَّحْلُکَةِ کی طرف اشارہ تھا، اس عروہ میں حضرت ابوالیوب انصاری بھی موجود تھے، انھوں نے کہا

سَلِّحْ بَغَارِی تَفْسِیْرُہُ یَرْسُفْ،

تم اس آیت کے یہ معنی سمجھتے ہو، حالانکہ یہ ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب خدا نے اسلام کو غالب کر دیا اور اوس کے بہت سے اعوان و انصار پیدا ہو گئے، تو ہم میں بعض لوگوں نے چھپے چوری کہا کہ ہمارے حامی جلد اوبربا ہو گئے، اب اسلام کے بہت سے حامی اور انصار پیدا ہو گئے، اسلئے اب ہم کو اپنی جائیداد کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے، اس لئے خدا نے ہمارے خیال کی تردید کی اور فرمایا،

وَالْفُقُوۡا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تَلۡقُوا

بِاَیۡدِیْکُمۡ اِلَی التَّحٰلُکَۃِ، ہلاکت میں نہ ڈالو،

اس بنا پر جہاد ہلاکت نہیں ہے، بلکہ جہاد کو چھوڑ کر معاش کی فکر میں مصروف ہو جانا ہلاکت ہے،

۶۔۔ کبھی کبھی بعض اشخاص کسی آیت کی غلط تفسیر کرتے تھے، صحابہ کرام کو خبر ہوتی تھی تو اون کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے تھے، اس طرح اوس آیت کی صحیح تفسیر معلوم ہو جاتی تھی مثلاً قرآن مجید میں ہے،

فَاَرۡتَقِبْ یَومَ نَأۡفِی السَّاعِیۡنَ

مہین، دھوان نمودار ہوگا،

ایک بار ایک شخص نے اس کی تفسیر بیان کی کہ قیامت کے دن ایک ایسا دھوان اڑھے گا جو منافقین کو بہر اور اندھا کر دیگا، لیکن مسلمانوں کو اوس سے صرف اس قدر

سہ ترمذی کتاب التفسیر سورہ بقرہ،

لوگوں کی جتنی زکام میں ہوتی ہے، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس کا تذکرہ کیا، وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے برہم ہو کر اٹھ بیٹھے اور کہا کہ جو علم رکھتے ہوں وہ بولیں اور جو جاہل ہوں وہ خاموش رہیں یہ کہنا کہ ہم نہیں جانتے یہ بھی علم ہے خدا نے خود اپنے پیغمبر کی نسبت فرمایا ہے کہ کمند، کہ میں تم سے معاذ اللہ نہیں مانگتا اور تم سے بناوٹ کی کوئی بات نہیں کہتا، اس آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ قریش نے اسلام قبول کرنے میں لیت و لعل کیا، اسلئے آپ نے اون کو قحط کی بددعا دی، چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ سب مرد اور بڑیاں تک کھانے لگے، اسی حالت میں لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ نفاذ صومین سے بھراوٹھی ہے، چنانچہ یہ آیت اسی کے متعلق ہے،

ایک بار مروان نے اہل حجاز کو ایک خطبہ میں بزدل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ترغیب دی، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر نے اس پر اعتراض کیا، اس نے ان کو گرفتار کرنا چاہا، وہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں چھپ گئے تو مروان نے تفصیل کے طور پر کہا، قرآن مجید کی آیت والذی قال لوالدینہ ان لکم اتعدا نفی، انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت عائشہؓ نے پردے سے کہا کہ بجز براۃ انک کے ہم لوگوں کے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی،

۷۔ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کا دار مدار تمام عربیت پر ہے، لیکن مفسرین نے عربیت کے اصول و قواعد کو چھوڑ کر متعدد غلطیاں کی ہیں، مثلاً قرآن مجید میں ہے،

سلا بخاری کتاب التفسیر المجلد الروم، سلا بخاری کتاب التفسیر سورہ احقان،

اذا اردنا ان نجلک قریبۃ  
 امرنا مترجھا ففسقوا فیھا،  
 جب ہم کسی گائون کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے  
 دو ہندوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ لوگ فسق و فجور  
 میں مبتلا ہو جاتے ہیں،

لیکن اگر اس آیت میں امر کے معنی حکم کے لیے جائیں، جیسا کہ عام مفسرین نے لکھے ہیں  
 تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا ہی اولن کو فسق و فجور کا حکم دیتا ہے، حالانکہ خدا ابراہیمؑ کا  
 حکم نہیں دیتا، مفسرین کے دل میں یہ اعتراض کھٹکا ہے، اور انھوں نے اس کے مختلف  
 جوابات دیے ہیں، لیکن خصائص ابن جنی میں متعدد شواہد سے ثابت کیا ہے کہ امر کے  
 معنی کلام عرب میں کثرت کے بھی آتے ہیں، اس لیے آیت کی تفسیر یہ ہوگی، کہ جب  
 ہم کسی شہر کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو بہت سے امر اپید کر دیتے ہیں، اور امارت کا لازمی  
 نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے فسق و فجور ہو جاتے ہیں، جو تباہی کا پیش خیمہ ہے، اور اس تفسیر پر  
 کوئی اعتراض نہیں پڑتا،

صحابہ کرام سے بڑھ کر عربیت کا کون ماہر ہو سکتا تھا؟ اس لیے انھوں نے اس قسم  
 کے موقوفوں پر ٹھیک وہی تفسیر کی ہے جو ادب و عربیت کا اقتضا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں  
 حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت کی جو تفسیر منقول ہے اس میں انھوں نے  
 امر کے معنی کثرت ہی کے لیے ہیں، اولن کے اصلی الفاظ یہ ہیں

کنا نقول لھ اذا کثر دافی النجاہلیۃ  
 امرینو فلاں،  
 زنا چاہتے ہیں جب کوئی قبیلہ بڑھ جائے یا قوت ہم  
 کہتے تھے کہ امرینو فلاں

تاریخ تفسیر  
 ابن کثیر

لیکن صحابہ کرام کی بحث و جستجو، تحقیق و تلاش، روک و ٹوک جو کچھ تھی اوس کا تعلق صرف تفسیر کے اوس حصے کے ساتھ تھا، جو ضروری کار آمد اور عملی تھا، غیر ضروری مباحث مثلاً تخلیق عالم، اسرار کائنات، تاریخ قدیم اور قصص انبیاء سے اونھوں نے کبھی اعتنا نہیں کیا، یہی وجہ ہے، کہ اون کے متعلق صحابہ کرام سے بروایت صحیحہ ایک حرف بھی مروی نہیں ہے، تاخرین کے دماغ کا سب سے بڑا جولا نگاہ آیات متشابہات ہیں، لیکن صحابہ کرام اس بحث میں پڑنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے، چنانچہ ایک شخص کو جو آیات متشابہات کے متعلق سوال کرتا پھرتا تھا، حضرت عمرؓ نے سخت سزا دی اور حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کی کو لکھا کہ کوئی مسلمان اوس کے پاس بیٹھنے نہ پائے،

ان آیات کے علاوہ قرآن مجید کی اور متعدد آیتوں کی تفسیر میں صحابہ کرام سے احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں، لیکن ہم اون کو بخون طوالت قلم انداز کرتے ہیں،



## علم حدیث

یہ مسلم ہے کہ حدیث کا مقدس فن تمام تر صحابہ کرام کا ساختہ و پر واختہ ہے، لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحابہ کرام نے اس فن کو کیونکر مرتب کیا؟ تو اس کے جواب کیلئے ہم کو اس سوال کے تمام اجزاء کو تحلیل کر کے تفصیل کے ساتھ بتانا ہوگا، کہ صحابہ کرام نے فن حدیث کی کیا ضرورت سمجھی؟ اس کو کیونکر حاصل کیا؟ کیونکر محفوظ رکھا؟ ہم تک اس کو کس حزم و احتیاط کے ساتھ پہنچایا؟ اور ان کی روایتوں کا مقصد کیا تھا؟ اور ان کے پاس احادیث کا تحریری ذخیرہ کس قدر تھا؟ اور ان سے جن لوگوں نے روایتیں کیں اور انھوں نے ان احادیث کا کس قدر تحریری ذخیرہ فراہم کیا؟ صحابہ کرام نے احادیث کے کس قدر مدایج قائم کیے؟ فنِ روایت کو کس حد تک پہنچایا؟ قلت و کثرت روایت کی بنا پر اور ان کے کس قدر طبقات قائم ہوئے؟ اور ان کی روایات کی تعداد کیا ہے؟ چنانچہ ہم اسی ترتیب کے ساتھ ان سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں،

فنِ روایت کی ضرورت، عقاید و عبادات اور اخلاق کے تمام ابواب اگرچہ اصولاً قرآن مجید

مذکور ہیں، لیکن ادن کی توضیح تفصیل اور تحدید تعین کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے، اسلئے وہ بھی قرآن مجید کی طرح مذہبی عقائد و اعمال کا لازمی جزو ہیں، اسی مقصد کے لیے فن حدیث کی ضرورت ہو اور صحابہ کرام نے اس کی یہی ضرورت سمجھی تھی،

چنانچہ ایک بار کسی شخص نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہا کہ ”آپ لوگ ایسی حدیثوں کی روایت کرتے ہیں، جن کی اصل ہم کو قرآن مجید میں نہیں ملتی“ وہ سخت برہم ہوئے، اور فرمایا ”کیا قرآن مجید میں یہ تفصیل ہے، کہ ہر چالیس درہم میں ایک درہم اتنی بکریوں میں اتنی بکری اور اتنے اونٹوں میں اتنے اونٹ زکوٰۃ میں دینے چاہئیں“ اس نے کہا ”نہیں“ بولے ”تو پھر تم کو یہ کیوں معلوم ہوا؟ تم نے ہم سے سیکھا اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے“

صحابہ کرام نے علم حدیث کیونکر حاصل کیا، صحابہ کرام سے زیادہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کا مشتاق نہ تھا، لیکن اس کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ مشکوٰۃ نبوت سے اقتباس تو کر لیں، حضرت عمرؓ عروالی میں قیام رکھتے تھے جو مدینہ سے کسی قدر دور ہے، اسلئے آپ کی خدمت میں روزِ حاضر ہونا ناممکن تھا، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے پڑوسی حضرت عبید بن الکرک کو بھیجتے تھے تاکہ خرمن نبوت کی خوشہ چینی سے کسی دن محروم نہ ہونے پائیں،



بعض صحابہ کو اس کا اس قدر شوق تھا کہ ایک ایک بات کے لیے برسوں آپ کی خدمت میں قیام کرتے تھے،

حضرت نواس بن سمان کا بیان ہے کہ لوگ جب آپ کے پاس سے رخصت ہوتے تھے تو کچھ پوچھ کر نہیں جاتے تھے، لیکن مجھے گناہ و ثواب کی حقیقت دریافت کرنی تھی، اس کے لئے میں نے ایک سال تک قیام کیا، اس کے بعد آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ”یہی حسن خلق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو خود تمہارے دل میں کھٹکے اور لوگوں پر اس کا انشا تمہیں ناگوار ہو۔“

اس طرح جن بزرگوں کو آپ کے فیض صحبت سے متمتع ہونے کا جس قدر موقع ملتا تھا، اسی قدر اون کے پاس احادیث کا ذخیرہ زیادہ جمع ہو جاتا تھا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ پر جب کثرت روایت حدیث کا الزام لگایا گیا تو انھوں نے اس کا یہ جواب دیا،

ان ائوتی من المعاجرین کان یشغلهم	میرے بھائی ماجورین تجارت میں اور میرے
الصنف بالاسواق و کنت الزمر	بھائی انصار کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے،
رسول اللہ صلعم علی ملاء بطنی فاشمد	لیکن میں مساکین صفہ کا ایک فرد تھا، اس لئے ہر وقت
اذاعا لبوا و احفظ اذا نسوا و کان	رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا،
یشغل ائوتی من الانصار عمل اموالهم	اس بنا پر جب وہ لوگ غائب ہوتے تھے تو میں

سہ سلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تفسیر البر والامث،

و کنت امرء مسکیناً من مساکین  
 الصفة اعمیٰ حین ینسولک ۵  
 آپ کی خدمت میں موجود رہتا تھا جب یہ لوگ مہولے  
 تھے تو میں یاد کیا کرتا تھا،

وہ معاش کی ضرورت کے علاوہ خود حدیث نبوی کے نہایت مشتاق تھے، اسلئے آپ  
 سوالات کیا کرتے تھے اور آپ شوق سے اون کا جواب دیتے تھے،  
 ایک بار انھوں نے آپ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے  
 سب سے زیادہ بہرہ اندوز کون ہوگا؟ فرمایا کہ ”میرا خیال تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کا  
 سوال نہ کرے گا، کیونکہ تم حدیث کے بڑے حریص ہو۔“

ان بزرگوں سے الگ ازواج مطہرات اور ازواج مطہرات میں حضرت  
 عائشہؓ ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ تقرب حاصل تھا اسلئے ان کو  
 خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے سننے اور دیکھنے کا موقع  
 ملتا تھا، احادیث میں نہایت کثرت سے اس قسم کے واقعات ملتے ہیں، جن میں حضرت  
 عائشہؓ نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اور صحابہ کی روایتوں پر کتبہ چینی کی، اہل بیت  
 میں بھی جو لوگ زیادہ متفحص ہوتے تھے وہ ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے اس  
 مقصد میں کامیاب ہوتے تھے، حضرت میمونہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھیں  
 وہ ان کے یہاں اس غرض سے سوتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز شب کی کیفیت  
 کو بلا خطہ کر سکیں۔

۱۔ بخاری کتاب البیوع، ۲۔ بخاری کتاب العلم باب المحرم علی الحدیث، ۳۔ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی ملاء الیل،

شوقِ حدیث میں سفر، لیکن صحابہ کرام کا شوقِ حدیث صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت تک محدود نہ تھا، بلکہ وہ اس روحانی خزانے کی تلاش میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کر کے سیکڑوں کوس کا سفر کرتے تھے، حضرت فضالہ بن عیاض مصر کے گورنر تھے، ایک صحابی اذن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ”میں ملاقات کے لیے نہیں آیا۔ میں اور آپ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی تھی، اس لیے مجھے خیال ہوا کہ شاید آپ کے پاس اس کا علم ہو۔“

حضرت عبداللہ بن ابیہ بنی نصر میں مقیم تھے، وہ قصاص کے متعلق ایک حدیث کی روایت کرتے تھے، حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا تو بازار میں آکر ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ کس کر مصر کو روانہ ہوئے، ایک مہینے میں مصر پہنچے اور لوگوں سے پوچھتے ہوئے اذن کے دروازے پر گئے اور ایک حبشی غلام کے ذریعہ سے اذن کو اطلاع دی، جب اذن کو معلوم ہوا کہ وہ صحابی ہیں تو آکر لیٹ گئے، اور پوچھا کہ آپ کیوں تشریف لائے؟ بولے ”قصاص کے متعلق آپ جس حدیث کی روایت کرتے ہیں، اب آپ کے سوا اس کا کوئی راوی نہیں ہے، اس لیے میں نے چاہا کہ قبل اسکے کہ ہم دونوں میں سے کسی کو موت آئے میں آپ سے اس حدیث کو سن لوں۔“ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان فرمائی تھی، حضرت سائب بن خلادؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ بنی اس موقع پر موجود تھے، لیکن بعد میں حضرت طاہ ابو داؤد کتاب الترجیل، طبع حسن، الماحضہ جلد ۱ صفحہ ۷۰۔ بخاری کتاب العلم میں بھی اسکا جملہ لایا ہے، دیکھو باب الخرج فی طلب العلم،

سائب کو اس حدیث کے متعلق وہم پیدا ہوا اور وہ ازالہ شک کے لیے مصر میں حضرت عقبہؓ کے پاس گئے، اور پہلے مسلم بن مخلد کے دروازے پر حاضر ہوئے، اونھوں نے اون کو ہمان بنانا چاہا، لیکن اونھوں نے کہا کہ ”پہلے عقبہ سے میری ملاقات کرو دیجئے“ وہ ایک گانوں میں تھے، وہ وہاں گئے، اور اس حدیث کی تصدیق کر کے واپس آئے، اس کے علاوہ صحابہ کرام سیکڑوں طریقے سے احادیث کو جمع کرتے تھے ایک بار حضرت زید بن خالد الجہنیؓ آستانہ مبارک پر ٹیک لگا کر سوئے اور آپ کی نماز شب کی کیفیت ملاحظہ فرمائی،

ایک بار ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اون سے کچھ کہا جس کو اور صحابہ نے نہیں سنا جب وہ پلٹے تو تمام صحابہ نے اون کو گھیر لیا اور کہا کہ ”آپ نے کیا فرمایا“ ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لکھا کہ نماز کے سلام کے بعد آپ کیا دعا پڑھتے تھے، اونھوں نے وہ دعا لکھ بھیجی،

اس شخص و تلاش کے ذریعہ سے کان سعادت کے یہ موتی حب دامن میں جاتے تھے تو صحابہ کرام نشہ مسرت سے بخود ہو جاتے تھے، حضرت ابن اخطابیہؓ ایک خاموش اور گوشہ نشین صحابی تھے، ایک روز وہ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس سے ہو کر گزرے تو اونھوں نے اون کو دیکھ کر کہا،

کلمۃ تنفعنا و لا تضرک، کچھ فرمائیے جو ہم کو نفع دے اور آپ کے لیے مضر نہ ہو،

مسلم حسن الحاضر جلد ۱ صفحہ ۱۰۷، سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فیہ من اللیل، سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فیہ من اللیل، سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا سلم،

اونھوں نے ایک حدیث بیان کی، حضرت ابو الدرداءؓ اس قدر مسرور ہوئے کہ سراوٹھا کر کہا ”آپ نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے یہ سنا ہے“ اور بار بار اس جملے کو دہراتے رہے، اسی طرح وہ متعدد بار اون کے پاس سے گزرے اور اونھوں نے کلمہ نافعہ کی استدعا کی اور اونھوں نے ایک حدیث بیان کر دی،

صحابہ کرام نے احادیث کو دنیا کو تعجب ہی کہ صحابہ کرام نے احادیث کے ذخیرے کو کیونکر اس کیونکر محفوظ رکھا، صحت و جامعیت کے ساتھ محفوظ رکھا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی زبان مبارک کا ایک فقرہ بھی ہوا کے توجہ میں جذب ہو کر فنا نہیں ہوا؛ لیکن اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ صحابہ کرام نے نہ صرف اس مقدس مجموعہ کی حفاظت کی، بلکہ آپ کے ایک ایک اشارے، ایک ایک حرکت، اور ایک ایک ادا کو محفوظ رکھا تو یہ تعجب خود بخود زایل ہو جاتا،

ایک بار لوگوں نے حضرت خبابؓ سے پوچھا کہ ”رسول اللہ صلی علیہ وسلم طرہ و عصر میں قرأت کرتے تھے“ بولے ”ہاں“ لوگوں نے کہا یہ کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا ”ہم آپ کی ریش مبارک کی حرکت سے اس کا پتہ لگا لیتے تھے“

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ اندازہ کیا کہ آپ طرہ و عصر کی رکعات میں کتنی دیر تک قیام کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اول کی دو رکعتوں میں اتنی دیر جس میں تین آیتیں پڑھ لی جائیں، اور اخیر کی دو رکعتوں میں اسکی نصف مدت۔

ماہ ابو داؤد کتاب اللباس باب ما رقی، ابوالاثر، ماہ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب القراۃ فی النظر، ماہ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تحفیف الاخرین،

ایک بار حضرت عبداللہؓ نے نماز کا طریقہ بتایا اور کہا کہ ”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی گردش نظر آ رہی ہے“

پہلے جب نماز میں اشارہ کرنا یا بات چیت کرنا جائز تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز میں سلام کا جواب دیا کرتے تھے، ایک صاحب نے حضرت بلالؓ سے اس کی کیفیت پوچھی تو اونھوں نے اسی طرح ہاتھ کو گردش دی جس طرح آپ ہاتھوں کو اس حالت میں گردش دیتے تھے،

حضرت اغرزیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار شمار کیا معلوم ہوا کہ آپ نے ایک نشست میں ستر بار استغفار فرمایا،

صحابہ کرام نے جس طرح ان اشارات و حرکات کو محفوظ رکھا تھا، اسی طرح بعض احادیث کی روایت میں ان جزئیات کی تفصیل بھی کرتے تھے،

ایک بار حضرت ابو حمید ساعدیؒ نے دس صحابہ کے مجمع میں کہا کہ ”میں تم سے

زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے واقف ہوں“، اور لوگوں نے کہا کیونکر؟ تم نہ

ہم سے زیادہ شیخ سنت تھے، نہ ہم سے زیادہ قدیم صحبت،“ اور انھوں نے صلوٰۃ

نبویہ کے ایک ایک جزئیات کو بیان کرنا شروع کیا، تو اور لوگوں نے تصدیق کی،

لیکن احادیث کے محفوظ رکھنے کا اصلی ذریعہ حفظ حدیث تھا، یعنی صحابہ کرام

اور ان کو ازبر یاد کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں رات کے تین حصے کرتا تھا

۱۔ الوداع و کتاب الصلوٰۃ باب تقریر الوابل و رکوع و السجود و رخص الیدین علی الرعین ۲۔ الوداع و کتاب الصلوٰۃ باب رد السلام فی الصلوٰۃ ۳۔ الوداع و کتاب الصلوٰۃ باب فی الاستغفار ۴۔ الوداع و کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ،



کوئی حدیث نہیں سنی

حضرت سائب بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ سے کتب تک حضرت سعد بن مالک کی رفاقت کی، لیکن میں نے ادن کی زبان سے ایک حدیث بھی نہیں سنی، بعض لوگ صحابہ کرام سے روایت حدیث کی درخواست کرتے تھے، لیکن وہ انکار کر دیتے یا مالدیتے تھے، ایک بار لوگوں نے حضرت زید بن ارقم سے کہا کہ ”حدیث بیان فرمائیے“، بولے ”ہم لوگ بوڑھے ہوئے اور بھول گئے، حدیث کی روایت کرنا تو نہایت سخت کام ہے“،

ایک بار لوگوں نے حضرت انس بن مالک سے روایت حدیث کی درخواست کی تو فرمایا کہ انشاء اللہ،

جو صحابہ روایت کرتے تھے وہ بھی نہایت کم حدیثیں بیان کرتے تھے، حضرت انس بن مالک فرماتے تھے کہ کثرت روایت سے مجھے یہ حدیث یاد آتی ہے، من کذب علی متعمداً اے،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹے میں صرف دو یا تین حدیثوں کی روایت کرتے تھے، حضرت عمرؓ لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ کثرت روایت سے روکتے تھے، حضرت قرظہ بن کعب کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہم کو عراق بھیجا تو ہماری مشایعت کی، اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ چلتا ہوں؟ سب نے کہا کہ ہماری کتاب بجا دیا میں حدیث مشاہدہ فی الحرب، سنن ابن ماجہ ابی الوقی فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دارمی ص ۲۶،



کہا یہ ہماری عزت افزائی ہے، ”بولے“ ہاں، لیکن تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو، جو تلاوت قرآن میں شہد کی کھیون کی طرح تر تم ریز ہے، پس اون کی تلاوت میں خلل انداز نہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت کم بیان کرنا، اور میں تمہارا شریک رہوں گا۔“

صحابہ کرام جب حدیث بیان کرتے تھے، تو روایت کی ذمہ داری سے گھبرا اٹھتے تھے، حضرت عمر بن مہمون ایک تابعی تھے، اونکا بیان ہے کہ میں ہر جمعرات کو بلا ناغہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، لیکن اون کی زبان سے کبھی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ نہیں سنا، ایک دن یہ الفاظ اون کی زبان سے نکلے تو گردن جھکالی، میں نے دیکھا تو اون کی قمیص کے کٹے کھلے ہوئے تھے، آنکھیں پٹیائی ہوئی تھیں، اگر دن کی رگین بھول گئی تھیں، حدیث کی روایت کرتے تھے تو احتیاطاً کہتے جاتے تھے، اس سے کم یا اس سے زیادہ اس کے قریب یا اس کے مشابہ یعنی یقینی طور پر یہ نہیں کہتے تھے کہ یہی الفاظ ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ جب حدیث بیان کرتے تھے، تو گھبرا اٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ الفاظ ہیں، یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میں جب حدیث بیان کروں تو مجھے یہ گوارا ہے کہ مجھ پر آسمان پھٹ پڑے بہ نسبت اسکے کہ آپ کی طرف اس حدیث کا اتنا سبب کروں جس کو آپ نے بتایا،

ملہ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ حضرت عمرؓ، ملہ ابوداؤد باب التوفی فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارمی صفحہ ۲۶

ملہ سلم کتاب الزکوۃ باب التخریض علی نسل الخوارج،

حضرت عبدالرحمن بن ابوسہد ایک صحابی تھے وہ اپنے بستر پر ایک چھڑی کھڑکی بیٹھتے تھے جب اون کے لڑکے اور بچے علم حدیث کی تعلیم کے لیے آتے اور کہتے کہ "قال رسول اللہ" تو چھڑی اونٹھا کر فرماتے کہ تم رسول اللہ صلعم سے کیونکر روایت کر سکتے ہو؟

صحابہ کرام جس حزم و احتیاط کے ساتھ روایت کرتے تھے، اسی حزم و احتیاط کے ساتھ اون کو قبول بھی کرتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میرے سامنے کوئی صحابی روایت کرتے ہیں، تو میں اون سے قسم لیتا ہوں، جب وہ قسم کھا لیتے ہیں تو میں اس روایت کی تصدیق کرتا ہوں،

حضرت ابوبکر صدیق نہایت نرم خو تھے، لیکن روایت کے قبول کرنے میں کسی قسم کی مبالغہ نہایت نہیں کرتے تھے، ایک بار دوسی کی میراث کے متعلق حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ایک روایت کی تو فرمایا کہ شاید "حضرت محمد بن مسلمہ نے شہادت دی، تو اس کو قبول کیا،

تمام صحابہ میں حضرت عمرؓ سب سے زیادہ منشد دینی احادیث تھے، ایک بار زود کو بین کسی عورت کا محل ساقط ہو گیا، تو حضرت عمرؓ نے اس کی دیت کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک غلام یا ایک لونڈی اس کی دیت میں دلوائی ہے، حضرت عمرؓ نے اس حدیث پر

صلعم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمن بن ابوسہد، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی الاستغفار، صلی اللہ علیہ وسلم ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی الجدة،

شہادت طلب فرمائی، تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی،

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعرؓی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا کہ ابو موسیٰ اجازت چاہتا ہوں، اشعرؓی اذن چاہتا ہے، عبد اللہ بن قیسؓ کا خواستگار ہے، تین بار کی اذن طلبی پر بھی جب باریابی کی اجازت نہ ملی تو واپس آئے، حضرت عمرؓ نے بلا کر پوچھا کیوں واپس چلے گئے؟ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تین بار میں اذن نہ ملے تو واپس چلے آؤ، فرمایا اس حدیث پر گواہ لاؤ، حضرت ابوسعید خدریؓ نے شہادت دی تو کہا کہ میں تم کو متہم کرنا نہیں چاہتا تھا، یہ تشدد و حسرت اس خوف کی بنا پر تھا کہ لوگ جھوٹی روایتوں کے کرنے پر دلیر نہ ہو جائیں، لیکن حضرت ابیؓ نے اس تشدد کو دیکھ کر کہا، ”عمر! اصحاب رسول اللہ کی جان کا عذاب“

ایک بار حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ بازار میں چادر خرید رہے تھے، لوگوں نے پوچھا کیا کرو گے؟ بولے اس کو صدقہ میں دوں گا، حضرت عمرؓ نے یہ سن لیا اور چلے گئے، بعد کو ملے تو کہا کہ وہ چادر کیا ہوئی؟ اونھوں نے کہا کہ ”میں نے اپنی بی بی پر صدقہ کر دیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بی بی کو جو کچھ دو گے وہ صدقہ ہو گا“، بولے عمرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایترانہ کرو، چنانچہ ان کو حضرت عائشہؓ کے پاس لائے، اور اس حدیث کی تصدیق کرائی۔

ایک بار حضرت ابو مسعودؓ، حضرت ابو دردارؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ کو

ابو داؤد کتاب الدیات باب دتہ الخنین ۱۱۱ ابو داؤد کتاب الادب باب فی الاستیذان و نجاری کتاب الاستیذان  
مسند ابو داؤد طبع السی صفحہ ۱۹۲

اسی تشدد و احتیاط کی بنا پر قید کر دیا، اور کہا یہ حدیثین روایت کرتے ہو؟  
 ایک بار کسی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ عند عمرؓ میں بھی تم اسی طرح  
 حدیثوں کی روایت کر سکتے تھے؟ بولے ”اگر ایسا کرتے تو کوڑا کھاتے،  
 اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں روایتیں بقدر منع ہو گئیں کہ  
 حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ صرف حضرت عمرؓ کے زمانے کی حدیثیں روایت کیا جائیں، کیونکہ وہ لوگوں کو  
 فتنہ بھی معاملات میں ڈرایا کرتے تھے،

روایت حدیث کا مقصد | ثواب آخرت کے علاوہ علم حدیث چونکہ دنیوی عزت و جاہ کا بھی  
 ذریعہ تھا، اس لیے اخیر زمانے میں بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے، جو صرف حصول  
 عزت کے لیے حدیثیں بناتے تھے اور ان کی روایت کرتے تھے، لیکن صحابہ کرام  
 کی روایت حدیث کا مقصد حصول ثواب اخروی کے سوا اور کچھ نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ  
 بعض صحابہ اس امانت کو اس وقت ادا کرتے تھے جب دنیوی عزت ہر شخص کا  
 ساتھ چھوڑ دیتی ہے، اور ہر امین کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر اس نے امانت ادا  
 نہیں کی، تو خدا کے نزدیک مانع ہوگا چنانچہ ایک صحابی نے انتقال کے وقت ایک حدیث کی روایت  
 کی اور کہا کہ ”میں صرف حصول ثواب کے لیے اس کی روایت کرتا ہوں“،

حضرت معاذ بن جبلؓ سے آپؐ فرمایا تھا کہ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار  
 کرے گا، وہ جنتی ہوگا، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت کی تھی کہ اس کا عالم اعلان

للہ المفسرین المختصرین مثل الآثار للطحاوی صفحہ ۴۵، تذکرہ الحفاظ ترجمہ حضرت عمرؓ، سلمہ سلمہ کتاب التوحید  
 باب النہی عن المسئلہ، سلمہ ابو داؤد باب ماجاء فی البیہ فی المثنیٰ فی الصلوٰۃ

نہ کیا جائے، حضرت معاذ بن جبلؓ نے عمر بھر اس راز کو چھپایا، لیکن دم نزعِ خوت  
کتمان سے اوس کو انشا کر دیا،

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسارؓ کی عیادت کو آیا، تو بولے کہ میں  
تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں، اگر مرض الموت میں مبتلا نہ ہوتا تو نہ بیان کرتا،  
آپ نے فرمایا ہر کچھ امیر مسلمانوں کی خیر خواہی نہ کر گیا وہ اوس کے ساتھ جنت میں داخل  
نہ ہو گا،

صحابہ کے پاس حدیث کا صحابہ کرام اگرچہ اکثر زبانی روایتیں کرتے تھے، تاہم اوس کے  
تقریبی ذخیرہ کس قدر تھا، پاس حدیث کے بعض تحریری ذخیرے بھی موجود تھے، اخیر  
زمانے میں زکوٰۃ کے متعلق رسول اللہ صلعم نے جو دستور العمل مرتب فرمایا تھا اوسکو  
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے محفوظ رکھا تھا، چنانچہ وہ مدتوں حضرت عمرؓ کے  
خاندان میں محفوظ رہا اور وہیں سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اوس کی نقل کی  
تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ۵۰۰ حدیثیں بھی لکھی تھیں، لیکن پھر  
اوس مجموعہ کو جلا دیا،

فتح مکہ کے بعد آپ نے جو خطبہ دیا تھا، اوس کے متعلق یمن کے ایک صحابی  
ابو شاہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرے لیے لکھوا دیا جائے، چنانچہ  
آپ نے اوس کو لکھوا دیا،

۱۔ مسلم کتاب الایمان باب من لقی اللہ الا بالان دمو غیر شک ترجیل الحجة ویزم علی النار ۲۔ مسلم کتاب الایمان باب استحقاق الای  
الغاش رعیۃ النار ۳۔ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائئ ۴۔ ابوداؤد کتاب المناکب باب تحریم کذب بخاری کتاب العلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس احکام کا ایک مجموعہ تھا جس کی نسبت وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں قرآن مجید اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا، یہ صحیفہ وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے، چنانچہ ایک صحابی کو انھوں نے اپنی تلوار کی میان سے نکال کر اس کو دکھایا،

حضرت عبداللہ بن عمر کا معمول تھا کہ آپ سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے، قریش نے اون کو منع کیا کہ آپ مختلف حالتوں میں گفتگو کرتے ہیں، اسلئے آپ کا ہر ارشاد حدیث نہیں ہو سکتا، انھوں نے آپ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ”لکھا کرو اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا“

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے تھے، پیٹھ پر لکھتے جاتے تھے، آپ نکلے تو فرمایا کہ کتاب اللہ کے ساتھ دوسری کتاب بھی لکھی جائیگی، اسلئے ہم نے جو کچھ لکھا تھا اس کو جمع کر کے جلا دیا،

فرماں رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اشخاص اور مختلف قبائل کے نام جو فرامین لکھوائے تھے، وہ اگرچہ زیادہ تر شخصی حیثیت رکھتے تھے، تاہم اون سے بھی شرعی مسائل مستنبط ہو سکتے تھے، اسلئے صحابہ کرام نے احادیث کا جو تحریری ذخیرہ جمع کیا تھا اسی سلسلہ میں یہ بھی داخل ہیں، اس قسم کے فرمان متعدد صحابہ کے پاس محفوظ تھے، حضرت مجاہد کے بھائی کو قبیلہ بنو سدوس نے قتل کر دیا تھا، وہ آپ کے پاس

ابوداؤد کتاب المناہک باب فی تحریم المدنیۃ، ابوداؤد کتاب المحرم باب الفیقاہ المسلم من الکافر، ابوداؤد کتاب العلم باب فی کتابہ العلم، سند جلد ۱ صفحہ ۱۹۹

آئے اور دیت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ ”میں مشرک کی دیت تو نہیں دے سکتا، لیکن ایک زمان لکھ دیا کہ مشرکین بنو ذہل کے یہاں سے جو خمس آئے، اوس میں سے اون کو سو اونٹ دیئے جائیں، چنانچہ اونھوں نے ایک حصہ وصول کر لیا، جو باقی تھا اوس کے وصول کرنے سے پہلے بنو ذہل نے اوس کا معاوضہ دوسرے ذرائع سے پورا کر دیا، حضرت یزید بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ کھڑے تھے کہ ایک پراگندہ شخص ہاتھ میں سرخ چمڑا لئے ہوئے آیا، ہم نے اوس کو لے کے دیکھا، تو وہ فرمان تھا ہم نے پوچھا اسکو کس نے کھایا، بولا رسول اللہ ﷺ نے“

جلوگوں نے صحابہ کرام سے روایتیں کیں | خود صحابہ کرام سے جن لوگوں نے روایتیں کیں، اون کو اونھوں نے احادیث کثرت پر زبردستی ذخیرہ کر لیا | اگرچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، لیکن بہت سے صحابہ کتابت حدیث کو جائز سمجھتے تھے، حضرت عمر بن الخطابؓ نے عام حکم دیا تھا کہ ”قید و العلم بالکتاب“ یعنی علم کو لکھ لیا کرو،

بشیر بن نہیک کا بیان ہے کہ ”میں حضرت ابو ہریرہؓ سے جو کچھ سنتا تھا لکھ لیتا تھا، جب اون سے رخصت ہونے لگا، تو اوس مجموعہ کو دکھالیا، اور اونھوں نے اوس کی تصدیق کی“ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ”میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ساتھ رات کو مکہ کے راستہ میں چلتا تھا، وہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے کچادے کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا، پھر صبح کو صاف کر لیتا تھا، حضرت برادرؓ کے تمام تلامذہ قلم سے اپنی تحصیلوں پر لکھ لیتے تھے، ابو داؤد کتاب الخرج والامۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسمی الثربی، علیہ ابو داؤد کتاب الخرج والامۃ باب اجار فی سهم نصفی، علیہ مسند دارمی صفحہ ۶۶ باب من لم یکتب بہ الحدیث

لکھتے تھے، حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تمام حدیثیں اون کے سامنے لکھ لیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو خود حدیث لکھوائی اور اس نے لکھ لی، حضرت زید بن ثابتؓ حدیثوں کے لکھنے کے مخالف تھے، لیکن مروان بن حکم نے اون کو اپنے بیان بلوا کر بیچ میں ایک پردہ ڈال دیا اور ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ جو حدیثیں وہ بیان کریں اون کو چپکے سے لکھنا جائے، غرض اس طرح صحابہ کرام ہی کے زمانے میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہی اجزاء پر نشان کو ایک مجموعے کی صورت میں جمع کر دیا،

مدارج حدیث کی تسبیح، احادیث کے مختلف ملاحج ہیں، بعض روایتیں متواتر ہوتی ہیں یعنی اون کی روایت ایک جم غفیر کرتا ہی، بعض روایتیں مشہور ہوتی ہیں، جو اگرچہ درجہ تواتر کو نہیں پہنچتیں، تاہم ہر زمانے میں بہ کثرت لوگ اون کی روایت کرتے ہیں، بعض حدیثوں کی روایت کا سلسلہ چند اشخاص تک محدود رہتا ہی، بیان تک کہ بعض اوقات ایک ہی شخص کسی حدیث کی روایت کرتا ہی، یہی روایتیں ہیں، جن کو اصطلاح میں خبر احاد کہتے ہیں، اس اختلاف مدارج کا اثر ان فقہی احکام پر پڑتا ہی جو ان حدیثوں میں مذکور ہوتے ہیں، یا اون سے مستنبط کیے جاتے ہیں، تطبیق کے لحاظ سے خبر احاد متواتر یا مشہور روایتوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی، اس بنا پر فقہاء میں اختلاف ہی کہ خبر احاد کے ذریعہ سے قرآن مجید کے کسی حکم



عام کی تخصیص یا تنسیخ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ امام شافعی کا مذہب ہے کہ خبر احاد کے ذریعہ  
 قرآن مجید کے کسی حکم عام کی تخصیص بلکہ تنسیخ بھی کی جاسکتی ہے، اس وقت ہم اس  
 مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتے، اس موقع پر صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ خود صحابہ نے  
 احادیث کے مختلف مدارج قائم کر لئے تھے، اور اس اختلاف مدارج کا جو اثر احکام  
 پر پڑ سکتا تھا اس کے متعلق خود ادھون نے اپنی اجتہاد ہی رائے قائم کر لی تھی،  
 قرآن مجید میں تصریح مذکور ہے کہ اگر کسی عورت کو طلاق بائن دیدیا جائے  
 تو جب تک ایام عدت گزر نہ جائیں، شوہر بی بی کو گھر سے نکال نہیں سکتا،

ولا تخرجن من بیوتھن، اور ایام عدت میں ادھون گھروں سے نہ نکالو،

اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایام عدت میں عورت کو سکنی کا حق حاصل  
 ہے اب صرف یہ بحث ہے کہ اس کو نان و نفقہ کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں؟ قرآن مجید  
 میں اگرچہ اس کے متعلق صریح حکم نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں حاملہ عورتوں کے متعلق یہ تصریح حکم دیا گیا ہے  
 کہ اگر حاملہ عورتوں کو طلاق دیدیا جائے تو جب تک وضع حمل نہ ہو، شوہر کو نان و نفقہ دینا ہوگا،

انکن اولات حمل فالفقوا علیھن اگر وہ حاملہ ہوں تو زمانہ وضع حمل تک ان کے نان

حق یضمن حملھن، و نفقہ کے قائل رہو،

حاملہ عورت کے وضع حمل کا زمانہ اس کی عدت کا زمانہ ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے  
 کہ زمانہ عدت میں عورت کے نان و نفقہ کا بار شوہر پر ہے، اس کے علاوہ عورت کو  
 جب سکنی کا حق حاصل ہو تو اس سے بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نان و نفقہ

بار بھی شوہر ہی پر ہوگا،

قرآن مجید کا یہ حکم قطعی ہوا سیلے صرف قطعی دلائل ہی سے اس کی تسخیر یا  
تخصیص ہو سکتی ہے، حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ مسئلہ پیش آیا، تو حضرت فاطمہ بنت  
قیسؓ نے شہادت دی، کہ اون کے شوہر نے اون کو طلاق بائن دی تھی لیکن سوال شد  
صلعم نے اون کو نان نفقہ اور سکنی کے حق سے محروم کر دیا تھا، لیکن چونکہ یہ خبر احاد تھی  
جس کے ذریعے سے قرآن مجید کے احکام منصوصہ کو نسخ نہیں کیا جاسکتا تھا، حضرت  
عمرؓ نے صاف فرمادیا،

ما کان لدع کتاب سبنا و سنۃ ہم قد آئی کتاب اور رسول اللہ صلم کی سنت  
نبینا صلم لقول امر لا اندری کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے خدا  
احفظت ام ۷، جاتے اس نے اصل راقعہ کو یاد بھی رکھا یا نہیں،

حضرت عائشہؓ بھی حضرت عمرؓ کے ہمزبان تھیں، اون کا خیال تھا کہ آپ نے  
حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو اس بنا پر گھر سے منتقل کر دیا تھا کہ اون کا گھر سنسان اور  
آبادی سے دور تھا، یہ ایک خاص حالت تھی جس پر خاص ضرورت نے مجبور کیا تھا،  
کوئی عام حکم نہ تھا،

درایت حدیثوں کے متعلق روایت کی حیثیت سے بحث صرف راوی کے غواض  
و خصوصیات کی بنا پر ہوتی ہے، لیکن درایت کی رو سے جب کسی حدیث کی تنقید کی جاتی ہے،

۱۔ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی نفقۃ المبتوتہ،

تو راوی بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور خارجی عوارض و اسباب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، صحابہ کرام کے دور میں اگرچہ روایت کے تمام اصول و قواعد مرتب نہیں ہوئے تھے، تاہم اس کی ابتدا ہو چکی تھی، اور انھوں نے راوی سے قطع نظر کر کے اور حیثیتوں سے بھی روایات پر نظر ڈالی تھی، ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ جو چیز آگ سے پکا دی جائے اس کے استعمال سے وضو واجب ہو جاتا ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اعتراض کیا کہ اس بنا پر تو ہم کو روغن اور گرم پانی کے استعمال سے بھی وضو کرنا پڑے گا،

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جب کوئی مسلمان اوسکو حالت نماز میں پالتا ہے تو اوس وقت خدا سے جو کچھ مانگا ہے خدا اوس کو دیدیتا ہے“ صحابہ کرام کو اس کی حجت ہوئی اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اوس کو معلوم کر لیا، کہ وہ جمعہ کے دن کی سب سے آخری ساعت ہے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا تو بولے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ آپ نے تو فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اوس کو حالت نماز میں پالے ”حالانکہ دن کی آخری ساعت میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی“

اس باب میں حضرت عائشہؓ خاص طور پر ممتاز ہیں، انھوں نے روایت کے رو سے جن احادیث پر اعتراضات کئے ہیں ان سے روایت کے بعض اصول بھی

سلفہ مذکور کتاب المغازۃ باب الوضوء ما غیر النار، سلفہ ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب تفریع ابواب الجمعہ،

اس سے یہ اصول قائم ہوا کہ کوئی روایت نصوص قرآنی کے مخالف نہیں قبول کی جاسکتی، چنانچہ اس اصول کی رو سے انھوں نے متعدد روایتوں پر اعتراضات کیے، مثلاً صحابہ کرام کے دور میں یہ خیال پھیل گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں خدا کو دیکھا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو بولیں ”جو شخص یہ روایت کرے وہ دروغ گو ہے“ اس کے بعد یہ آیت پڑھی،

الابصار وهو اللطيف الخبير،  
واللطيف اذ رخصه،

ادن کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ تمہو ست عورت، گھوڑے اور گھریں ہے، تو اداہون نے اس کا انکار کیا، اور یہ آیت پڑھی،

بما اصاب من مصيبة في الارض

ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان تزلزلوا،  
پہونجی ہیں وہ پہلے سے لکھی ہوئی ہیں،

غزوہ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مدفن پر

۱۔ یہ روایتیں بہ ترتیب عین الاصابہ یا المستدرکۃ السیۃ، ہاشیۃ علی الصغیر، صفحہ ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳ میں موجود ہیں، اخیر روایت کے علاوہ اور روایتیں نجاشی میں بھی ہیں،

کھڑے ہو کر فرمایا تھا،

هل وجدتم ما وعد ربكم حقا، خدا نے جو تم سے وعدہ کیا تم نے اس کو پایا  
ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ  
مردوں کو پکارتے ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا،

ما انتم يا سعم منهم ولكن لا تم ادن من زياده نهي سننہ، لیکن وہ جواب  
یجیبون، نہیں دیکھتے،

حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ روایت کی گئی تو انھوں نے کہا کہ آپ نے یہ  
نہیں بلکہ یہ ارشاد فرمایا تھا،

انهم يعلمون الآن ان ما كنت  
اقول لهم حق ہ وہ اس وقت یقینی طور پر جانتے ہیں کہ میں اون سے  
جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا،

اس کے بعد انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی،  
انك لا تسمع الموتى وما انت بمسمع  
اسے پیغمبر تو مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا اور

من في القبور، نہ ان کو قبر میں ہیں،  
مطلب یہ ہے کہ اس آیت کی رد سے کفار آپ کی آواز کو سن ہی نہیں سکتے تھے،

عام طور پر لوگ متعہ کی حرمت میں احادیث پیش کرتے ہیں، لیکن حضرت عائشہؓ  
سے جب اون کے ایک شاگرد نے جو از متعہ کی روایت کی نسبت پوچھا تو انھوں نے اسکا

لہ بخاری غزوہ بدر،

جواب حدیث سے نہیں دیا، بلکہ فرمایا "میرے تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے" پھر یہ آیت پڑھی،

وَالَّذِينَ لَفِ دَٰجِمًا مَّا مَلَكُوا إِلَّا  
عَلَىٰ أَذْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
فَالَّذِينَ لَفِ دَٰجِمًا مَّا مَلَكُوا إِلَّا  
عَلَىٰ أَذْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
جو لوگ کہ اپنی شریکا ہون کی حفاظت کرتے  
ہیں بجز اپنی بی بیوں یا لونڈیوں کے اور ان پر  
کوئی طاقت نہیں،

اسلئے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں ہے،

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ حرامی لڑکا تینوں میں (مان باپ  
بچہ) بدتر ہے حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا "صحیح نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک متعلق تھا  
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھلا کہا کرتا تھا، لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس کے علاوہ  
وہ ولد الزنا بھی ہے، آپ نے فرمایا کہ "وہ تینوں میں بدتر ہے" یعنی اپنے مان باپ سے زیادہ  
بڑا ہے یہ ایک خاص واقعہ تھا عام نہ تھا، خدا خود فرماتا ہے،

وَالَّذِينَ لَفِ دَٰجِمًا مَّا مَلَكُوا إِلَّا  
عَلَىٰ أَذْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا،

یعنی تصور تو مان کا ہے بچے کا کیا گناہ ہے جس کی بنا پر وہ ان سے برا قرار دیا جائے،

احادیث میں اور بھی متعدد مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جن روایات  
میں کسی قسم کا اشتباہ ہو سکتا تھا، صحابہ کرام نے ان پر تنقید کر کے اس مقدس فن کو اغلاط  
راوہام سے پاک کر دیا،

لے اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم، لے اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم،

طبقات اصحاب، اگرچہ محدث ابوزرہ کے قول کے مطابق صحابہ کی تعداد لاکھوں سے تجاوز  
 تھی، تاہم علامہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں جن صحابہ کا ذکر کیا ہے اور جن کی نسبت کچھ  
 کہ صحاح میں ان سے حدیثیں مروی ہیں ان کی تعداد صرف اکیسوپانچ ہے، لیکن تفحص تلاش  
 سے اس پر اور صحابہ کے ناموں کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے، چنانچہ مسند ابوداؤد و طیالسی جو دوسری  
 صدی کے اخیر میں تصنیف ہوئی ہے، اس میں تقریباً ۷۵۰ صحابہ سے روایتیں ہیں،  
 علامہ ذہبی کی رائے کے مطابق ان ایک سو پانچ صحابہ میں اٹھائیس صحابہ ایسے  
 ہیں جن کے نام سے علم حدیث کے اکثر صفحات مزین ہیں، لیکن ان اٹھائیس صحابہ میں عام  
 محدثین کی تصریح کے مطابق، صحابہ سب سے زیادہ کثیر الروایات ہیں، اور علم حدیث میں نصف سے  
 زیادہ صرف ان کی روایتیں ہیں اور چونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے کم از کم چالیس  
 حدیثیں بھی میری امت کو پہنچا دیں اس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا، اس لئے محدثین  
 نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جن کی روایتیں چالیس سے کم ہوں گی وہ قلیل الروایات شمار  
 کیے جائیں گے، اس بنا پر قلت و کثرت روایت کی حیثیت سے محدثین نے صحابہ کے چار  
 طبقے قرار دیئے ہیں،

(۱) پہلا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں،

(۲) دوسرا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں،

(۳) تیسرا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے زیادہ ہیں،

۱۵۔ یہ پورا کلمہ مولانا سید عیاض صاحب مدنی کے مضمون شائع شدہ انوار بابت اگست ۱۹۱۹ء سے جرت بحوث  
 منقول ہے،

(۴) چوتھا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں، لیکن چونکہ پانچ سو سے چالیس تک کے رواۃ زیادہ ہیں، اسلئے ہم نے اسکے دو حصے کر دیئے ہیں، سو سے پانچ سو تک ایک طبقہ اور چالیس سے سو تک دوسرا طبقہ، اس تفصیل کی رو سے ہم نے صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیئے ہیں،

(۱) وہ صحابہ جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں،

(۲) وہ صحابہ جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں مگر ہزار سے کم

(۳) وہ صحابہ جن کی روایتیں سو یا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو سے کم،

(۴) وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے زیادہ ہیں مگر سو سے کم

(۵) وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس سے کم ہیں،

عام محدثین اگرچہ پہلے طبقے میں صرف چھ صحابہ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت

عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ

اور حضرت انس بن مالکؓ کو داخل کرتے ہیں، لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے کثیر الروایہ

صحابہ میں آٹھ بزرگوں کا نام لیا ہے چنانچہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں،

صحابہ رضوان اللہ علیہم باعتبار کثرت و قلت روایت حدیث ہر چار طبقہ اندکترین کہ

کہ مرویات ایشان ہزار حدیث فصاعداً یا زیادہ، و متوسطین کہ مرویات ایشان پانصد حدیث

فصاعداً باشد، مثل الامویہی و برابر بن عازب و جبکہ مرویات ایشان پچھل حدیث باشند فصاعداً

سائے صد و چار صد، و حدیث شریف آمدہ است ہن حفظ علی ابی اربعین حدیثاً شریف الخلاء



ادکما قال وقلین کہ مرویات ایشان با چہل فی رسد، جمہور محدثین گفتہ اند کہ کثیر الروایت کہ کثرین  
از صحابہ ہست کس اند، ابو ہریرہؓ، عایشہؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ و عبد اللہ بن  
عمر بن العاصؓ و انسؓ و جابرؓ و ابوسعید خدریؓ (صفحہ ۲۱۴ مقصد دوم)

لیکن شاہ صاحب کا دعویٰ محدثین کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، چنانچہ علامہ ابن صلیح  
لکھتے ہیں،

عن محمد بن حنبل قال ستة من اصحابنا هم اكثر الروايات عن رسول الله صلى الله عليه وآله  
ابو هريرة وعمر بن الخطاب وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس وعائشة وجابر بن عبد الله  
ام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ چھ صحابہ کثیر الروایت ہیں  
اور انھوں نے طویل عمریں پائی ہیں، ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ،  
عائشہؓ، جابرؓ، ابن عباسؓ، انسؓ،  
علامہ عینی حضرت عائشہؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

وكانت واحدة الستة الذين هم اكثر الصحابة رواية  
حضرت عائشہؓ ان چھ صحابہ میں تھیں جو کثیر الروایت ہیں  
لیکن اصل یہ ہے کہ عام محدثین نے حضرت ابوسعید خدریؓ کا نام کثیر الروایت صحابہ کے  
ساتھ نہیں لیا، حالانکہ ان کی مرویات ایک ہزار سے زیادہ ہیں، شاہ صاحب حضرت  
عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو طبقہ اول میں داخل کرتے ہیں حالانکہ ان کی روایتوں  
کی تعداد صرف سات سو ہے، اسلئے کثیر الروایت صحابہ جن کا نام طبقہ اول میں لیا جاسکتا ہے  
سات ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ  
ابن عباسؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ،

۱۔ عمدۃ القاری جلد اول صفحہ ۱۴۵، ۲۔ خلاصۃ مذہب تہذیب کلام صفحہ ۱۴۵، ۳۔ خلاصۃ مذہب تہذیب لکمال صفحہ ۲۰۸

شاہ صاحب نے دوسرے طبقے میں حضرت براہ بن عازبؓ اور حضرت ابو موسیٰ شمریؓ کا نام لیا ہے، حالانکہ ان دونوں کی حدیثیں پانچ سو سے بہت کم ہیں اسلئے یہ لوگ دوسرے طبقے میں نہیں بلکہ تیسرے طبقے میں داخل ہیں،

مردیات صحابہ کی تعداد، ابہر حال قلت و کثرت روایت کی بنا پر صحابہ کے پانچ طبقے ہیں جن کے نام اور تعداد روایات کی تفصیل حسب ذیل ہے،

**طبقہ اوّل** یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں، اس طبقہ میں سات بزرگ ہیں،

نمبر	نام	تعداد احادیث مؤثرہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مؤثرہ
۱	حضرت ابو ہریرہؓ	۵۳۷۴	۵	حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ	۱۵۴۰
۲	حضرت عبد اللہ بن عباسؓ	۲۶۶۰	۶	حضرت انس بن مالک انصاریؓ	۱۲۸۶
۳	حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰	۷	حضرت ابو سعید خدریؓ	۱۱۷۰
۴	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ	۱۶۳۰			

**طبقہ دوم** یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زائد ہیں، اس طبقہ میں صرف چار صحابہ ہیں،

نمبر	نام	تعداد احادیث مؤثرہ	نمبر	نام	تعداد احادیث مؤثرہ
۱	حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ	۸۴۸	۳	حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ	۵۸۶
۲	حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ	۷۰۰		حضرت عمر بن الخطابؓ	۵۳۹

طبقہ سوم یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں سو یا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو تک کم ہیں  
اس طبقہ میں چھپیس صحابہ ہیں،

نمبر	نام	تعداد روایتیں	نمبر	نام	تعداد روایتیں
۱	ام المومنین حضرت ام سلمہؓ	۳۷۸	۱۴	حضرت عثمان بن عفانؓ	۱۴۶
۲	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۳۶۰	۱۵	حضرت جابر بن سمرہؓ	۱۴۶
۳	حضرت براء بن عازبؓ	۳۰۵	۱۶	حضرت ابو بکر صدیقؓ	۱۴۲
۴	حضرت ابو ذر غفاریؓ	۲۸۱	۱۷	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ	۱۳۶
۵	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۲۱۵	۱۸	حضرت ابو بکرؓ	۱۳۰
۶	حضرت سہل بن سعد نصاریؓ	۱۸۸	۱۹	حضرت عمران بن حصینؓ	۱۳۰
۷	حضرت عبادہ بن صامتؓ	۱۸۱	۲۰	حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ	۱۳۰
۸	حضرت ابو الدرداءؓ	۱۷۹	۲۱	حضرت ثوبانؓ مولیٰ النبیؐ	۱۲۷
۹	حضرت ابو قتادہ انصاریؓ	۱۷۰	۲۲	حضرت اسامہ بن زیدؓ	۱۲۸
۱۰	حضرت ابی بن کعبؓ	۱۶۴	۲۳	حضرت نعان بن بشیرؓ	۱۲۴
۱۱	حضرت بریدہ بن حبیبؓ	۱۶۴	۲۴	حضرت سمرہ بن جندبؓ	۱۲۳
۱۲	حضرت معاذ بن جبلؓ	۱۵۷	۲۵	حضرت ابو سعید و عقبہ بن عمرؓ	۱۰۲
۱۳	حضرت ابو ایوب انصاریؓ	۱۵۰	۲۶	حضرت جریر بن عبد اللہ الحنظلیؓ	۱۰۰

طبقہ چہارم یعنی وہ صحابہ جن کی تعداد روایت چالیس سے سو تک ہے، اس

طبقه پنجم صحابه کرام				
نمبر	نام	تعداد احادیث	نمبر	نام
۱	حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ	۹۵	۱۶	ام المؤمنین حضرت حفصہؓ
۲	حضرت زید بن ثابتؓ	۹۲	۱۷	حضرت جبریل بن مطعم قرشیؓ
۳	حضرت ابوطالب زید بن سہلؓ	۹۲	۱۸	حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ
۴	حضرت زید بن ارقمؓ	۹۰	۱۹	حضرت دائیہ بن اسقع کنانیؓ
۵	حضرت زید بن خالد الجہنیؓ	۸۱	۲۰	حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ
۶	حضرت کعب بن الکاظمیؓ	۸۰	۲۱	حضرت فضالہ بن عبد الصاریؓ
۷	حضرت رافع بن خدیجؓ	۷۸	۲۲	حضرت عمر بن عقبہؓ
۸	حضرت سلمہ بن اکوعؓ	۷۷	۲۳	حضرت کعب بن عمرو الصاریؓ
۹	حضرت ابورافع قطبیؓ	۷۸	۲۴	حضرت فضلہ بن عبید السامیؓ
۱۰	حضرت عوف بن مالک الشجعیؓ	۷۷	۲۵	ام المؤمنین حضرت یمنہؓ
۱۱	حضرت عدی بن ابی حاتم الطائیؓ	۷۶	۲۶	حضرت ام ہانیؓ
۱۲	حضرت عبد الرحمن بن ابی ادنیؓ	۷۵	۲۷	حضرت ابو جحیفہ بن حبیب سوادیؓ
۱۳	ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ	۷۵	۲۸	حضرت بلال بن رباح تمیمیؓ
۱۴	حضرت عمار بن یاسرؓ	۷۲	۲۹	حضرت عبداللہ بن مقفلؓ
۱۵	حضرت سلمان فارسیؓ	۷۲	۳۰	حضرت مقداد بن اسد کوفیؓ

نمبر	نام	تعداد احادیث	نمبر	نام	تعداد احادیث
۳۱	حضرت ام عطیہ انصاریہؓ	۴۱	۲۳	حضرت سلمہ بن خدیف انصاریؓ	۴۰
۳۲	حضرت حکیم بن خزام اسدیؓ	۴۰			
<p>طبقہ پنجم یعنی وہ صحابہ جن کی ردائیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں اس طبقہ میں چھپن صحابہ ہیں،</p>					
نمبر	نام	تعداد احادیث	نمبر	نام	تعداد احادیث
۱	حضرت زبیر بن عوامؓ	۳۸	۱۲	حضرت خالد بن ولیدؓ	۱۸
۲	حضرت فاطمہ بنت قیسؓ	۳۷	۱۳	حضرت عمر بن حریثؓ	۱۸
۳	حضرت خباب بن الارتؓ	۳۲	۱۴	حضرت خولہ بنت حکیمؓ	۱۵
۴	حضرت عیاض بن حمادیمؓ	۳۰	۱۵	حضرت ثابت بن ضحاکؓ	۱۷
۵	حضرت مالک بن بیعہ ساعدیؓ	۲۸	۱۶	حضرت معاویہ بن حکیمؓ	۱۳
۶	حضرت عبداللہ بن سلامؓ	۲۵	۱۷	حضرت عروہ بن ابی جعد الاسدیؓ	۱۳
۷	حضرت ام قیس بنت محضؓ	۲۴	۱۸	حضرت سیرہ بنت صفوانؓ	۱۱
۸	حضرت فضل بن عباسؓ	۲۵	۱۹	حضرت عروہ بن مضرؓ	۱۰
۹	حضرت عامر بن ربیعہؓ	۲۲	۲۰	حضرت جمع بن زیدؓ	۱۰
۱۰	حضرت ربیع بنت مویذؓ	۲۱	۲۱	حضرت سلمہ بن قیسؓ	۷
۱۱	حضرت اسید بن حضیر اشجلیؓ	۱۸	۲۲	حضرت قتادہ بن لقمانؓ	۷

نمبر	نام	تعداد احادیث	نمبر	نام	تعداد احادیث
۲۳	حضرت قیس بن عمار بن عمارؓ	۶	۳۲	حضرت زید بن عارثہؓ	۴
۲۴	حضرت عاصم بن عدیؓ	۶	۳۳	حضرت ثابت بن دلیہؓ	۲
۲۵	حضرت سلمہ بن نعیمؓ	۵	۳۴	حضرت کعب بن عیاضؓ	۲
۲۶	حضرت مالک بن صعصعہؓ	۵	۳۵	حضرت کلثوم بن حصینؓ	۲
۲۷	حضرت محجن بن ادرعؓ	۵	۳۶	حضرت دحیہؓ	۲
۲۸	حضرت سائب بن قلاحؓ	۵	۳۷	حضرت جدانہ بنت دہبؓ	۲
۲۹	حضرت خفانہ غفاریؓ	۵	۳۸	حضرت مالک بن یسارؓ	۱
۳۰	حضرت ذوفجر حبشیؓ	۵	۳۹	حضرت عبداللہ بن رموہؓ	۱
۳۱	حضرت مالک بن ہبیر کندیؓ	۴	۴۰	حضرت کلثوم بن علقمہؓ	۱

ان کے علاوہ جو صحابہ باقی رہ گئے ہیں چونکہ وہ صغار صحابہ ہیں اور ان کی روایت کتب حدیث میں اس قدر کم ہو کہ وہ شمار میں نہیں آئی ہیں، اس لئے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، مختلف طبقات میں ہم نے جن صحابہ کا نام لیا ہے ان کی مجموعی تعداد ایک سو پچیس ہے اور مسلمانوں کے پاس احادیث کا جو سرمایہ باقی ہے وہ انہی بزرگوں کا فیض ہے،



# علم فقہ

علم فقہ کی تدوین و ترتیب میں صحابہ کرام کے مساعی جمیلہ کا جو حصہ شامل ہوا اس کی تاریخ حسب ذیل عنوانات میں بیان کی جاسکتی ہے۔

- (۱) صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر علم فقہ کی تعلیم حاصل کی؟
- (۲) فقہاء صحابہ کے کس قدر طبقات قائم ہوئے؟
- (۳) انھوں نے تابعین کو کیونکر فقہ کی تعلیم دی؟ اور فقہ کے مسائل کیونکر مدون کیے؟
- (۴) انھوں نے اصول فقہ کے کس قدر مسائل ایجاد کیے؟
- (۵) صحابہ کرام کے اختلافی مسائل کا منشا کیا تھا؟

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد نبوت میں علم فقہ بلکہ کوئی علم مدون و مرتب نہ تھا کہ صحابہ کرام کیونکر فقہ کی تعلیم حاصل کی باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے، سوال و استفسار کے ذریعہ سے بے شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کئے جاسکتے تھے، لیکن صحابہ کرام کچھ تو خط ادب سے، اور کچھ اسلئے کہ خود قرآن مجید نے سوالات کرنے کی ممانعت کر دی تھی

آپ سے بہت کم مسائل دریافت کرتے تھے، مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف تیرہ مسائل دریافت کئے تھے جو کل کے کل قرآن مجید میں مذکور ہیں، اس بنا پر آپ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام آپ کے تمام اعمال مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا بغور مطالعہ کرتے تھے اور قرآن و امارت سے ان کے شروط و ارکان کو مباح، واجب اور منہج وغیرہ قرار دیتے تھے

صحابیات کو بے شبہ اس طریقہ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملتا تھا، اس کے ساتھ بہت سے مخصوص نسوانی مسائل عام طور پر بیان بھی نہیں کئے جاسکتے تھے اسلئے اون کو زیادہ تر آپ سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی اور اس طرح فقہ کے بہت سے مسائل واضح اور منہج ہو جاتے تھے، انصاریہ عورتیں اس باب میں خاص طور پر ممتاز تھیں چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کو اعتراف ہے،

ثم النساء، نساء الا انصار لم يكن يمنعهن  
النساء ان يتفقن في الدين  
انصاریہ عورتیں کس قدر اچھی ہیں کہ تفقہ فی الدین سے  
ان کو حیا باز نہیں رکھ سکتی تھی،

جو صحابہ مدینہ سے باہر رہتے تھے ان کو بھی ہر وقت اس کا موقع نہیں مل سکتا تھا اسلئے وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند روز قیام کرتے تھے اور فقہی تعلیم حاصل کر کے واپس جاتے تھے تو خود اپنی قوم کے معلم بن جاتے تھے، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت

مسند دارمی صفحہ ۲۰، بحوالہ اللہ الباقی مطبوعہ ۱۱۲ھ صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب تجاوب المسائل اختلاف من بعض من سکت فی موضع العلم



انہی بزرگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے،

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة  
 تم میں ہر قوم سے ایک گروہ کیون نہیں نکلتا ہر فرقہ میں  
 لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا  
 حاصل کرے اور جب اپنی قوم میں واپس جائے تو انکو  
 رجعوا الیہم لعلہم یحذرون  
 ڈرائے شاید وہ لوگ ڈر جائیں،

چنانچہ احادیث کی کتابوں میں اس قسم کی متعدد سفارتوں کا ذکر ہے جو قبائل عرب سے  
 آپ کی خدمت میں آئیں اور مذہبی تعلیم حاصل کر کے واپس گئیں وفد عبد القیس نے  
 خدمت مبارک میں آکر عرض کیا کہ ہم ایک طویل مسافت طے کر کے آئے ہیں، درمیان میں  
 کفار مضر حائل ہیں اسلئے اشہر حرم کے سوا حاضر خدمت نہیں ہو سکتے، ہم کو وہ احکام سکھائے  
 جائیں جن کی ہم اپنی قوم کو تعلیم دین آپ نے ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور  
 خمس کا حکم دیا اور چند ظروف شراب کے استعمال کی مانعت فرمائی اور کہا کہ اس کو  
 یاد کرو اور ملیٹ کر اپنی قوم کو بھی اس سے مستفید کرو،

قبیلہ بنو سعد کی طرف سے حضرت ضمام بن ثعلبہ آئے اور نماز اور روزہ  
 وغیرہ کے متعلق چند سوالات کر کے کہا کہ ”میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد بنکر آیا ہوں“  
 غرض کہ اس طرح اکثر صحابہ فقہ کے ضروری اور عملی مسائل سے واقف ہو گئے تھے،  
 طبقات فقہاء صحابہ، فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں،

(۱) مکثرین یعنی وہ صحابہ جن سے بکثرت مسائل منقول ہیں،

۱۔ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۸۸، ۲۔ بخاری کتاب العلم باب تحریف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا لایان رسولہ  
 ۳۔ بخاری کتاب العلم باب لقرآنہ والعرض علی المحدث،

(۲) نقلین یعنی وہ صحابہ جن سے بہت کم مسائل مروی ہیں،

(۳) متوسطین، یعنی وہ صحابہ جن ان دونوں طبقوں کے بین ہیں،

پہلے طبقے میں صرف سات بزرگ یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ داخل ہیں، علامہ ابن حزم کا بیان ہے کہ اگر ان بزرگوں کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ہر ایک کے فتاویٰ سے ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں چنانچہ ابو بکر محمد بن موسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے، دوسرے طبقے میں بکثرت صحابہ داخل ہیں اور ان سے صرف دو ایک مسائل منقول ہیں یہاں تک کہ ان سب کے مسائل کو ایک مختصر سے رسالے میں جمع کیا جاسکتا ہے،

متوسطین میں صرف تیرہ صحابی یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، اور حضرت معاذ بن جبلؓ شامل ہیں اور ان سب کے فتاویٰ کو علیحدہ علیحدہ مختصر رسالوں میں جمع کیا جاسکتا ہے،

صحابہ کرام نے تابعین کو بکثرت فقہ کی تعلیم دی، موجودہ فقہ کی بنیاد صرف چار صحابہ، یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور حضرت عبداللہ بن

عباس کے قنادی نے ڈالی،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نہ مین باقاعدہ فقہ کی تعلیم دیتے تھے اور ادن کے  
تلامذہ ان کے احکام و فتاویٰ کو لکھ لیا کرتے تھے چنانچہ علامہ ابن قیم اعلام المتوعین مین لکھتے ہیں،  
لم یکن احدہم اصحاب معرو فون حر و ا  
ابن مسعود کے سوا کسی صحابی کے تلامذہ نے ان کے  
فتاویٰ و مذاہبہ فی الفقہ غیر ابن مسعودؓ  
فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا،

ادن کے تلامذہ مین حضرت علقمہ نہایت نامور ہوئے، علقمہ کے انتقال کے بعد  
ادن کے شاگرد ابراہیم نخعی سند نشین ہوئے اور انھوں نے فقہ کو اس قدر ترقی دی کہ  
اون کے عہد مین فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا جس کے سب سے بڑے حافظ حادق تھے  
امام ابو حنیفہؒ نے انہی سے تعلیم پائی اسلئے فقہ حنفی کی بنیاد صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ  
کے قنادی و احکام پر قائم ہوئی چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ مین لکھتے ہیں،  
کان ابو حنیفہ راضی اللہ عنہ الزعمہ  
امام ابو حنیفہ ابراہیم اور ادن کے اقران کے  
بذہب ابراہیم و افسانہ لایحوازا  
مذہب کے سخت متبع تھے اور اس سے بہت کم  
الا ماشاء اللہ  
بٹتے تھے،

حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ مین رہتے تھے اور ادن کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا  
اور اولن کے تمام تلامذہ مین حضرت سعید بن مسیب، عطاء بن یسار، عروہ، اور قاسم وغیرہ  
نہایت ممتاز تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی مدینہ ہی مین مقیم تھے اور ادن کی روایتوں کے

سب سے بڑے جامع حضرت نافع تھے، امام مالک نے انہی دو ذون بزرگوں کے تلامذہ یعنی نافع، سعید بن مسیب، عروہ اور قاسم سے تعلیم حاصل کی تھی، اسلئے انھوں نے انہی کے مذہب پر اپنی فقہ کا سنگ بنیاد رکھا، چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں،

ولذلك نوى مالك ان يلائم مجتہد<sup>۱</sup> اسلئے مالک اہل مدینہ کی روش کو لازم کرتے ہیں،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ نے مکہ کو دارالعلوم بنایا تھا، چنانچہ جب فقہ کی تدوین و ترقیب کی ابتدا ہوئی تو سب سے پہلے انہی مقامات میں کتابیں لکھی گئیں،

امام مالک اور عبدالرحمان بن ابی ذئب نے مدینہ میں، ابن حرج اور ابن عیینہ نے مکہ میں، امام ثوری نے کوفہ میں اور زبیع ابن صبیح نے بصرہ میں کتابیں لکھیں، جن میں امام مالک کی کتابوں کو نہایت قبول عام حاصل ہوا،

مذہبیں مسائل، جن مسائل کے متعلق مصرح حدیثیں موجود تھیں اور اذن میں باہم کوئی تعارض نہ تھا اذن کی بنا پر فتویٰ دینا نہایت آسان کام تھا اور اس فرض کو بہت سے صحابہ انجام دیتے تھے، لیکن جن مسائل کے متعلق سرے سے حدیث ہی موجود نہیں تھی،

(۱) اذن کی تدوین کا پہلا طریقہ استنباط و اجتہاد تھا اور اس باب میں صرف حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ خاص طور پر ممتاز تھے، چنانچہ شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ میں لکھتے ہیں،

واما غیرہو لاء الامر بعتہ فکانوا یرون دلالتہ وکن ان چاروں کے سوا اور صحابہ مطلب سمجھتے تھے، لیکن ان شرط

لے الیہ یاج الذہب مذکورہ امام مالک اسلئے حجۃ اللہ الباقیہ صفحہ ۱۱۶، حجۃ اللہ الباقیہ صفحہ ۱۱۶، حجۃ اللہ الباقیہ صفحہ ۱۱۶

ماکانوا معززون الركن والشرط من الاداب  
 والسنن ولم يكن لهم قول عند تعارض الا  
 اخبار وتقابل الدلائل الا قليلا كما بن  
 عمرو عاشر وذيد بن ثابت  
 آداب و سنن بن متيار نہیں کرتے تھے اور جن رایتوں  
 میں تعارض ہوتا تھا ادلائل تضاد قائم ہوتے تھے  
 ان میں بہت کم دخل دیتے تھے مثلاً ابن عمر، عائشہ  
 اور زید بن ثابت،

(۲) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جو سائل پیش آتے تھے ان کے متعلق غور و فکر کرتے رہتے تھے  
 یہاں تک کہ وہ حل ہو جاتا تھا،

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا جس پر وہ  
 غور و فکر کرتے رہے جب کتاب و سنت سے ہدایت نہیں ملی تو خود اپنی رائے قائم  
 کی، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا تو بے حد مسرور  
 ہوئے، حضرت عمرؓ ایک ایک مسئلہ کے متعلق مختلف رائے قائم کرتے تھے، ان کو  
 بطور یادداشت کے لکھ لیا کرتے تھے اور ان میں محموداثبات کرتے رہتے تھے، چنانچہ  
 یہو بھی کے متعلق ایک یادداشت لکھی تھی جس کو اخیر میں مٹا دیا،

(۳) بہت سے سائل تمام صحابہ کے مشورے سے طے کئے جاتے تھے اور ان پر گویا  
 تمام صحابہ کا اجماع ہو جاتا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اس طریقہ کی ابتداء کی اور حضرت  
 عمرؓ نے اس سے بکثرت کام لیا، شاہ صاحب لکھتے ہیں،

کان من سيرة عمرانه كان يشاور الصحابة  
 حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ تھا کہ صحابہ سے سائل فقہیہ کے  
 ويناظرونهم حتى تنكشف الغمة ويأتيهم التليق فصار  
 متعلق مشورہ و مناظرہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے

غالب قضایا وقتاً و احوالاً مبتغی فی مشارق  
الارض و مغاربہا،  
دل میں یقین و اطمینان کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی یہی  
وجہ ہو کہ نام دنیا میں اون کے فتاوے کی پیر دی گئی

صحابہ نے اصول فقہ کے کس قدر مسائل بیان کیے،  
صحابہ کرام نے اگرچہ استنباط مسائل کے لیے اصول  
و قواعد منضبط نہیں کیے تھے تاہم ان کے فتوے کلام سے اصول فقہ کے بہت سے قواعد معلوم  
ہو سکتے ہیں مثلاً فقہاء نے ایک اصول یہ قائم کیا ہے العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص بسبب  
یعنی احکام کے استنباط میں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ شارع کے الفاظ عام ہیں یا خاص  
اس سے بحث نہیں کہ حکم عام ہے یا خاص، مثلاً قرآن مجید کی یہ آیت "اذ اقوی العزیز ان  
فاستعوالہ والفتوا" اگرچہ بالتحقیص خطبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن الفاظ میں  
خطبہ کی تخصیص نہیں ہو بلکہ عام حکم ہے کہ قرآن کو خاموشی کے ساتھ سنا چاہیے اس سے  
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر امام قرأت فاتحہ کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے، صحابہ کرام میں  
حضرت ابوذر غفاریؓ اسی اصول کے قائل تھے، چنانچہ قرآن کی اس آیت

والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا  
ینفقوها فی سبیل اللہ فیشرہم بعداب الیم  
جو لوگ چاندی سونا جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی  
راہ میں صرف نہیں کرتے اور نہ کو دردناک عذاب کی بات

کے متعلق حضرت امیر معاویہؓ کا خیال تھا کہ یہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے  
اور سونا چاندی کے جمع کرنے پر عذاب انہی کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن حضرت ابوذر  
غفاریؓ کو اصرار تھا کہ انھا کفینا و فیہم (وہ ہمارے اور اداون کے دونوں کے

لہ بخاری کتاب التفسیر باب قولہ والذین یمزون الذہب اگر وہ شانِ قول ہی کھام سمجھتے ہو گئے تو یہ مثال صحیح نہ ہوگی۔

بارے میں ہر ایک وجہ ہے کہ ان کے نزدیک روپیہ پیسہ کا جمع کرنا ناجائز تھا،  
 فقہار کا ایک اصول مفہوم خالف ہو مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ صرف نمازی لوگ  
 جنت میں داخل ہونگے تو گو اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بے نمازی لوگ جنت میں  
 داخل نہ ہوں گے، لیکن خواہ مخواہ اس کے مخالف جو نتیجہ نکلیگا وہ یہ ہوگا صحابہ نے  
 بعض موقعوں پر اس اصول سے کام لیا، ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
 صحابی سے فرمایا کہ جن لوگوں نے کسی کو خدا کا شریک بنایا وہ مرنے کے بعد درج میں  
 جائینگے انھوں نے جب یہ روایت بیان کی تو فرمایا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے  
 لیکن میں کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے کسی کو خدا کا شریک نہیں بنایا وہ جنت میں داخل  
 ہوں گے،

فقہار کا ایک اصول یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہی یعنی اصولاً تمام چیزیں  
 مباح ہیں، البتہ جب شائع ان کو حرام کر دیتا ہے تو حرام ہو جاتی ہیں، اسلئے جب تک  
 تحریم کا کوئی سبب نہ ہو ہر چیز کو استعمال کیا جاسکتا ہے،

ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک تالاب کے پاس اترے حضرت عمرو بن العاصؓ  
 بھی ہم سفر تھے اوٹھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس میں درندے تو پانی نہیں پیتے؟  
 حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ نہ بتانا، اس سے ثابت ہوا کہ جب حرمت کی کوئی ظاہری  
 وجہ موجود نہ ہو تو اباحت اشیاء کے لحاظ سے ہر چیز سے بے تکلف فائدہ اٹھایا جاسکتا

۱۔ بخاری کتاب التفسیر باب قوله من الناس من يتخذ من دون الله انداداً، ۲۔ موطا امام مالک،

فقہاء نے ایک اصول یہ قائم کیا ہے کہ حدود شرعیہ شبہات سے زائل ہو جاتی ہیں مثلاً بیٹا اگر باپ کی کوئی چیز چرائے تو اس شبہہ کی بنا پر کہ وہ باپ کے مال میں اپنا حق سمجھتا تھا اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا صحابہ کرام نے بعض موقعوں پر اس اصول سے کام لیا،

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں استغاثہ کیا کہ میرے غلام نے میری بیوی کا آمینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم تھی فرمایا کہ ”تمہارا غلام تھا اور تمہاری ہی چیز چرائی اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا“

اصول فقہ میں سب سے اہم چیز قیاس ہے اور درحقیقت موجودہ فقہ کی تمام تر بنیاد قیاس ہی پر قائم ہے، تاہم حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک مسائل فقہ میں صرف قرآن، حدیث، اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب تمدن کی وسعت نے گونا گون مسائل پیدا کر دیے اور قرآن و حدیث کی نصریات ان جزئیات کے لیے کافی نہ ہوئیں تو قیاس کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے تفصیلات کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ تصریح قیاس سے کام لینے کی ہدایت کی،

الفہم الفہم فیما یختل فی صدرک صالمہ جو مسائل تم کو قرآن و حدیث میں نہ ملیں اور ان کی نسبت تعین خلیان ہو تو پہلے ادھر غور کرو پھر ادھر کے

یبلغک فی کتاب والنسب واعراف الامثال

لے موطا امام مالک،



والاشباہ لا یم فی الامور عند الک  
 مشابہ واقعات کو جمع کر کے اور قیاس کر دے  
 فقہاء نے قیاس کے لیے دو شرطیں لگائی ہیں، ایک یہ کہ حکم قرآن و حدیث  
 میں منصوص نہ ہو دوسرے یہ کہ مقیس و مقیس علیہ میں کوئی غلط مشترک ہو حضرت  
 عمرؓ کے فرمان میں یہ دو شرطیں موجود ہیں پہلی شرط کے متعلق صاف تصریح ہے،  
 (مسالم یبلغ فی الکتاب والسنۃ) اور دوسری شرط ان الفاظ سے ظاہر ہوتی  
 ہے (واعرف الامثال والاشباہ)

صحابہ کرام کے اختلاف فی مسائل کا منشا کیا تھا؟ | عہد نبوت کے بعد جب تمام صحابہ ممالک مفتوحہ میں پھیلے  
 تو ان کے سامنے نہایت کثرت سے نئے نئے مسائل اور نئے نئے واقعات آئے، اسلئے  
 ان بزرگوں کو جو کچھ حدیثین یا دھنیں یا جو کچھ قرآن و حدیث سے مستنبط ہو سکتا تھا ان کے  
 مطابق ان کا جواب دیا، لیکن جن مسائل کے متعلق ان کا خزانہ معلومات، احادیث و  
 روایات سے خالی تھا، ان کے متعلق صحابہ کرام کے درمیان اختلافات کے  
 مختلف اسباب پیدا ہو گئے مثلاً

(۱) ایک صحابی نے کسی مسئلہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سنا تھا، لیکن  
 دوسرے صحابی کو اس کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، اسلئے انھوں نے اپنے اجتہاد  
 سے کام لیا جس کی مختلف صورتیں پیدا ہو گئیں، ایک یہ کہ یہ اجتہاد بالکل حدیث کے  
 مطابق واقع ہوا، مثلاً ایک عورت کا شوہر تعین نہ ہو گیا، حضرت عبداللہ  
 بن مسعودؓ سے اس کے متعلق استفتاء کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے متعلق مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم نہیں ہے، لوگوں نے بہت اصرار کیا تو اس کو ہر مثل اور میراث دلویا، اور عدت گزارنے کا حکم دیا، متقل بن یسار نے اس جواب کے بعد شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک عورت کے متعلق اس صورت میں یہی فتویٰ دیا تھا، جس سے حضرت عبداللہ ابن مسعود نہایت مسرور ہوئے، دوسری صورت یہ کہ دو صحابیوں میں اختلاف ہوا اس کے بعد ایک حدیث نکل آئی جس سے ایک صحابی کو اپنے اجتہاد سے رجوع کرنا پڑا، مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک جو شخص رمضان میں صبح تک حالت جنابت میں رہے اس کا روزہ صحیح نہیں ہو سکتا، لیکن بعض ازواج مطہرات کے ذریعہ سے اون کو اس کے خلاف روایت مل گئی تو اونھوں نے اس مذہب سے رجوع کیا، تیسری صورت یہ کہ حدیث تو ملی لیکن اونھوں نے اپنی رائے سے رجوع نہیں کیا، بلکہ خود حدیث کو ناقابل عمل قرار دیا،

مثلاً ایک بار حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے شہادت دی کہ ادن کے شوہر نے اونکو تین طلاق دی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اوس ادن کو نفقہ دلویا، اور نہ اوس کے مکان میں رہنے کی اجازت دی، لیکن حضرت عمرؓ نے اس شہادت کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ ایک عورت کے کہنے سے میں کتاب اللہ کو نہیں چھوڑ سکتا، چوتھی صورت یہ کہ ایک صحابی کو سرے سے حدیث ہی نہیں معلوم ہوئی، مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے وقت عورتوں کو بال کھولنے کا حکم دیتے تھے، لیکن حضرت عائشہؓ کو یہ معلوم ہوا تو اونھوں نے فرمایا کہ ابن عمر عورتوں کو سر منڈوانے ہی کا حکم کیوں نہیں دیدیتے، میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ نہاتی تھی، اور مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کڑا پڑتا تھا کہ تین بار سر پر پانی ڈال لوں،

(۲) یا مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا صحابہ کرام نے اسکو دیکھا تو بعض نے اس کو عبادت پر اور بعض نے اباحت پر محمول کیا، مثلاً زمانہ حج میں نزول تحصیب کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال ہے کہ وہ سنن حج میں سے ہے، اور حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک یہ محض ایک اتفاقی واقعہ تھا،

(۳) یا مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو مختلف صحابہ نے دیکھا اور وہم وطن کی بنا پر سب نے اس کی مختلف حیثیتیں قائم کر لیں مثلاً حجۃ الوداع کے متعلق صحابہ نے مختلف رائیں قائم کی ہیں، بعض کے نزدیک آپ متنع تھے، بعض کے نزدیک قارن تھے اور بعض کے نزدیک مفرد تھے، چنانچہ جس طرح یہ وہم پیدا ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کی تشریح کی ہے،

(۴) سہو و نسیان کی بنا پر بھی بعض اختلافات پیدا ہوئے، مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ نے اسکو سہو و نسیان کا نتیجہ قرار دیا،

(۵) بعض اختلافات روایت کے تمام جزئیات کے محفوظ رکھنے سے پیدا ہوئے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ یا خود حضرت عمرؓ نے یہ روایت کی کہ ”میت پر اس کے

اہل و عیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ نے اس روایت کو سنا تو فرمایا کہ انھوں نے حدیث کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھا، واقعہ یہ ہے کہ ایک یہودیہ مر گئی تھی اور اوس کے اہل و عیال اوپر نوحہ کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو فرمایا کہ یہ لوگ اوس پر رو رہے ہیں، اور اوس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے غلطی سے رونے کو عذاب کی علت قرار دیا اور اس کی بنا پر ہر میت کے لیے اس حکم کو عام کر دیا، حالانکہ یہ دو الگ الگ واقعات تھے اور ان میں باہم علت و معلول کا تعلق نہ تھا،

(۶) اختلاف کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ صحابہ میں کسی حکم کی علت میں اختلاف پیدا ہوا، اس لئے اوسکے نتائج بھی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئے، مثلاً احادیث میں جنازے کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم آیا ہے جس کے مختلف اسباب بتائے جاتے ہیں، بعض صحابہ کے نزدیک اس کی علت تعظیم ملائکہ ہے، اور اس صورت میں سلمان اور کافرون کے جنازے کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیئے، کیونکہ فرشتے دونوں کے ساتھ ہوتے ہیں، بعض کے نزدیک فوت موت اس کا سبب ہے، اور اس صورت میں بھی یہ حکم کافر اور مومن دونوں کیلئے عام ہے، لیکن ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا، تو آپ نے یہ پسند نہیں کیا کہ وہ آپ کے سر کے اوپر سے گذر جائے اسلئے کھڑے ہو گئے، اور اس صورت میں یہ حکم صرف کافر کے لئے مخصوص ہے،

(۷) اختلاف کا ایک سبب الجمع بین المتکلفین ہے، یعنی یہ کہ ایک چیز کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو متضاد حکم موجود ہیں، صحابہ کرام نے ان دونوں میں تطبیق دی تو باہم اختلاف

پیدا ہو گیا، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے غزوہ خیبر میں متعہ کی اجازت دی، پھر غزوہ  
 اوطاس میں اس کا حکم دیا، اس کے بعد اس کی مانعت کر دی، آپ کے اس طرز عمل  
 کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا خیال یہ کہ متعہ کا اصل حکم اب تک باقی ہے، اجازت  
 اور مانعت دونوں ضرورت کی بنا پر تھیں، اور بوقت ضرورت ان دونوں پر عمل کیا  
 جاسکتا ہے، لیکن عام صحابہ کا فتویٰ یہ ہے کہ متعہ کی اجازت محض ضرورت تھی، لیکن مانعت  
 نے اس کو ہمیشہ کے لیے منسوخ کر دیا،



## علم اسرار الدین

صحابہ کرام کا زمانہ اگر چہ عقلی ترقی کا زمانہ نہ تھا، تاہم وہ اتنا جانتے تھے کہ شریعت کے احکام و اوامر مصلح عقلی پر مبنی ہیں، اس بنا پر اون کو حیب کوئی بات خلاف عقل نظر آتی تھی تو اس کے متعلق فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کر کے اپنی تفسیح کر لیتے تھے ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بی بی کے ساتھ مباشرت کرنا ثواب کا کام ہے۔“ اس پر صحابہ نے تعجب سے پوچھا کہ اس میں کون سی ثواب کی بات ہو؟ ارشاد ہوا کہ ”اگر کوئی شخص کسی دوسری عورت سے ملوث ہوتا تو کیا گنہگار نہ ہوتا؟“

ایک بار آپ نے فرمایا کہ ”جب دو مسلمان باہم لڑتے ہیں، تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں۔“ اس پر ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو ظاہر ہے لیکن مقتول کیون جہنمی ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ ”وہ اپنے بھائی کے قتل کا آرزو مند تھا،“ قرآن مجید میں نصر نامہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہو،

لیس علیکم جناح ان تقصروا من  
اگر تم کفار کی فتنہ انگیزی کے خون سے نصر نامہ

سہ ابرہہ و کتاب الصلوٰۃ یا صلوة الضعیف، سہ بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ،

الصلوة ان یفتنکم الذین کفروا،  
 کرد تو کوئی بھجے کی بات نہیں،

لیکن ظاہر ہے کہ یہ شخص مشروط بہ فتنہ ہے، ہر سفر پر اس آیت کا انطباق نہیں ہو سکتا  
 چنانچہ عرب میں امن و امان کے قائم ہونے پر بھی یہ حکم باقی رہا تو حضرت عمرؓ کو اس پر  
 استعجاب ہوا اور انھوں نے آپ سے اسکی وجہ دریافت فرمائی، ارشاد ہوا کہ یہ خدا کا  
 صدقہ ہے اور اس کے صدقے کو قبول کرو۔

صحابہ کرام کے انہی استفسارات و سوالات نے درحقیقت علم اسرار الدین  
 کی بنیاد ڈالی اور اخیر زمانے میں امام غزالی، خطابی اور ابن عبدالسلام وغیرہ اور  
 سب سے اخیر میں شاہ ولی اللہ صاحب نے اس پر ایک عظیم الشان عمارت قائم کر دی  
 چنانچہ خود شاہ صاحب لکھتے ہیں،

بعد ما مہد النبی صلعم اصولہ و فروع	رسول اللہ صلعم نے اس فن کے اصول و فروع
ترفعہ و اتقی اثرہ فقہاء الصحابة	مرتب کیے اور فقہاء و صحابہ مثلاً امیر المومنین عمرؓ
کا میرزا المومنین عمر و علی و	علیؓ، زید بن ثابتؓ، ابن عباسؓ اور عائشہؓ نے
کنید و ابن عباس و عالیستر و غیرہم	اوس کا اتباع کیا، اوس سے بحث کی، اور اوس کے
بجٹوا عنہ و ابزدوا و جھامنہ	دجہ بیان کیے،

شاہ صاحب نے بالتفصیل جن صحابہ کا نام لیا ہے انھوں نے احکام شرعیہ کے  
 جو علل و اسباب بیان کیے ہیں وہ کتب احادیث میں یہ تفصیل مذکور نہیں، مثلاً آپ

لے ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ المسافر علیہ حجۃ اللہ بالغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۶،

صلح حدیبیہ کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے، تو صحابہ کرام کو طواف کی حالت میں دوڑ کر اور اکڑ کر چلنے کا حکم دیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مدینہ میں ایک وبائی بخار پھیلا ہوا تھا، جس میں اکثر صحابہ مبتلا تھے، طواف میں ضعف کا اثر محسوس ہوتا تھا، تو کفار شہادت کرتے تھے کہ مدینہ کے بخار نے ان کو چور کر دیا، اس بنا پر آپ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ ضعف کا اثر محسوس نہونے پائے لیکن ظاہر ہے کہ یہ حکم محض ایک وقتی سبب کی بنا پر دیا گیا تھا اور جب وہ زائل ہو گیا تو اس حکم کو بھی بدل جانا چاہیے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس خیال کو یہ کہہ کر ظاہر کر دیا کہ اب اسلام کو قوت حاصل ہو گئی اور کفار فنا ہو گئے، تاہم چونکہ یہ عہد نبوت کی یادگار ہے، اس لئے ہم اس کو قائم رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تک پھل کی حالت قابل اطمینان نہ ہو جائے اس کو فروخت نہیں کرنا چاہیے، حضرت زید بن ثابتؓ نے اس حکم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگ عہد رسالت میں پھلوں کو فروخت کر ڈالتے تھے، لیکن جب انفل کا زمانہ آتا تھا اور بائع قیمت کا تقاضا کرتا تھا تو مشتری حیلے حوالے کرتا تھا کہ پھل کو فلان فلان روگ لگ گئے، اس طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت مقدمات آنے لگے تو آپ نے یہ حکم دیا،

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ غسل جمعہ واجب ہے

طہ ابرود کتاب المناکب باب فی الرمل، بخاری کتاب البیوع باب بیع الثمار قبل ان یدب و صلا جہا،



یا نہیں؛ بولے نہیں، غسل جمعہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ابتدا میں تمام صحابہ نہایت مفلس تھے، کسبل پہنتے تھے، اپنی پیٹھ پر بوجھ لا کر چلتے تھے، مسجد نہایت تنگ تھی، ایک دن پتے ہوئے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے لیے تشریف لائے، لوگ پسینے میں شرابور تھے اور اوس کی بولے ہر شخص کو تکلیف محسوس ہو رہی تھی، اسلئے آپ نے حکم دیا کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور خوشبو لگا کر آؤ، لیکن اب خدا کے فضل سے یہ حالت بدل گئی ہے، اب لوگ بال کے کپڑے نہیں پہنتے، محنت مزدوری نہیں کرتے مسجد وسیع ہو گئی ہے، اور پسینہ کی بو پھیل کر لوگوں کو اذیت نہیں دیتی، اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم کا وجود و عدم، علت کے وجود و عدم پر مبنی ہوتا ہے اور اب چونکہ غسل جمعہ کی علت موجود نہیں ہے اسلئے وہ واجب بھی نہیں ہے،

لیکن ان بزرگوں میں حضرت عائشہؓ نے سب سے زیادہ ان اسرار کی پردہ درسی کی ہے، اور کثرت مسائل کے علل و اسباب بیان کیے ہیں مثلاً عہد نبوت میں عورتوں کی اخلاقی حالت چونکہ قابل اعتماد تھی اسلئے اون کو حضور صلاۃ اور شرکت جماعت کی اجازت تھی، لیکن جب اخیر زمانے میں عورتوں کے نظام اخلاق میں انحطاط پیدا ہو گیا، تو حضرت عائشہؓ نے صاف صاف کہہ دیا،

لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما  
احدث النساء لمنعهن المساجد  
عورتوں نے اپنی حالت میں جو تغیرات پیدا کر لئے ہیں  
اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو اون کو مسجد میں آنے سے

سلہ ابوداؤد کتاب الطہارۃ بابا ۱۲۸۲ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، سلہ ماخوذ از سیرت عائشہؓ،

کما منعہ لسماع بنی اسرائیل، روک دیتے، جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتیں روک دیتی تھیں،

قرآن مجید کی کلی اور مدنی سورتوں میں متعدد فروق و امتیازات ہیں، مثلاً جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں ادن میں زیادہ تر عقاید اور وقایع اخروی کا ذکر ہے اور مدنی سورتوں میں بتدریج اوامر و نواہی کا مطالبہ کیا گیا ہے، کیونکہ اسلام ایک جاہل قوم میں آیا، اسلئے اس کو پہلے خطیبانہ اور واعظانہ طریقہ سے جنت اور دوزخ کا حال سنایا گیا، جب اس سے لوگ متاثر ہو چکے تو اسلام کے احکام قوانین اور اوامر و نواہی نازل ہوئے، اگر زنا و شرب خمر وغیرہ سے اجتناب کا پہلے ہی دن مطالبہ کیا جاتا تو دفعۃً کون اس ناموس آواز کو سنتا؟ اس قسم کے امتیازات و فروق کے دریافت کرنے پر یورپ کے علمائے متشہر قین کو بڑا ناز ہے، لیکن حضرت عائشہؓ نے پہلے ہی دن اس راز کو فاش کر دیا تھا صحیح بخاری میں ادن سے مروی ہے،

انما نزل اول ما نزل منه سورة	قرآن کی سب سے پہلی سورت جو نازل ہوئی وہ
من المفصل فيها ذكر الجنة والنار	مفصل کی سورت ہو، جس میں جنت و دوزخ کا ذکر
حتى اذا تاب الناس الى الاسلام	ہو، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہو گئے
ثم نزل الحرام والحلال وذنل	تو پھر حلال و حرام اور اگر پہلے یہ اوترا تاکہ شراب
اول شئ لا تشربوا الخمر لعل لا تدينوا الخمر ابدا	مت پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہ پھوڑیں گے
ولو نزل لا تزنوا لعل لا تدينوا الزنا ابدا	اور اگر یہ اوترا تاکہ زنا نہ کرو تو کہتے کہ ہم ہرگز زنا

سلہ ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد،

لقد نزل بکۃ وانا جادۃ العبد الی ساعۃ  
 نہ چھوڑیں گے، مگر میں جب میں کھیلتی تھی تو یہ اور  
 موعدهم والساعۃ اذ هی فامروہما نزلت  
 کہ ادن کے وعدہ کا دن قیامت ہی، اور قیامت نہایت  
 سورۃ البقرۃ والنساء الا و ان  
 سخت اور نہایت تلخ چیز ہو، سورہ بقرہ اور سورہ  
 عند لا لباب تالیف القان  
 نسا جب اور میں تو میں آپ کی خدمت میں تھی،

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ کے قبائل باہم خانہ جنگیوں میں مصروف تھے جن میں  
 ادن کے اکثر ارباب ادعا جو اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے ہر نئی تحریک کی کامیابی میں  
 رکاوٹ پیدا کرتے ہیں قتل ہو گئے، انصار ان لڑائیوں سے اس قدر چور ہو گئے تھے  
 کہ اسلام آیا تو سب نے اس کو اپنے لیے رحمت سمجھا، چونکہ ارباب ادعا کا طبقہ مفقود  
 ہو چکا تھا، اسلئے ادن کی راہ میں کسی نے موانع نہیں پیدا کیے، اس طریقہ سے خدا  
 پاک نے ہجرت سے پہلے مدینہ میں اسلام کی ترقی کے راستے صاف کر دیئے تھے، یورپ  
 کے فلسفہ تاریخ نے آج اس نکتہ کو حل کیا ہے، لیکن حضرت عائشہؓ نے ادن سے پہلے  
 ہم کو بتا دیا تھا،

کان یوم لبعثت یوما قد مرہ اللہ لرسولہ  
 جنگ بعثت وہ واقعہ تھا جس کو خدا نے اپنے رسول  
 صلعم فقد م رسول اللہ صلعم وقد  
 کے لیے پہلے ہی سے پیدا کر دیا تھا، رسول اللہ صلعم  
 افترق ملوہم وقتت سر واتھم  
 مدینہ میں آئے تو انصار کی جمیعت منتشر ہو گئی  
 وجرحو فقد مرہ اللہ لرسولہ  
 شہی اور ادن کے سردار اسے جا چکے تھے، اسلئے خدا نے  
 فی د خولہم لا سلام  
 اپنے رسول کے لیے ادن کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے

الی الجاہلیۃ)

واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا،

جن نمازوں میں چار رکعتیں ہوتی ہیں، قصر کی حالت میں اون کی صرف دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار میں سے دو سہولت کی خاطر ماقطاً کر دی گئی ہیں، لیکن حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بتاتی ہیں،

فرضت الصلوۃ رکعتین ثم هاجرا لنبی صلم فف صنت ادباً وترك صلوۃ  
لکہ میں دو رکعتیں نماز فرض تھیں جب آپ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئیں اور سفر کی نماز اپنی قدیم  
الصف علی الاول، (بخاری باب ہجرت) حالت پر چھوڑ دی گئی،

عبادت کا تو خدا نے ہر وقت حکم دیا ہے لیکن احادیث میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہیں، اسلئے بظاہر اس مانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، لیکن حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہیں،

ومع عمر انما نھی رسول اللہ صلم عن الصلوۃ ان یتحری طلوع الشمس وغروبھا، (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)  
عمر کو وہم ہوا، آپ نے صرت اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے، کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تک کر نماز نہ پڑھے،

یعنی آفتاب پرستی کا شبہ نہ ہو، آفتاب پرستوں کے ساتھ وقت عبادت میں تشابہ نہ ہو احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلم بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے، اس بنا پر لوگ بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں، ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے

دریافت کیا کہ کیا آپ بشکر نماز پڑھتے تھے؟ جواب دیا،

حین حطمہ الناس یہ اوس وقت تھا جب لوگوں نے آپ کو ٹوڑ دیا

(ابوداؤد اب صلاۃ القاعد) یعنی آپ کمزور ہو گئے،

ابوداؤد اور مسلم میں اوں سے اس قسم کی اور روایتیں بھی مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبرسنی اور ضعف کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، ہجرت کے بعد جب نماز دن میں دو رکعت کے بجائے چار رکعتیں ہو گئیں تو مغرب میں یہ اضافہ کیوں نہیں کیا گیا، حضرت عائشہؓ اس کا یہ جواب دینی ہیں،

فانھا وئسرا لہما، مغرب میں اضافہ نہوا کیونکہ وہ دن کی

(مسند جلد ۶ صفحہ ۲۴۱) وتر ہے،

یعنی جس طرح رات کی نمازوں میں تین رکعتیں وتر کی ہیں، اسی طرح دن کی نمازوں میں وتر کی یہ تین رکعتیں ہیں،

نماز فجر میں تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے اسلئے اس میں رکعتیں اور زیادہ ہونی چاہئیں، لیکن اور نمازوں سے کم ہیں، حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہیں

وصلوۃ الفجر طول قراۃہما، نماز فجر میں رکعات کا اضافہ اسلئے نہیں ہوا کہ دونوں

(مسند جلد ۶ صفحہ ۲۴۱) رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں،

یعنی رکعتوں کی لمبی کو طول قرأت نے پورا کر دیا،

اہل جاہلیت عاشوراکا روزہ رکھتے تھے، اور وہ فضیت صوم سے پہلے اسلام میں بھی

راجب رہا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اسی قسم کی روایت احادیث میں مذکور ہے، لیکن وہ یہ نہیں بیان کرتے کہ جائزیت میں اس دن کیوں روزہ رکھا جاتا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ اس کا سبب یہ بیان فرماتی ہیں،

قالوا يصومون يوم عاشوراء  
قال ان يوم رمضان وكان يوم  
الربيع من رمضان في ذفرته من قبله عاشوراء  
كذلك كان يوم رمضان في ذفرته من قبله عاشوراء  
تسوية الكعبة (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۲۲) غلات چڑایا جاتا تھا

باوجودیکہ آپ ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے، لیکن رمضان کے پورے مہینے میں آپ نے تراویح نہیں پڑھی، حضرت عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہیں کہ پہلے دن اپنے مسجد میں نماز تراویح ادا فرمائی، تو کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے، دوسرے دن اور زیادہ جمع ہوا، تیسرے دن اور بھی لوگ جمع ہوئے، چوتھے دن اتنا جمع ہوا کہ مسجد میں جگہ نہ رہی، لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے اور لوگ مایوس ہو کر چلے گئے، صبح کو آپ نے لوگوں سے فرمایا،

ما بعد فانہ لم یخف علی شاکم اللیلۃ  
ولکن خشیت ان تغاض علیکم صلوۃ  
اللیل فقبروا  
رات تمھاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے  
ڈر ہوا کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے  
اور تم اس کے ادا کرنے سے قاصر رہو

حج کے بعض ارکان مثلاً طواف کرنا، بعض مقامات میں دوڑنا، کہیں کھڑا ہونا، کہیں کنکری پھینکنا، بظاہر فعل عبث معلوم ہوتے ہیں، لیکن حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں،

انما جعل الطواف بالبيت وبالصفا والمروة  
ورحی الجمار لا قامة ذکر لہ عزوجل،  
خاند کعبہ، صفا اور مروہ کا طواف، لنگر یا بھینکنا  
تو صرف خدا کے یاد کرنے کے لئے ہے،

(مسند احمد جلد ۹ صفحہ ۶۲۸)

قرآن مجید کے اشارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
زمانے میں یہ بھی ایک طرز عبادت تھا، چونکہ حج یا دیگر ابراہیمی ہے، اسلئے وہی طرز  
عبادت قائم رکھا گیا،

مکہ معظمہ کے پاس محصب نام ایک واوی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ایام حج میں قیام فرمایا تھا، اور آپ کے بعد خلفاء راشدین بھی اوس میں قیام فرماتے  
رہے، اس بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اوس کو سنن حج میں شمار کرتے تھے، لیکن  
حضرت عائشہؓ اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں، اور آپ کے قیام کی یہ وجہ بیان فرماتی تھیں  
انما نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاندہ کان  
منزل اسمعہ لخروجہ،  
آپ نے یہاں صرف اسلئے قیام کیا تھا کہ یہاں سے  
چلنے میں آسانی ہوتی تھی،

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو رافعؓ بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہؓ کے ہمرایان ہیں،  
ایک دفعہ آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے،  
بہت سے صحابہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے، لیکن متعدد صحابہ کے نزدیک یہ حکم وقتی تھا،  
حضرت عائشہؓ بھی انھی لوگوں میں ہیں، اور اس وقتی حکم کا سبب یہ بتاتی ہیں،

سے سلم تجاہل النزول بالخصب مسند جلد ۹ صفحہ ۱۹۰،

لا دکن لم یکن یمنی منهم الا قلیل  
فمن ذلک لیطعم من ضعی من  
لم یضیع

(مسند جلد ۱ صفحہ ۱۰۲)

یہ نہیں ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد حرام ہو جاتا ہے  
بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے  
تھے، اسلئے اپنے حکم دیا کہ جو لوگ قربانی کریں وہ دونوں کو کھ  
کھلائیں جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے،

حضرت عائشہؓ کی یہی حدیث امام مسلم نے ایک خبر کی صورت میں بیان کی ہے،  
یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس دیہاتوں میں قحط پڑا، اوس سال آپؐ نے  
یہ حکم دیا اور دوسرے سال جب قحط نہیں رہا تو اوس کو مسوخ فرما دیا حضرت سلمہ بن اکوعؓ  
سے بھی اسی قسم کی روایت ہے،

کعبہ کے ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوٹی ہوئی ہے جس کو حطیم کہتے ہیں،  
اور طواف میں اوس کو بھی اندر داخل کر لیتے ہیں، لیکن ہر شخص کے دل میں یہ سوال  
پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حصہ کعبہ کے اندر داخل نہیں اوس کو طواف میں کیوں شامل کرتے ہیں؟  
حضرت عائشہؓ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا اور انھوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت  
کیا، کہ یا رسول اللہ یہ دیوار میں بھی خانہ کعبہ میں داخل ہیں؟ ارشاد ہوا ”ہاں“ عرض کی  
کہ پھر بناتے وقت لوگوں نے ان کو اندر کیوں نہیں کر لیا؟ فرمایا تیری قوم کے پاس سرمایہ  
نہ تھا، اسلئے اتنا کم کر دیا“ پھر عرض کی کہ اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں رکھا؟ فرمایا یہ اسلئے  
کیا، تاکہ وہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں، اور جس کو چاہیں روک دیں“

اسلم کتاب الذبايح،



حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اگر عائشہؓ کی یہ وایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسی لئے ادھر کے دونوں رکون کا بوسہ نہیں دیا، لیکن سوال یہ ہے کہ جب حضرت صلعم کو یہ معلوم تھا کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قائم نہیں ہے تو شریعت ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ اس کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر کرتے، لیکن آپ نے حضرت عائشہؓ سے خود اس کی وجہ یہ بیان فرمادی کہ ”عائشہ تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر اساس ابراہیمی پر تعمیر کرتا“

آج کل ہجرت کے یہ معنی سمجھے جاتے ہیں کہ گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں جا کر آباد ہو جانا خواہ وہ جہان پہلے آباد تھے کیسے ہی امن و امان کا ملک ہو، لیکن حضرت عائشہؓ نے ہجرت کی حقیقت یہ بتائی ہے،

لاھجۃ الیوم کان المؤمنون	اب ہجرت نہیں ہے، ہجرت اسوقت تھی جب مسلمان
یفرحوا حدہم بدائیہ الی اللہ والی رسولہ	اپنے مذہب کو لیکر خدا اور اس کے رسول کے
مخافتۃ ان یفتن علیہ فاما الیوم	پاس ڈرے دوڑا آتا تھا کہ اسکو تبدیل مذہب کی
فقد اظہر اللہ الاسلام والیوم یعبدا	بنا پرستایا نہ جائے، لیکن اب خدا نے اسلام کو غالب
ربہ حیث شاء ولکن جہاد و نیتہ	کر دیا، اب مسلمان جہان چاہے اپنے خدا کو پوج سکتا ہے
(بخاری باب الحجۃ)	ان جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے،

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے

صلعم باب نقض الکعبہ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ پیغمبر جہان مرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں، لیکن اس کا اصلی سبب حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں،

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في موضع الذي لم يقيم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبورا انبياءهم مساجدا لولا ذلك ابرؤ قبورا غير انه خشي ان يتخذ مسجداً

آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد گاہ بنالیا (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) کہ اگر یہ نہ ہوتا تو آپؐ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی، لیکن چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی مسجد گاہ بن جائے اسلئے آپؐ

(بخاری آخر کتاب الجنائز، وسند احمد ص ۱۱۲)

لیکن! این ہمہ صحابہ کرام یہ سمجھتے تھے کہ نظام شریعت میں حکم و مصلح کے ساتھ خود شائع بھی ایک موثر اعظم ہے، اور جب وہ خود احکام کی علت بن جاتا ہے تو دوسرے علل و اسباب بریکار ہو جاتے ہیں، مثلاً موزہ کا باطنی حصہ گرد و غبار سے آلودہ رہتا ہے اسلئے مسح کا محمل وہی ہو سکتا ہے، لیکن احادیث میں موزے کی سطح ظاہری پر مسح کرنے کا حکم آیا ہے، صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ یہ حکم بالکل اولٹا ہے، تاہم وہ اس کے ساتھ یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت کا دار مدار بالکل عقلی علل و اسباب پر نہیں ہے، بلکہ اس کا سب سے بڑا عمود خود شائع کی ذات ہے، چنانچہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا قول ہے،

لو كان الدين بالرائي لكان اسفل الخلف اذني بالمسح من اعلا راسه

اگر دین کا دار مدار بالکل عقل پر ہوتا تو موزہ کا باطنی حصہ بالائی حصہ سے زیادہ مسح کا مستحق تھا،

لیکن خود یہ بھی علم اسرار الدین کا ایک اہم اصول ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب  
 لکھتے ہیں،

کما اوجبت السنة هذا وان فقد	جیسا کہ حدیث و ایما سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام
عليها الاجماع فقد اوجبت ايضا	یعنی علی المصالح میں اسی طرح احادیث سے یہ بھی
ان نذول المقضاء بالايجاب والتعوير	ثابت ہوتا ہے کہ ان مصالح سے قطع نظر کر کے خود
سبب عظیم فی نفسہ مع قطع النظر	ایجاب و تحریم کا حکم بھی اطاعت گزار کے ثواب
عن تلك المصالح لا ثابة المطيع و	اور نافرمان کے عذاب کا بہت بڑا سبب
عقاب العاصي،	ہے،



# علم تصوف

صوفی اور تصوف، اسلام میں تصوف ایک نوزائیدہ لفظ ہے، اور صوفی کا لقب اہل بغداد اور  
کی ایجاد ہے، قرآن مجید نے اہل صفہ کو جن کی طرف اس گروہ کا انتساب کیا جاتا ہے، فقراء  
کے لقب سے یاد کیا ہے،

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا  
من ديارهم

اور ان فقراءے مہاجرین کیلئے جو اپنے گھروں سے  
بکال دیئے گئے،

للفقراء الذين احصوا في  
سبيل الله

اور ان فقراء کے لئے جو خدا کی راہ میں روک  
رکھے گئے،

اور اہل شام بھی اس کو فقراء ہی کے نام سے پکارتے تھے، اگرچہ علامہ ابو نصر عبد اللہ بن  
علی السراج الطوسی اس لقب کو اہل بغداد کی ایجاد نہیں سمجھتے بلکہ ان کو اس کا  
پتہ نہایت قدیم زمانے میں ملتا ہے چنانچہ کتاب الملح میں لکھتے ہیں،

لہ کتاب الملح مطبوعہ یورپ صفحہ ۲۶،

لیکن یہ کہنا کہ یہ ایک نوپیدا نام ہے جس کی ایجاد اہل بغداد نے کی ہے، محال ہے، کیونکہ حسن  
بصریؒ کے زمانے میں یہ نام مشہور تھا، اور حسن بصریؒ نے اصحاب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ایک  
جماعت کا زمانہ پایا تھا، وہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ مینے طوائف میں ایک صوفی کو دیکھا  
اور ان کو کچھ دینا چاہا لیکن انہوں نے نہیں لیا، ایک کتاب میں جس میں اخبارِ مکہ جمع  
کیے گئے ہیں محمد بن اسحاق بن یسار اور دوسرے لوگوں سے ایک روایت ہے کہ "اسلام  
پہلے کسی وقت میں کہ خالی ہو گیا تھا، یہاں تک کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرتا تھا،  
اس حالت میں کسی دور دراز ملک سے صرف ایک صوفی آتا تھا اور طواف کر کے واپس  
چلا جاتا تھا، پس اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام یہ نام مشہور  
اور اس کی طرف اہل صلاح منسوب کیے جاتے تھے،

لیکن جہاں تک تاریخچی روایتوں سے ثابت ہے اسلام میں سب سے پہلے ابوہاشم صوفی کو یہ  
خطاب ملا جنہوں نے شہرہ میں وفات پائی، اور اس قدر تو اکابر صوفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں  
کہ اس لقب کی ایجاد محمد صحابہ کے بعد ہوئی، چنانچہ امام شافعیؒ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں،  
رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بعد صحابہ کے سوا اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا، کیونکہ شرف

صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہو سکتا تھا، صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا  
لقب پیدا ہوا، اس کے بعد بزرگانِ دین زاہد و عابد کے لقب سے ممتاز ہوئے، لیکن  
زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرقتہ کو یہاں تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا، اس لیے اہل سنت و الجماعت

لے کتاب الملح مطبوعہ یورپ صفحہ ۲۲، ۲۳ کشف الظنون،

جو لوگ زہاد اور اہل دل تھے وہ صوفی کہلائے، اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا،

خود صاحب کتاب اللع نے بھی اس قدر تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم صوفیہ کا ذکر نہیں سنتے، اور اون کے بعد بھی ہم کو اس لفظ کا پتہ نہیں چلتا، ہم اس زمانے میں عابد، زہاد، سیاح اور قفرائے لفظ سے تو بے شبہ آشنا ہیں، لیکن کوئی صحابی صوفی کے لقب سے

صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق نہ تھا، ذکر متلخ طریقت، صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللع صفحہ ۲۲ تصوف کے اشتقاق کے متعلق مختلف راہیں ہیں بعض کا قول ہے کہ یہ اصحاب صوفیہ کی طرف نسبت ہے، بعض کے نزدیک اسکا اخذ صفا اور بعض کے نزدیک صفت ہی لیکن قاعدہ اشتقاق کے رد سے یہ تمام اقوال غلط ہیں، کتاب اللع میں ہر کوئی کا لفظ پہلے صوفی تھا، پھر نقالت کی وجہ سے صوفی کر لیا گیا، صوف سے بے شبہ یہ لفظ اخذ ہو سکتا تھا جس کے مستعملین پشیمینہ کے ہیں، لیکن پشیمینہ پوش ہوا اس فرقے کی کوئی خصوصیت نہیں، یہ امام قشیری کی رائے ہے، لیکن علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اگرچہ پشیمینہ پوش ہوا اس فرقے کی کوئی عام خصوصیت نہیں، تاہم اکثر یہ لوگ پشیمینہ پوش ہی ہوتے ہیں، اسلئے یہ اشتقاق صحیح ہو سکتا ہے، صاحب کتاب اللع نے لکھا ہے کہ اہل حدیث، حدیث کی طرف، اور فقہاء، فقہ کی طرف منسوب ہیں، لیکن صوفی کسی خاص وصف یا خاص علم کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ تمام علوم، تمام صفات حسنہ، اور تمام اخلاق فاضلہ کا جامع ہوتا ہے، اور اس کو کسی خاص علم، خاص وصف، اور خاص مقام کے ساتھ خصوصیت حاصل نہیں ہوتی جس کی طرف اس کو منسوب کیا جاسکے، اس کے ساتھ اس کے حالات میں ہر وقت تجد و تغیر ہوتا رہتا ہے، اور وہ حد سے ہمیشہ اضافہ کا خواستگار رہتا ہے، اسلئے اگر اس کو کسی خاص وصف کی طرف منسوب کیا جائے تو ہر وقت ایک نئے وصف کی طرف منسوب کرنا پڑے گا، اس دشواری کی بنا پر اسکو ایک ظاہری خصوصیت یعنی پشیمینہ پوشی کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء کا نام شاعری، اور اس سے اجمالی طور پر صوفیہ کے تمام علوم، تمام اعمال، اور تمام اخلاق کا پتہ چل جاتا ہے، خدا نے اصحاب علیسی کو بھی ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا ہے، اور اون کو جواری کہا ہے، یہ لوگ سفید کپڑے پہنتے تھے، اور خدا نے اون کو اسی طرف منسوب کر دیا، اعمال اور احوال کی طرف منسوب نہیں کیا، اسی طرح صوفیہ بھی ظاہری لباس کی طرف منسوب کر دیئے گئے، (صفحہ ۲۰) اخذ اور اشتقاق سے قطع نظر کر کے اگر اس لفظ پر (بقیہ مافیہ صفحہ ۲۱) نظر کریں

نہیں بکار گیا، تو میں اوس کے جواب میں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو وہ عظمت اور  
خصوصیت حاصل ہے کہ جس شخص کو یہ عزت حاصل ہوگئی اور کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بھی  
معزز ہو نہیں دیا جاسکتا، کیا تم کو یہ نظر نہیں آتا کہ وہ زیادہ عبادت و تکلیف، فقر و اہل رضا،  
اہل صبر اور اہل تواضع و اجابت کے امام ہیں اور یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس صحبت سے حاصل  
کیا ہے، تو جب ان بزرگوں کا انتساب صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جو بزرگ ترین صفات پر  
تو یہ حال ہو کہ اس بزرگ ترین صفت کے علاوہ ان کو کوئی دوسری تفصیل دی جاسکے،

خاتما ہیں | اس لقب کی طرح تصوف کی دوسری یادگار میں بھی دو صحابہ کے بہت بعد عالم  
وجود میں آئیں، خود صحابہ کے زمانہ میں ان کا پتہ نہیں چلتا، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں،  
زمانہ بہت آگے بڑھ گیا اور امت میں تفرق پیدا ہوگئی اور ہر قوم نے دین کا ایک شعبہ  
لے لیا جس میں خود اپنی طرف سے اضافے کر لیے، سلاطین و امرا نے قلعے بنوائے، حالانکہ  
قلعے وغیرہ قدیم زمانے میں صرف سرحدوں پر بنائے جاتے تھے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ دشمن چانک

(القیہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۴) تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو اصل میں یہ لفظ سین سے تھا، اور اس کا مادہ  
سوت تھا جس کے معنی یونانی زبان میں حکمت ہیں، دوسری صدی ہجری میں جب یونانی کتابوں کا ترجمہ ہوا  
تو یہ لفظ یونانی زبان میں آیا، اور چونکہ حضرت عوفیہ میں اشرافی حکماء کا انداز پایا جاتا تھا اس لیے لوگوں نے ان کو سونی یعنی حکیم کہنا  
شروع کیا، رفتہ رفتہ سونی سے صوفی ہو گیا، یہ تحقیق علامہ ابوریحان بردی نے کتاب المندبین کی ہے، اور صاحب کشف الظنون  
کی عبارت سے بھی اسکا اشارہ ملتا ہے، چنانچہ وہ تصوف کے عنوان میں لکھتے ہیں

واعلم ان الاشراقین من الحكماء الاھین  
کالمصوتین فی المشرب اصطلاح  
ولا یبعد ان یوحظ هذا الاصطلاح  
من اصطلاحهم

حملہ کر دے اور اودن کے پاس مافت کا سامان نہ ہو، اور اہل علم کے لئے مدارس اور اہل عبادت کے لئے خانقاہیں تعمیر کی گئیں میرا خیال ہے کہ سلطنت سلجوقیہ میں ان چیزوں کا عام رواج ہوا، اور سب سے پہلے نظام الملک کے زمانہ وزارت میں اہل علم کے لئے مدارس اور سائین کے لئے رباطات تعمیر کی گئیں اور اودن پر اوقات کئے گئے، اگرچہ اس سے پہلے بھی مدارس اور رباطات کا پتہ چلتا ہے، لیکن میرے خیال میں اودن پر کوئی عام دفع نہیں کیا گیا بلکہ یہ مخصوص مقامات میں سے تھے، امام عمر بن زیاد نے اخبار الصوفیہ میں بیان کیا ہے کہ صوفیہ کے لئے پہلی خانقاہ بصرہ میں تعمیر کی گئی،

اجزائے تصوف کی بے اعتدالی، ان ظاہری یا دگاروں کے علاوہ تصوف کے باطنی قوام میں بھی جو غیر معتدل تخیل پیدا ہوا وہ دور صحابہ کے بعد ہوا جو صحابہ کرام کی ذات اگرچہ تصوف کے تمام عناصر کا مجموعہ تھی، تاہم اودن میں کسی عنصر کی خاصیت حد اعتدال سے آگے نہیں بڑھتی پائی تھی، علامہ ابن تیمیہ نے صوفیوں کی جو مخالفت کی ہے، وہ انہی عناصر کے غیر معتدل خواص و کیفیات کی بنا پر کی ہے، ورنہ اودن کو تصوف کے حقیقی اجزاء سے کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ اپنے فتاویٰ کے مختلف مقامات میں اس پر تفصیلی بحثیں کی ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں،

صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی جمع ہوتے تھے اور کسی سے قرأت کی فرمائش کرتے تھے، اور باقی لوگ سنتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اے ابوبوسیہ تم کو ہمارے خدا کو یاد دلاؤ، تو وہ پڑھتے تھے اور وہ لوگ سنتے تھے، بعض صحابہ کہتے تھے کہ آؤ بیٹھ کر کچھ دیر کے لئے ایمان لائیں



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ کئی بار نفل باجماعت پڑھی، اور اہل صفہ کے پاس آئے، اور ان میں ایک قاری پڑھ رہا تھا، آپ اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور سنتے رہے، سماع اور ذکر شروع کے وقت دل میں جو خوف پیدا ہوتا ہے، آنکھوں سے جو آنسو جاری ہو جاتا ہے بدن کے جو رنگے ٹھٹھے ہو جاتے ہیں وہ کتاب و سنت کی تصریحات کے موافق بہترین وصفت ہیں، لیکن سخت عینینی، ہنسی، موت، اور ترجیح پکار کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی شخص مجتہد ہو تو اس کو کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ تابعین، اور اہل بدعت کے بعد لوگوں میں اس کا نشا یہ تھا کہ قلب پر ایک قوت دھکا پہونچاتی تھی، اور غرور و تکبر اور اہل دنیا کی طاقت اس حملے کو برداشت نہیں کر سکتی تھی، لیکن اس حالت میں ممکن وثبات جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا حال تھا افضل ہے، البتہ زبردستی سکون و وقار پیدا کرنا بھی بُرا ہے، اور اس میں کوئی بھلائی نہیں، جس سماع سے دل کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ کتاب اللہ کا سماع ہے، لیکن بعض فرقوں نے اس سماع کو بھلا کر تصانیف و سنننا شروع کئے، تاہم ان پر جانے لگے، اور الٹا پٹا شروع کیا جو کفار کی سیٹی بجانے سے متناہ ہے جس کی خدا نے بُرائی بیان کی ہے، ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں،

فنا کی تین قسمیں ہیں جن میں ایک قسم کو کمال ترین انبیاء اور اولیاء دوسری قسم کو متوسطہ جے کے اولیاء اور صلحاء، اور تیسری قسم کو منافقین، محدثین و شیعین نے اختیار کیا ہے پہلی قسم کی فنا راہ ماسوی اللہ میں اس طرح فنا ہو جاتا ہے، کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کی

محبت کسی دوسرے کی عبادت، کسی دوسرے پر توکل اور کسی دوسرے کی تلاش نہ ہو، شیخ ابو یزید کے اس قول کا کہ ”میں یہ چاہتا ہوں کہ بجز اوس چیز کے جس کو وہ چاہتا ہو دوسری چیز کو نہ چاہوں“ یہی مطلب ہے قرآن مجید کی اس آیت میں ”لا یمن الا اللہ یقلب مصلیم“ میں سلیم مراد یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے، ماسوائے عبادۃ اللہ سے، ماسوائے ارادۃ اللہ سے ماسوائے محبت اللہ سے محفوظ ہو، ہر حال اگر اسی کا نام نہ ہو، تو یہ اسلام کا اول ہی ہے، آخر بھی، دین کا باطن بھی بڑا درظاہر بھی،

دوسری قسم کی فنا کا منشا یہ ہے کہ ماسوائے شہود سے فنا ہو، اور جن سالکین کا مکرور دل خدا کے ذکر، خدا کی عبادت اور خدا کی محبت کی طرف کھینچ جاتا ہے، اول کو فنا کا یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے، اور وہ خدا کے سوا نہ کسی دوسری چیز کو دیکھتے اور نہ کوئی دوسری چیز ان کے دل میں کھینکتی، اس آیت میں ”واجبہم فادام موسیٰ فادعنا“ میں ان کے نزدیک فارغ سے یہ مراد ہے کہ موسیٰ کی مان کا دل موسیٰ کی یاد کے سوا ہر چیز سے خالی تھا، یہی وہ مقام ہے جہاں ایک قوم کے پاؤں دنگ لگ گئے ہیں، اور اوس نے یہ خیال قائم کر لیا ہے کہ یہ اتحاد ہے، اور عاشق مشوق کے ساتھ اس قدر متحد ہو گیا ہے کہ دونوں کے وجود میں کوئی فرق نہیں رہا، لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ خدا کے ساتھ کوئی چیز متحد نہیں ہو سکتی، ہر حال فنا کا یہ درجہ نقصان سے خالی نہیں، اور اگر بادل یا رشتہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہو سکتا، اور ہر جہاں میں اولین اور انصارتے بھی اس درجہ کو اختیار نہیں کیا، یہ درجہ صحابہ کے بعد پیدا ہوا، اسی طرح تصرف کے وہ تمام مدارج جس میں عقل و تخیل کم ہو جائے

صحابہ کے بعد پیدا ہوئے، کیونکہ تاریخ ایمانیہ میں صحابہ کرام کامل ترین، قوی ترین،  
 اور راسخ ترین تھے، جنہوں نے غشی، ہنجو دی اور وارثگی کا ادون کے پاس گزر نہیں  
 ہو سکتا تھا، ان چیزوں کی ابتدا بصرہ کے عبادت گزار تابعین سے ہوئی، کیونکہ  
 انہی میں وہ لوگ تھے جن پر قرآن کے سننے سے غشی طاری ہو جاتی تھی، اور انہی  
 میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اس حالت میں مر جاتے تھے، مثلاً ابو جبر الصخری اور زرارہ  
 بن ابی اوقی قاضی بصرہ، شیوخ صوفیہ میں بعض لوگوں نے اسی عالم میں بعض باتیں  
 ایسی کہہ دی ہیں کہ اگر وہ ہوش میں ہوتے تو ادون کو معلوم ہوتا کہ انہوں نے غلطی کی ہے  
 مثلاً ابو یزید، ابو الحسن نوری، ابو بکر شبلی وغیرہ سے اس قسم کے اقوال مذکور ہیں۔  
 لیکن ابوسلیمان دارانی، معون کرخی، فضل بن عیاض بلکہ جنید وغیرہ کے ہوش وہاں بھی ابھی رہتے  
 تھے، اور وہ نناء کے اس گرداب میں نہیں پڑتے تھے، بلکہ یہ لوگ وسعت علم اور صحت  
 تمیز کی بنا پر ہر چیز کو اوس کی اصلی حالت میں دیکھتے تھے، اور ادون کو نظر آتا تھا کہ تمام  
 مخلوقات حکم خداوندی سے قائم ہیں، اوس کی مشیت کے ساتھ وابستہ ہیں، بلکہ اوس کے  
 سامنے سر نیاز خم کئے ہوئے ہیں، اسلئے ادون کو اس سے بصیرت حاصل ہوتی تھی،  
 اور خلوص، توحید اور عبادت کا جذبہ ادون کے دل کے اندر تھا ادون کو ان چیزوں  
 سے اور مدد ملتی تھی، قرآن مجید نے اسی حقیقت کی دعوت دی ہے، اور کامل ترین مومنین  
 اور اہل عرفان نے اس کو محفوظ رکھا ہے، ہمارے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے امام  
 اور ان سب میں کامل ترین ہیں، یہی وجہ ہے کہ شپ معراج میں اگرچہ آپ نے خدا کی

بہت سی نشانیاں دکھیں اور خدا نے آپ سے بہت کچھ سرگوشیاں کیں، لیکن بائینہ آپ کے حالات میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا، اور آپ پر اس کا کوئی اثر نہیں طاری ہوا، بخلاف اس کے حضرت موسیٰ پر ایک ہی جھلک میں غشی طاری ہو گئی،

تیسری قسم کی فناء کا منشا یہ ہو کہ خدا کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہیں، اور خالق کا وجود یعنی مخلوق کا وجود ہی، اس بنا پر خدا اور بندے میں کوئی فرق نہیں، تو فناء کا یہ درجہ ادن گراہ لوگوں نے اختیار کیا ہے جو حلول و اتحاد میں پڑ گئے ہیں،

اصطلاحات تصوف، تصوف کی موجودہ اصطلاحات میں بھی عہد نبوت اور عہد صحابہ تک کوئی اصطلاح نہیں قائم ہوئی، لیکن اگر اس ظاہری لقب، اس رسمی خانقاہ، اس بے اعتدالی اور ان ظاہری اصطلاحات سے قطع نظر کر لی جائے تو تصوف کے تمام حقیقی اجزاء اور خود سلسلہ تصوف، عہد نبوت اور عہد صحابہ میں پیدا ہوئے، اور تصوف کے ابتدائی سلسلہ کی ظاہری یادگارین بھی اسی زمانے میں قائم ہوئیں، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء راشدین لکھتے ہیں،

الآخرۃ پس اصلش الباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامہ را بجلد حق

بن عوف درونیکہ امیر لشکر گردانید، امامیت پس وجود آن و اعتبار آن ازاںحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستفیض یقینی است کما لا یخفى،

تاہم اوس زمانے تک تصوف کا سلسلہ ان ظاہری آداب سے قائم نہیں ہوا تھا،

بلکہ صوفیانہ حلقوں کی شیرازہ بندی صرف روحانی رشتوں سے ہوتی تھی، چنانچہ خود شاہ صاحب  
اسی رسالے میں تحریر فرماتے ہیں،

پس صوفیہ صانیہ ارتباط ایشان و در زمین اول بصحبت و تعلیم و تادب بآداب تہذیب نفس  
بودہ است نہ بخرقہ و بیعت و در زمین سید المظاہر جید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد و بعد ازان  
رسم بیعت پیدا گشت و ارتباط سلسلہ بہ این امور تحقق است و اختلاف صورت ارتباط ضرر نمی  
کند و خرقہ و بیعت را اصل است از سنت سنیہ،

شاہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں اس نکتے کی اور بھی زیادہ توضیح کی ہے، چنانچہ اسکا خلاصہ یہ ہے،

اس مقام پر ایک نکتہ ہے جس کو لازمی طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے، اور وہ یہ کہ عہد صحابہ  
عہد تابعین، اور عہد تبع تابعین تک مشائخ کے ساتھ تلامذہ کا تعلق بیعت اور خرقہ پوشی کے  
ذریعہ سے نہ تھا، صرف صحبت کے ذریعہ سے تھا، اور وہ لوگ ایک شیخ، یا ایک سلسلے پر انکفاء  
نہیں کرتے تھے، بلکہ ہر ایک شخص بہت سے مشائخ کی صحبت اختیار کرتا تھا، اور بہت سے سلسلوں  
کے ساتھ تعلق پیدا کرتا تھا، اسلئے اون کا سلسلہ مخصوص طور پر کسی ایک صحابی تک نہیں  
پہنچایا جاسکتا، بجز اوس صورت کے کہ خود اون کو اعتراض ہو کہ اون پر کسی خاص صحابی  
کی صحبت کا اثر زیادہ پڑا ہے، یا اونھوں نے اذکار قیض صحبت مدتوں تک ادا کھایا ہے، یا وہ  
کسی خاص صحابی کے اصحاب مشہور ہو گئے ہیں، اور یہ اون کی ایک علامت قرار لگایا ہے،

با ایتہم صوفیانہ حلقوں اور صوفیانہ سلسلوں میں خلفائے راشدین اور خلفائے راشدین میں

تین تین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا روحانی فیض سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، چنانچہ شاہ صاحب از الہ انخفا میں لکھتے ہیں،

بعد نقہ، اعظم علوم علم احسان (تصوف) است اعنی انچہ امر دہم علم سلوک مسمی شود  
وقوت القلوب و احیاء العلوم در ان نصف شدہ است و اعظم تر سطر کبر است در میان  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سائر امت او آنست کہ بزبان حال و بزبان قال ہر دو، آن  
علوم را و آن مقامات و احوال را بہر دو ان تعلیم فرماید و تربیت کند یا ران را بہر دو زبان و  
ازوے آن علوم و آفاق شہرت گردد، آقا صی و ادانی از ان مستفید شوند، چنانکہ درین  
کتا بہا بشی کثیر از حضرت شیخین معلوم کردہ باشی،

ایک دوسرے موقع پر خصوصیت کے ساتھ حضرت عمرؓ کی نسبت لکھتے ہیں،

الفصل السابع فی بقاء سلسلۃ الصحبۃ	ساتوین فصل صوفیہ کے اوس سلسلے کے قیام و
الصوفیۃ المبتداعہ و من النبی صلی اللہ	بقا میں جو رسول اللہ صلی اللہ کی ذات سے شروع ہو کر
علیہ وسلم الی یومنا ہذا بواسطۃ الملوکین	آج تک بواسطہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و لند	تایم ہو، اور ہم اس موقع پر صرف اہل عراق کا سلسلہ
ہنا سلسلۃ اہل العراق فانہم اکثر المسلمین	بیان کرتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں میں
بقیۃ سلسلۃ الصحبۃ الصوفیۃ	سب سے زیادہ صوفیہ کے سلسلے کا لحاظ کرتے ہیں،

اس کے بعد شاہ صاحب نے حضرت عمرؓ کے سلسلہ تصوف کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے

لے کر از الہ انخفا صفحہ ۶، ۷ سے از الہ انخفا مقصد دوم صفحہ ۸۵،

شروع کر کے حضرت جنید بغدادی تک پہنچایا ہے اور لکھا ہے،

وسلسلة اشهر من ان يحتاج حضرت جنید بغدادی کا سلسلہ اس قدر مشہور ہے کہ

الی بیان اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں،

لیکن صوفیہ کے نزدیک تصوف کے اکثر سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہیں، چنانچہ ہم اس موقع پر تمام مشہور سلسلوں کا ایک نقشہ درج کرتے ہیں جس سے اس کا اندازہ ہوگا،

نام سلسلہ	نام متفید	نام منسوب الیہ	کیفیت
نقشبندیہ	(حسن بصری)	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	یہ سلسلہ ہندوستان اور دارالہند میں بہت مشہور ہے، اور مکہ و مدینہ میں بھی اس کا رواج ہے،
قادریہ	"	حضرت ابو بکر صدیقؓ	یہ سلسلہ عرب اور ہندوستان میں بہت مشہور ہے،
چشتیہ	"	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	یہ سلسلہ ہندوستان میں بہت مشہور و مقبول ہے،
کبرویہ	"	"	یہ سلسلہ توران اور کشمیر میں مشہور ہے،
شاذلیہ	"	"	یہ سلسلہ مغرب، مصر اور سوڈان، اور مدینہ میں شہرت رکھتا ہے،
شطاریہ	"	"	یہ سلسلہ ہندوستان میں مشہور ہے،

یہ تمام سلسلے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات پاک سے شروع ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے حضرت حسن بصریؒ تک منتہی ہوتے ہیں اور باتفاق اہل تصوف حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے استفادہ کیا ہے، لیکن اہل حدیث کے نزدیک یہ استفادہ ثابت

نہ یہ نقشہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے مرتب کیا گیا ہے

نہیں ہے، چنانچہ شاہ صاحب اتباع فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں،

والحسن البصری ینسب الی سیدنا علی رضی اللہ  
 اور حسن بصری نام اہل تصوف کے نزدیک حضرت  
 تعالیٰ عنہ عند اہل سلوک کا حضرت کان کان ہل الحد  
 علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہیں، لیکن اہل حدیث  
 کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے، اور شیخ احمد قساشی نے  
 لا یشیتون ذلک قد انتصر الشیخ احمد القساشی  
 ایک تقریری بحث بحث کے ذریعہ سے اپنی کتاب العقد الغرید  
 لاہل سلوک بکلام واثبات فی کتاب العقد  
 الغرید فی سلاسل اہل التوحید،  
 فی سلاسل اہل التوحید میں اہل تصوف کی تائید کی ہے،

اہل تصوف نے رسم خرقہ پوشی کی ابتدا بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات سے کی ہے، لیکن  
 علامہ ابن خلدون کے نزدیک تصوف پر شیعیت کا جو اثر پڑا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف  
 خرقہ کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہے ورنہ اس کی کوئی اصلیت نہیں، چنانچہ مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں،

حتى انهم لما اسندوا لباس خرقۃ التصوف  
 بیان تک کہ جب اوں لوگوں نے خرقہ پوشی کو اپنے  
 لجعلوا اصلا لبطریقہم وتخلیۃم رفقا  
 ایہ اصل بنا چاہا تو اس کی سند کو حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ تک پہنچایا، لیکن اس کا فلسفہ بھی یہی ہے یعنی  
 تصوف پر شیعیت کا اثر ورنہ صحابہ میں تخلیہ یا لباس  
 الی علی رضی اللہ عنہ وهو من هذا المعنی  
 بین الصمائیة بتخلیۃ ولا طریقۃ فی لباس  
 میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی خاص طریقہ نہ تھا،  
 ولا حال بل کان ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما  
 بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت  
 انما هذا الناس بعد رسول الله صلی الله علیہ  
 عمرؓ سب سے زیادہ پیہر گزارا، اور سب سے زیادہ

سلب اتباع صفہ ہے،



علیہ وسلم و اکثرہم عبادۃ و لم یختص احد  
منہم فی الدین بشی یوترعنه فی الخصوص بل کان  
لصحابہ کلہم سواۃ فی الدین و الذہد المجاہد<sup>۱</sup>  
عبادت گزار تھے، لیکن دینی معاملات میں ادھکا کوئی  
قابل روایت مخصوص شیعہ نہ تھا، بلکہ تمام صحابہ دین  
زہد، اور مجاہدہ میں نمونہ تھے،

شاہ صاحب کی عبارت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ آیتناہ میں لکھتے ہیں،

شیخ عبد الدین بغدادی در کتاب تحفۃ البرہ آورده است کہ نسبت خرقہ تہمتل است پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حدیث درست متصل مستفیض و فرمودہ است کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خرقہ پوشانید امیر المؤمنین علی را کرم اللہ وجہہ تمام این سلسلہ یاد کردہ است و الحقون من

اہل الحدیث نیکرون ہذا الاتصال من انبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

تصوف صحابہ، اس تاریخی تمہید کے بعد اب سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تصوف کن اجزا پر مشتمل تھا،

اور اوس کو تاخرین کے تصوف پر کیا امتیاز حاصل تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ تصوف عقائد و

اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، لیکن صحابہ کرام کے زمانے تک کوئی خاص صوفیانہ عقیدہ نہیں قائم ہوا

تھا، غالباً صوفیانہ عقائد کی تولید فلسفہ و حکمت کے رواج اور دوسری قوموں اور فرقوں کے تسلط

اور میل جبل سے ہوئی، مثلاً اہل تصوف کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ انسان عالم اصغر ہے، لیکن یہ عقیدہ صریح

فلسفہ کی آمیزش اور اثر سے پیدا ہوا، جس طرح اس پر تہمت مگر اسی اور ضلالت کے روپے چڑھ گئے

اور اسکا جو انجام ہوا اوس کی نسبت علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں،

وقد اخذوا من القلائد مسقر قلعہ الانسان  
صوفیہ نے فلاسفہ سے یہ سلسلہ اخذ کیا کہ انسان عالم اصغر ہے

هو العالم الصغير وهذا اقربا وضموا اليه  
 ان الله هو العالم الكبير بناءً على اصلهم  
 الكفائي في وحدة الوجود، وان الله هو عين وجود  
 المخلوقات فالانسان من بين المظاهر هو الخليفة  
 الجامع لاسماء والصفات وتيقع على هذا المبدأ  
 اليه من عوى الربوبية ولا الوهية المخجبة لم الى  
 الفرعونية والقرمطية والباطنية،  
 ليكن فيه كوعقيدته وحدت الوجود كى تعليم خود فرقه باطنيه نے دى، چنانچہ علامہ ابن خلدون مقدمہ  
 تاریخ میں لکھتے ہیں،

ثمان هو لاع المتأخرين من المتصوفة  
 المتكلمين في الكشف وفيما ودا رالحسن توغلا  
 في ذلك فذهب الكثير منهم الى الحلول  
 والوحد لا كما اشرنا اليه ولما الصحف  
 منه مثل الهروى في كتاب المقامات  
 له وغيره ويتبعهما ابن العربي وابن  
 سبعين وتليدهما ابن العفيف وابن  
 بھران متأخرين صوفیہ نے جو کشف اور عالم تحریر  
 کے متعلق بحث کرتے تھے، اس میں خلط و مبالغہ کیا  
 اسلئے بہت سے لوگوں نے حلول اور وحدت الوجود  
 کا عقیدہ قائم کر لیا، اور اپنی کتابوں کو اس سے  
 بھر دیا مثلاً ہر دسی نے کتاب المقامات وغیرہ میں  
 ابن عربی، ابن سبعین، اور ابن دونون کے لاف  
 ابن عقیف اور ابن فارض اور نجم اسرائیلی نے

لے تا دای ابن تیمیہ جلد دوم صفحہ ۴۶۱،

الفارص والنجم الاسرائیلی فی قصائدہم اپنے قصائد میں اسی کی تقلید کی، ان لوگوں کے  
 وکان سلفہم محالطین لاسماعیلیۃ آباد اجاد و متاخرین اسماعیلیہ رافضیوں سے  
 المتاخرین من الرافضۃ الدائنین میل جول رکھتے تھے جنہوں نے حلول اور ائمہ  
 ایضاً بالحوالہ لولہیۃ الاسماء مذہباً کی خدائی کا عقیدہ قائم کر لیا تھا، حالانکہ ان کے  
 لم یعرف لا ولہم فاشرب کل واحد اسلاف سے یہ عقیدہ منقول نہیں، اسلئے ہر فرد  
 من الغالیین مذہب الآخر فریق نے ایک دوسرے کا مذہب قبول کر لیا،  
 واختلط کلامہم و تشابہت ان کا کلام گڑبڑ ہو گیا اور ان کے عقائد ایک دوسرے  
 عقائد ہوا، کے مشابہ ہو گئے،

لیکن صحابہ کرام ان گمراہ کن اثرات سے بالکل محفوظ تھے، ان کے سامنے صرف رسول اللہ  
 صلعم کی ذات پاک تھی، جو روحانیت اور اخلاق کا سرچشمہ تھی، صحابہ نے اسی شمع ہدایت  
 سے اقتباس نور کیا تھا، اسلئے ان کے اجزاء تصوف میں روحانیت، اخلاق، عمل  
 عبادت، زہد، توکل، صبر، اور استقامت وغیرہ کے سوا کوئی فلسفیانہ عقیدہ شامل نہیں تھا  
 چنانچہ صوفیہ کرام نے اپنی تصنیفات میں صحابہ کرام کی ان روحانی اور اخلاقی خصوصیات  
 کو نہایت اہمیت کے ساتھ نمایاں کیا ہے، اور ہم ایک خاص ترتیب کے ساتھ ان کو اس  
 موقع پر درج کرتے ہیں،

۱۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۵، اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سادہ تصوف کے تمام عنوانات امام ابو القاسم  
 قرطبی نے اپنے مشہور رسالے میں قائم کر دیئے ہیں، لیکن ان عنوانات کے تحت میں آنحضرت صلعم، صحابہ، تابعین اور  
 مشائخ کے جو واقعات درج کئے ہیں، ان میں بعض جگہ روادہ کے سلسلہ و سند کا ذکر کیا ہے، (بیشیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیے)

حضرت ابوبکر صدیقؓ، تصوف میں حضرات صوفیہ کی سب سے بڑی سند حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں،  
چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الخصالؒ لکھتے ہیں،

صاحب کشف المحجوب درج صدیق اکبرؓ کا واروان الصفا صفة الصدیق ان اردت  
صدیقاً علی تحقیق از آنچہ مقدار اصل ہست و درے اسلش اقطاع دل است از اغیار و در عش  
خلود دل است از دنیا سے غدار دین ہر دو صفت صدیق اکبرؓ است پس امام اہل این  
طریقہ دست انتہی کلام،

حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلے تصوف کا راز حضرت  
ابوبکر صدیقؓ کی زبان نے اشارۃً فاش کیا جس سے اہل فہم نے لطائف اخذ کیے، اور وہ  
رازیہ تھا کہ جب وہ اپنی تمام ملکات سے دست بردار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے تو انھوں نے پہلے خدا کا نام لیا پھر رسول کا اور حقائق تفرید  
میں اہل توحید کے لئے یہ ایک عظیم الشان اشارہ ہے، اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے  
اور بھی بہت سے اشارات ہیں، جن سے اور دوسرے لطائف نکلتے ہیں جو اہل تحقیق کو معلوم ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۶ بعض جگہ ادن کو مرسل چھوڑ دیا ہے، اور زیادہ تر وہ ان واقعات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ ”کہا گیا ہے“ جس واقعے  
کی سند بیان کرتے ہیں وہ بھی کبھی صحیح، کبھی ضعیف اور کبھی موضوع ہوتی ہے، غرض تصوف و رقائق کی کتابوں میں  
جو آثار منقول ہوتے ہیں ادن میں صحیح، ضعیف، اور موضوع ہر قسم کے آثار ہوتے ہیں، (خدا ہی ابن تیمیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹۹۹ء)  
رسم نے اس عنوان میں صحابہ کے متعلق اکثر واقعات کتاب اللع سے لئے ہیں، لیکن تصوف کی عام کتابوں کی طرح اس کا بھی  
یہی حال ہے اسلئے ہم ان تمام واقعات کی صحت کے ذمہ دار نہیں ہیں، ہم نے ان کو صرف اسلئے نقل کر دیا ہے جو  
ہمارے معلوم ہو کہ صوفیہ کا صحابہ کرام کے متعلق کیا خیال تھا، یا انہیں ان میں سے متعدد واقعات احادیث میں بھی مذکور ہیں  
اسلئے مقدمہ دوم صفحہ ۳۶۷،

چنانچہ علامہ ابونصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی کتاب الحج میں لکھتے ہیں،

ولا بی بکر رضی اللہ عنہ معان آخر  
حضرت ابو بکرؓ کی ذات میں اور بھی متعدد معانی جمع ہو گئے  
مما تعلق بها اهل الحقائق وادباب  
تھے جن کے ساتھ اہل حقیقت اور ادب اباب قلوب نے  
القلوب وان ذکسنا جمیع ذلک  
تک کیا جو، لیکن اگر ہم ان سب کو بیان کریں تو  
طال الکتاب،  
کتاب میں طوالت پیدا ہو جائیگی،

مثلاً اون کے توکل کا یہ حال تھا کہ تمام مال خدا کی راہ میں دیدیا اور فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے مینے  
صرف خدا اور اس کے رسول کو چھوڑ دیا جو رعب و تقویٰ کی یہ حالت تھی کہ ایک بار اپنے غلام کے ہاتھ سے  
دو دھڑپیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مشتبہ تھا تو خلق میں اونگلی ڈال کرتے کر دی اخر دم و احتیاط  
کی کیفیت تھی کہ وہ اول شب میں دراد کرتے تھے کہ مبادا سونہ جائیں، اور حضرت عمرؓ آخر شب  
میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ابو بکرؓ نے احتیاط کو پیش نظر رکھا اور عمرؓ نے قوت کو،  
کف لسان کا اس قدر خیال تھا کہ ایک بار وہ اپنی زبان کو بکڑ کر بیچ رہے تھے حضرت عمرؓ کا گذر  
ہوا تو منع فرمایا، اونھوں نے جواب دیا کہ اسی نے تو مجھ کو کن کن گھاٹوں اوتا رہا ہے،  
خاکسار اتنے بڑے تھے کہ ایک بار ایک امیر کی شایعت کی تو اونھوں نے کہا کہ  
یا آپ سوار ہو لیں یا میں خود سواری سے اتر آؤں، بولے نہ تم کو سواری سے اترنا  
چاہیئے نہ مجھ کو سوار ہونا چاہیئے، میرے یہ قدم راہ خدا میں محسوب ہوں گے، زاہد اتنے  
بڑے تھے کہ مرض الموت میں اون کے جسم پر زعفرانی یا گیر دے رنگ کا جو کرتا تھا، اس کو اتر وا  
لیا، اور کہا کہ اس کو دھو ڈالو، حضرت عائشہؓ نے وجہ پوچھی تو بولے کہ مردے سے زیادہ زبرد

لوگوں کو تے کپڑے کی ضرورت ہے، کبر و غرور سے استغفار پاک تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے غرور سے زمین پر اپنا کپڑا لٹکایا خدا قیامت کے دن اس کی طرف آنکھ اڑھٹھا کے نہیں دیکھے گا، تو بولے کہ میرے کپڑے کا ایک جانب اگر اٹھیا نہ کروں تو لگتا ہے، لیکن آپ نے فرمایا کہ تم غرور سے ایسا نہیں کرتے یہ بخاری کی روایت ہے لیکن ابو داؤد میں یہ الفاظ ہیں کہ خدا نے تم سے غرور کو نکال لیا ہے، استغفات اور خود کاری کا یہ حال تھا کہ اونٹنی کی ہمار زمین پر گر پڑتی تھی، لیکن کسی سے اونٹھانے کی فرمائش نہیں کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، لیکن اون کے تمام روحانی اخلاق میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ اونکا صبر و ثبات ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تمام صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ تک استغفار بجز اس ہو گئے کہ اون کو آپ کی وفات یقین ہی نہیں آتا تھا، لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ اس موقع پر نہ صرف خود ثابت قدم رہے، بلکہ تمام صحابہ کو ثابت قدم رکھا، چنانچہ اونھوں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو اپنے مکان سے جہاں مقامِ سخن میں واقع تھا گھوڑے پر سوار ہو کر چلے، اور مسجد میں آئے، لیکن کسی سے بات چیت نہیں کی، اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاش مبارک کا رُخ کیا، اور آپ کے چہرے سے کپڑا اڑھٹھا کر بوسہ لیا، اور روئے، اس کے بعد لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا،

سلا یہ تمام اقوال ازوالہ الخلفاء، مقصد دوم صفحہ ۲۱-۲۲-۲۳-۲۴ میں بحوالہ مذکور ہیں، اور اسوۂ صحابہ جلد اول میں بھی بعض واقعات گزر چکے ہیں،

اما بعد من کان منکم یعبد حمدا فان حمدا  
قد مات ومن کان منکم یعبدا الله فان  
الله حی لا یموت قال الله وما محمد  
الا رسول قد خلت من قبله الرسل

ابا بعد تم میں جو لوگ محمد کی پرستش کرتے تھے اور ان کو  
معلوم ہو جانا چاہیے کہ محمد کا وصال ہو چکا، اور جو لوگ  
خدا کو پوجتے تھے، اور کا خدا زندہ ہے، مرا نہیں، خدا  
خود کتنا ہی محمد صرف ایک پیغمبر ہیں، اور ان سے

پہلے بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں،

لوگوں پر اس خطبے کا یہ اثر پڑا کہ سب نے اس آیت کو یاد کر لیا، اور کوئی شخص ایسا نہ رہا  
جو اس کی تلاوت میں مصروف نہ ہو، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت ابو بکرؓ سے  
یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے پاؤں میرے جسم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، اور میں  
زمین کی طرف جھکا جاتا ہوں،

کسی نے حضرت ابو العباس بن عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کوئی اناربا نہیں؟ ان کے کیا  
معنی ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ابو بکرؓ کی طرح ہو جاؤ کیونکہ جب رسول اللہ  
صلعم کا وصال ہوا تو تمام مسلمانوں کے دل لرز گئے، لیکن حضرت ابو بکرؓ کے دل کو جنبش نہیں  
ہوئی، اور انھوں نے یہ خطبہ دیا یا ایہا الناس من کان یعبد محمداً انما اور ربانی کا وصفت تباری  
صرف یہ ہے کہ وہ حوادث عالم بھی جو مشرق و مغرب میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں، اس کے  
دل پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے،

جب غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت الحاح و زاری کے ساتھ یہ دعا

فرمائی،

اللهم ان تھلك هذا العصابة لم  
تعب في الارض، خداوند اگر مسلمانوں کا یہ چھوٹا سا گروہ ہلاک ہو گیا  
تو پھر دنیا میں تیری پرستش نہو گی،

تو اس موقع پر بھی حضرت ابو بکرؓ کے صبر و ثبات کی تائیس ہوئی، اور انھوں نے فرمایا  
کہ آپ اس طلب و سوال کو چھوڑ دیجیے، خدا نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اسکو پورا کرے گا،  
اس موقع پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حالت میں کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم  
و استقلال میں فرق آگیا، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ثابت قدم رہے؟ حالانکہ تمام اصحاب  
میں آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اکمل و افضل تھے، لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ سے زیادہ عالم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ تمام صحابہ سے زیادہ  
قوی الایمان تھے، اسلئے اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کی ثابت قدمی اور ان کی قوت ایمانیہ  
کا نتیجہ تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب آپ کے وفور علم کی بنا پر تھا، اسی وفور علم کا  
نتیجہ تھا کہ جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا، حالانکہ اور صحابہ پر  
اسکا کچھ اثر نہیں پڑتا تھا، آپ نے خود فرمایا ہے،

لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا و  
لبکتم کثیرا، جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور  
روتے بہت،

اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقامات تصوف کی امتیاز نہایت مشکل ہے، مثلاً یہی صبر و ثبات  
جس طرح تصدیق، ایمان اور یقین کامل کا نتیجہ ہے، اسی طرح یہ وصف قنات اور سنگدلی  
سے بھی پیدا ہو سکتا ہے، چنانچہ شاہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں،



وگا ہے صورت مبر شلاً با سختی دل مشتبه گردد و توکل با تہور مختلف شود علی ہذا القیاس محققین

صوفیہ علامات و خواص برائے امتیاز یکے از دیگرے بیان کنند،

لیکن حضرت ابو بکرؓ کا صبر و ثبات سنگدلی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ قوت یقین کا نتیجہ تھا، ورنہ وہ فطرۃً نہایت رقیق القلب تھے جتنا پتہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے،

کان ابو بکر سرجلاً بکاء اذا تراعى ابو بکر پڑے روئے والے آدمی تھے جب قرآن پڑھے

القرآن لایملک عینہ، تھے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہیں پاتے تھے،

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر اگر چہ اون کی قوت ایمانیہ کا ظہور غیر معمولی صبر و ثبات کی صورت میں ہوا تاہم اون کی اصلی فطرت نمایان رہی، اسلئے انھوں نے پہلے آپ کے چہرہ مبارک کا بوسہ لیا اور روئے، اسکے بعد صحابہ کی طرف خطاب کیا،

حضرت عذراوق، کتاب الملعین ہے،

ولا ھل الحقائق اسوۃ و تلقی بعمر رضی اللہ

عنه بمعانی خص بذلک عمر رضی اللہ عنہ کی بنا پر جو ان کے ساتھ مخصوص ہیں ایک نمونہ ہے،

من اختیار لا یس المر قعۃ والخشونۃ مثلاً پیوند لگے ہوئے سوتے جھوٹے کپڑے کا پہننا،

و ترک الشہوات واجتناب الشہوات و خواہشات نفسانی کا ترک کرنا، شہوات سے بچنا،

اظہار الکلمات و قلة الحیا لا تہ من کلمات کا ظاہر کرنا، قیام حق کے لئے ملا مت غفلت

لا تہم الخلق عند انتصاب الحق و محق کی بہت کم پروا کرنا حقوق میں قریب و بید و نزدیکو

لے از انہ انفا و مقصد دوم صفحہ ۱۱۲۱

الباطل و مساوۃ الاقارب و الاباعد  
فی الحقوق و التمسک بالاشد من الطاعات  
چیزین اون سے مروی ہیں، لیکن اون کے بیان  
میں طوالت ہے،

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفایں اس طوالت کو گوارا کر لیا ہے، اور تصوف  
فاروقی پر ایک مستقل رسالہ لکھ دیا ہے جس کی تہذیب و مقدمات سے کی ہے، اور پہلے مقدمہ  
میں تصوف کے تین اصول بتائے ہیں،

(۱) ایک یہ کہ تصوف کا دار مدار تمام تر یقین پر ہے، لیکن جو یقین تقلید و استدلال سے حاصل  
ہوتا ہے وہ تصوف میں معتبر نہیں بلکہ وہ یقین معتبر ہے جو اعمال خیر مثلاً روزہ، نماز اور  
ذکر و تلاوت سے پیدا ہوتا ہے، اگرچہ تمام مسلمان یہ اعمال ادا کرتے ہیں لیکن یقین ہر شخص  
کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اوس کے لئے تین شرطیں ہیں، (۱) اخلاص فی العمل (۲) کثرت  
مقدار عمل مثلاً تہجد، اشراق اور اذکار صبح و شام (۳) کیفیت عمل مثلاً حضور، خشوع  
ترک حدیث نفس وغیرہ، قرآن و حدیث میں علم الاحسان یعنی علم تصوف کی تفسیر  
انہی اصول ثلاثہ کے موافق کی گئی ہے،

(۲) یقین پیدا ہونے کے بعد یقین طبیعت، نفس اور قلب کے درمیان سے مقامات  
پیدا ہوتے ہیں جن میں بہترین مقامات دس ہیں، توبہ، زہد، صبر، شکر، رجا، خوف  
توکل، رضا، فقر اور محبت، ان کے علاوہ اور مقامات بھی ہیں مثلاً تشدد و تواضع وغیرہ  
اور خود آنحضرت صلعم نے متعدد صحابہ کو ان مقامات کی بشارت دی ہے، مثلاً صدیقیہ

محدثہ، شہید تہ، اور حرارت، لیکن یہ مقامات بعض اوقات مشتبہ ہو جاتے ہیں، مثلاً صبر اور سنگدلی میں اشتباہ ہو جاتا ہے، اور توکل و تہور کی حقیقت ملتبس ہو جاتی ہے، اسلئے صوفیہ نے ان کے امتیاز کے لئے ان کے خواص و علامات بتائے ہیں،

(۳) جب یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے، تو انسان جو کچھ کہتا ہے، اور جو کچھ کرتا ہے اسی یقین سے کرتا ہے، اور یہ اس کی ایک ستر عادت ہو جاتی ہے اور تمام لوگوں کو یہ راز علانیہ معلوم ہو جاتا ہے، جس کے دو ذریعہ ہیں، کرامات، اور تربیت مریدین،

حضرت فاروق اعظم نے تصوف کے یہ تمام مدارج قولاً و فعلاً نہایت تفصیل کیساتھ بیان کیے ہیں، اور مختلف حالات میں مواظبہ، بند و نصیحت اور خط و کتابت کے ذریعہ سے صحابہ و تابعین کی صوفیانہ تربیت فرمائی ہے، اسلئے شاہ صاحب کے الفاظ میں علمی حیثیت سے

اد اعلم صوفیہ است بعلوم تصوف در امت موجود

دوسرے مقدمے میں عام متنازع اور حضرت فاروق اعظم کی کرامات و مقامات میں جو عظیم الشان فرق ہے، اس کی تفصیل کی ہے، مثلاً عام متنازع کے مقامات صرف قرآن و امارت سے معلوم ہو سکتے ہیں فرض کرو کہ ایک شخص پر مصیبت میں رقت طاری نہیں ہوتی اسلئے یا تو ہم خود کہہ سکتے ہیں کہ وہ مقام صبر تک پہنچ گیا ہے، یا وہ خود اپنے ذوق و جدان کی بنا پر اس کی خبر و سیکتا ہے، لیکن یہ دونوں صورتیں قابل اطمینان نہیں ہیں، کیونکہ تصوف میں اکثر مقامات فاضلہ اور صفات طبعیہ میں

اشتباہ ہو جاتا ہے، اور ایک وصف دوسرے وصف کی شکل میں نظر آتا ہے، اسلئے کرامات و مقامات کی شناخت ایک ظنی چیز ہے جو صرف اوس شخص سے حسن عقیدت یا رادیوں کے حسن ظن کی بنا پر تسلیم کی جاسکتی ہے، لیکن حضرت فاروق اعظم کے مقامات تصوف خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نص و بشارت سے ثابت ہوئے ہیں، اور روایت متفقہ ہے ان کو اس قدر یقینی کر دیا کہ ان پر اجمالاً ایمان لانا فرض ہو گیا ہے، اس کے بعد شاہ صاحب نے حضرت عمر فاروق کے مقامات تصوف کو ایک فلسفیانہ انداز سے بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں،

”خدا نے نفس انسانی کو دو تومین عطا فرمائی ہیں، ایک قوت عالمہ اور دوسری قوت عاقلہ جب قوت عالمہ کی تہذیب اپنے درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے، تو اسی کا نام عصمت ہو جاتا ہے، اور قوت عاقلہ کی تہذیب کے درجہ کمال کا نام وحی ہے، عام طور پر لوگ ان دونوں قوتوں کے درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے، البتہ ان کے نمونے اور قائم مقام موجود ہیں، اور جب یہ دونوں قائم مقام جمع ہو جاتے ہیں تو ان سے مختلف نتائج کا ظہور ہوتا ہے، مثلاً ایسا شخص لوگوں کا مرشد یا کسی پیغمبر کا خلیفہ ہو جاتا ہے، اس کا واسطہ وحی کی قائم مقام محدثیت، فراست، اور وحی کے ساتھ موافقت رائے ہے، عصمت کا قائم مقام یہ ہے کہ شیطان ایسے کامل ترین شخص کے سائے سے بھی بھاگ جائے، اور ان دونوں قائم مقاموں کے اجتماع سے شہیدیت کا درجہ اور پیغمبر کی نیابت کا استحقاق حاصل ہوتا ہے، اس تفصیل کو پیش نظر رکھ کر اگر حضرت عمرؓ کے فضائل و مناقب پر نظر ڈالی جائے تو

معلوم ہوگا کہ اون میں یہ اوصاف کس قدر پائے جاتے تھے،

حدیث شریف میں آیا ہے،

لقد کان فیہا کان قلیکم من الامم محمد ثون فان  
یکن فی امتی احد فمعو عمر بن الخطاب،  
تم سے پہلے جو لوگ گزرے اون میں محدثین تھے، اگر  
میری امت میں کوئی محدث ہو تو وہ عمر بن خطاب ہیں

ایک اور روایت میں آیا ہے،

لوکان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب  
اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہو تو وہ عمر بن خطاب ہوتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک بات کہتے تھے، اور اسکی  
تصدیق میں قرآن نازل ہوتا تھا،

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ اصحاب رسول اللہؐ میں جب اختلاف ہوتا تھا، تو  
تو قرآن حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا،

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلم نے فرمایا،

ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه  
خدا نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر موتوں رکھ دیا ہے،

آپ نے فرمایا،

یا عمر ما لیک الشیطان ساکاً فحاً  
اے عرجب شیطان تم سے کسی راستے میں ملتا ہے تو

اپنا راستہ بدل دیتا ہے،

الاسلک فحاً غیر فحک

حضرت عثمانؓ، حضرت عثمانؓ کے صوفیانہ اخلاق میں تمکین و استقامت شرم و حیا،  
اور دخول فی الساعات سب سے زیادہ نمایاں ہیں، اون کی تمکین و استقامت کا حال تھا

کہ جس وقت وہ شہید کیے گئے، اپنی جگہ سے مطلق جنبش نہیں کی، کسی دوسرے کو نہ اُفت کرنے کا حکم نہیں دیا، اور قرآن کو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ جب شہید ہوئے تو قرآن مجید شراور ہو گیا اور آیت فیکفیکم اللہ و ہوا سمیع العلیٰ تم پر ان کے خون کے قطرے ٹپکے، شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ کھر کا دروازہ بند ہوتا تھا، لیکن کپڑا اُتار کر نہیں تھاتے تھے، حجۃ اللہ الباقیہ میں شاہ صاحب نے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں،

انی اغتسل فی البیت المظلم فانطوی  
حیاء من اللہ تعالیٰ  
میں تاریک گھر میں بھی نہ اُتار ہوں تو خدا کی شرم سے  
بیچ و تم کھاتا رہتا ہوں،

اور لکھا ہے کہ

وہو غیر الحیاۃ الذی ہو من مقامات  
النفس و یتولد من رادیۃ عزۃ اللہ  
اور یہ حیا اوس جیسے مختلف ہے جو مقامات نفس سے ہے  
یہ حیا خدا کی عزت اور جلال کے دیکھنے سے اور اوس کے  
ساتھ یہ خیال کرنے سے کہ میں اوس کے حق کے ادا  
کرنے سے قاصر ہوں، اور انسانی گندگی کے ساتھ  
القیامہ مجھے و تلبسہ بالادناس  
البشریہ  
لوٹ ہوں پیدا ہوتی ہے،

احادیث میں بھی اولیٰ کے جو فضائل و مناقب مذکور ہیں، اول میں یہ وصف نمایان نظر آتا ہے، یہی  
ہے کہ ان کو صاحبِ حیا و الایمان کہا جاتا ہے، دخول فی السعۃ انبیاء اور صدیقین کا مخصوص  
وصف ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان ایک چیز کے اندر داخل بھی ہو، اور اوس سے خارج

لہ مستدین جنبل جلد سوم، مستدین، ص ۱۱۱ حجۃ اللہ الباقیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱

بھی ہو، ہر چیز کے ساتھ بھی ہوا اور ہر چیز سے الگ بھی ہو، یحییٰ بن معاویہ صوفی کے اوصاف پوچھے گئے تو انھوں نے کہا کہ لوگوں کے ساتھ بھی ہوا اور لوگوں سے جدا بھی ہو، حضرت ابن الجلاء سے پوچھا گیا کہ نقیر صادق کس کو کہتے ہیں؟ بولے کہ وہ جس چیز کو لے غیروں کے لیے لے، اپنے لیے نہ لے، حضرت عثمانؓ کی بھی یہی حالت تھی، چنانچہ انھوں نے ابتدائے اسلام میں جو فیاضیاں کیں وہ اسی وصف کا نتیجہ تھیں، خود اذکار کا بیان ہے کہ اگر اسلام کی ضروریات کے پورا کرنے کا خیال نہ ہوتا تو میں اس مال و دولت کو ہرگز جمع نہ کرتا،

سہل بن عبد اللہ کا قول ہے کہ یہ درجہ صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو خدا سے حکم کو جانتا ہے، خدا جب اس قدر مال کے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے وہ خرچ کرتا ہے، اور اگر رک دیتا ہے تو رک جاتا ہے، وہ مال و دولت کو حقوق کے لیے محفوظ رکھتا ہے، نہ کہ غلطی کے لیے، اس کی مثال بعدینہ ایک دلیل کی ہوتی ہے، جو اپنے موکل کے مال میں مالکانہ تصرف تو کرتا ہے، لیکن اس کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا،

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، صوفیہ کے نزدیک حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ علم تصوف کا ماخذ ہیں، انھوں نے خود ایک موقع پر اپنے قلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں ایک علم ہے، کاش میں اس کا حال پاتا، جنید بغدادی کا قول ہے کہ اگر وہ لڑائیوں میں مشغول نہ رہتے، تو ہم کو اس علم (تصوف) کے بہت سے نکات بتا جاتے، کیونکہ ادن کو علم لدنی حاصل تھا، با اینہم انھوں نے بہت سی ایسی باتیں بتائی ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے، مثلاً ایک شخص نے ادن سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، ہر یقین، عدل

اور جہاد پھر صبر کے دس مقامات کی تفصیل بیان کی، صاحب کتاب اللع اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں،

فان صحرا ذلک عنہ فہو اول من تکلم  
اگر اوں سے یہ روایت صحیح ہو تو وہ پہلے شخص ہیں جن نے  
فی الاحوال والمقامات، مقامات اور احوال کی تفصیل بتائی،

صوفیانہ حیثیت سے اوں کو تمام صحابہ پر یہ فضیلت حاصل ہو کہ انھوں نے بہت سے صوفیانہ نکات  
بیان کیے ہیں اور بیان کو معافی اور احوال پر فضیلت حاصل ہو، خدا جو کہتا ہو،  
ہذا بیان للناس، یہ لوگوں کے لیے بیان ہو،

علمی حیثیت کے علاوہ علمی اور اخلاقی حیثیت سے بھی وہ صوفیہ کے لئے نمونہ و مثال ہیں،  
اوں کے نزدیک یہ حال تھا کہ ایک بار بیت المال کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آے  
دینار و درہم میرے علاوہ کسی کو اپنا فریفتہ بناؤ، ایک بار انھوں نے حضرت  
عمر بن الخطاب سے کہا کہ ”اگر اپنے آقا سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص میں چونک لگاؤ،  
پانچ سو ٹانگو، اپنے رشتہ امید کو کوتاہ کر دو، اور پیٹ بھر کر کھانا دکھاؤ، ایک بار انھوں نے  
مزدوری کر کے کچھ کھجوریں حاصل کیں، اور اوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جن کو  
آپ نے وجہ معاش میں صرف کیا، جب وہ شہید ہوئے تو امام حسنؑ نے کوفہ کے ممبر پر  
چڑھ کر کہا کہ اے کوفہ والو! امیر المؤمنین تمہارے سامنے شہید ہوئے لیکن خدا کی قسم  
انھوں نے دنیوی چیزوں میں صرف چار سو درہم چھوڑے ہیں جن کو انھوں نے ایک غلام  
کے خریدنے کے لیے علیحدہ کر لیا تھا،



ادن کے خوف خدا کا یہ حال تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو کانپ اٹھتے تھے اور  
 ادن کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، اس حالت میں لوگ ادن کا حال پوچھتے تھے تو فرماتے  
 تھے کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت گیا جس کو خدا نے آسمان وزمین، اور پہاڑوں کے  
 سامنے پیش کیا، لیکن ادنہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے  
 مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا، اب میں نہیں جانتا کہ میں اس امانت کو اچھی طرح ادا کر سکوں گا  
 یا نہیں؟ اس قسم کے واقعات کو نقل کر کے صاحب کتاب الملح لکھتے ہیں،

وہی رضى الله عنه اشياء فذلک کثیر من الاحوال حضرت علیؑ کے اس قسم کے بہت سے احوال اخلاق  
 والا خلق ولافعال التي یعلق بها ارباب القلوب اور افعال ہیں جن کے ساتھ اہل دل، اہل اشارات  
 و اہل الانشارات و اہل المواجه من الصوفیہ اور اہل وجد صوفیہ متمسک کرتے ہیں،

اصحاب صفہ اکثر صحابہ مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار یعنی زراعت اور تجارت وغیرہ  
 بھی کرتے تھے، لیکن ان بزرگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت  
 پذیری پر وقف کر دی تھی، ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کر لیتے تھے تو اس  
 حلقہ سے نکل جاتے تھے،

یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے رات کو ایک چوتھے  
 پر پڑھتے، عربی زبان میں چوتھے کو صفہ کہتے ہیں، اور اسی بنا پر ان بزرگوں کو اصحاب صفہ  
 کہا جاتا ہے، ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہ بند و دون چیزیں کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں  
 چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ راتوں تک لٹک آتی، حضرت ابو ہریرہؓ بھی انہی

بزرگوں میں تھے اور نکاح بیان ہو کہ میں اہل صفہ میں سیرا شخص کو دیکھا کہ ادن کے کپڑے  
ادن کی راتوں تک بھی نہیں پہنچتے تھے، اسلئے جب نماز پڑھتے تھے اور رکوع میں جاتے  
تھے تو کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے سمٹ لیتے تھے کہ کشف عورت نہ ہو جائے، ایک بار مسجد نبوی  
میں ان بزرگوں کا حلقہ تلاوت قائم تھا، لیکن ادن میں ہر شخص دوسرے سے مل کر بیٹھا تھا  
تاکہ ایک کی دوسرے کے ذریعہ سے پردہ پوشی ہو،

معاشر کا طریقہ یہ تھا کہ ادن میں ایک ٹولی دن کو جنگل سے کڑیاں چن لاتی اور  
بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا میا کرتی اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے  
اور مسجد کی چھت میں لٹکا دیتے، کھجوریں جو ٹپک ٹپک کر گرتی ہیں یہ لوگ اٹھا کر کھالیتے، کبھی  
دودو دن کھانے کو نہیں ملتا تھا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے  
اور نماز پڑھتے، یہ لوگ اگر شریک نماز ہوتے، لیکن بھوک اور ضعف سے عین نماز کی حالت میں  
گر پڑتے، باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ دیوانے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
جب کہیں سے صدقہ آتا تو مسلم ادن کے پاس بھیج دیتے، اور جب دعوت کا کھانا آتا تو وہ بکھڑکھڑاتے  
اور ادن کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے، اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مہاجرین اور  
انصار پر تقسیم کر دیتے، یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دودو کو اپنے ساتھ  
لے جائے اور کھانا کھلائے،

حضرت سعد بن عبادہؓ نہایت فیاض اور دولت مند تھے، وہ کبھی کبھی انہی انہی  
مہانوں کو اپنے ساتھ لیکر جاتے،

آنحضرت صلعم کو ان کے ساتھ نہایت انس تھا، اون کے ساتھ مسجد میں بیٹھتے، اون کے ساتھ کھانا کھاتے، اور لوگوں کو اون کی تنظیم و کریم پر آمادہ کرتے، ایک بار اہل صفہ کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوی میں شکایت کی کہ کھجور دن نے ہمارے پیٹ کو جلادیا، رسول اللہ صلعم نے اون کی شکایت سنی تو اون کی دلہی کے لئے ایک تقریر کی جس میں فرمایا، یہ کیا ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ہمارے پیٹوں کو کھجور دن نے جلادیا، کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ کھجور ہی اہل مدینہ کی غذا ہے، یہ لوگ اسی کے ذریعہ سے ہماری مدد کرتے ہیں، اور ہم بھی انہی کے ذریعہ سے تمہاری مدد کرتے ہیں، خدا کی قسم ایک دو دھینہ سے رسول اللہ کے گھر میں دھوان نہیں اٹھتا ہے، صرت پانی اور کھجور پر بسر و قات ہے،

آپ ان لوگوں کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ جب ایک دفعہ آپ سے حضرت فاطمہ زہراؑ نے درخواست کی کہ ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں، مجھ کو ایک کتیز عنایت ہو تو فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو دوں اور اہل صفہ بھوکوں مرین، خود قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے ان کا ذکر نہایت غمخواری کے لہجے میں کیا ہے،

للفقراء الذين احصوا ۱	صدقہ ذر کوۃ اون فقر اکیلے ہیں جو خدا کی راہ میں دک
فی سبیل اللہ الا یہ	رکھے گئے ہیں، (اس لئے کسب معاش نہیں کر سکتے)
ولا تظن الذين يدعون سبهم الا یہ	اون لوگوں کو نہ دو کار و جو صبح و شام خدا کو پکارتے
وا صبر نفسك مع الذين يدعون	تم بھی اون لوگوں کے ساتھ صبر کرو جو
سبهم الا یہ،	اپنے خدا کو پکارتے رہتے ہیں،

ایک بابر ان میں ایک بزرگ حضرت ابن کثوم کے ساتھ ایک خاص موقع پر رسول اللہ  
صلعم نے بہ مصلح بے اعتنائی فرمائی تو یہ عتاب آمیز آیت نازل ہوئی،

عس و تولى ان جاءك  
الاعمال،  
اوس نے منہ بنا لیا، اور پیٹھ پھیر لی، جبکہ اوس کے  
پاس ایک اندھا آیا،

اس کے بعد جب آپ اون کو دیکھتے تو محبت اور عزت کے لہجے میں فرماتے،

يا من عاتقني فيه سبى  
عنا وجل،  
اے شخص جس کے بارے میں مجھ پر برے خدا نے  
عتاب کیا،

ان بزرگوں کا مشغلہ یہ تھا کہ راتوں کو عموماً عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھتے رہتے ان کے  
لیے ایک معلم مقرر تھا جس کے پاس رات کو جا کر پڑھتے، اسی بنا پر ان میں سے اکثر لوگ  
قاری کہلاتے، اور اشاعت اسلام کے لئے کہیں بھی جانا ہوتا تو یہی لوگ بھیجے جاتے،

مام صحابہ، خلفائے راشدین اور اہل صفہ کے بعد عام صحابہ کا درجہ ہی جن کے متعلق صحابہ  
کتاب الملع کہتے ہیں،

فاما غير اهل الصفة فقد روى  
عن كل واحد منهم ما انفردوا به  
وخصوا به من الاحوال الرضية والاعمال الركية  
ومكادهم الاخلاق ما تعلق بهم  
الصفہ کے علاوہ صحابہ ہیں، ان میں ہر ایک کے  
متعلق بہت سے پسندیدہ حالات، پاک اعمال، اور مکارم  
اخلاق مروی ہیں، اور ان سے اہل حقیقت نے  
استنا و کیا، لیکن ان کے ذکر میں طوالت ہو، اسلئے

اسی حالات سیرۃ النبی اور کتاب الملع سے لئے گئے ہیں، سیرۃ النبی کے الفاظ میں بھی ہم نے بہت کم تغیر کیا ہے،

اہل الخلق من المبتدوۃ، ویکثر  
 ذکر ذلک و لکن نذکرہ فالیستدل  
 بذکر علی ما لم نذکرہ  
 ہم صرت اوس کا مختصر احصاء بیان کر دیتے ہیں،  
 تاکہ جو کچھ بیان نہیں کرتے، ان کے ذریعے سے اپنے  
 استدلال کیا جائے،

چنانچہ صوفیہ نے اپنے ذوق کے مطابق ان کے جن اقوال و افعال سے استناد کیا ہے، انہیں  
 بعض مرقق باتیں حسب ذیل ہیں،

حضرت عمران بن حصینؓ عذاب آتشی کے خوف سے فرماتے تھے کہ کاش میں خاک کا  
 ذرہ ہوتا اور ہوا جھکواڑا لے جاتی، لیکن میں پیدا نہ ہوا ہوتا،  
 جب یہ آیت نازل ہوئی

وان جہنم لم وعدہم اجمعین،  
 تو حضرت سلمان فارسی نے اس کو سنکر ایک چنچاری اور سر پر ہاتھ رکھ کر بھاگے اور متصل  
 تین دن تک غائب رہے،

حضرت ابو الدرداءؓ کا بیان ہے کہ میں جاہلیت میں ایک تاجر تھا، اس کے بعد جب  
 اسلام آیا تو تجارت اور عبادت دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہا لیکن دونوں چیزیں جمع نہ ہو سکیں  
 اسلئے عبادت کو اختیار کر لیا،

حضرت ام الدرداءؓ سے پوچھا گیا کہ ابو الدرداءؓ کی بہترین عبادت کیا تھی؟ بولیں  
 تفکر اور اعتبار،

لیکن ان کی صحت کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے خود حضرات صوفیہ پر ہے،

حضرت ابو ذر کا بیان ہے کہ خدا کے تعلق نے میرا کوئی دوست باقی نہیں رکھا، قیامت کے خوف نے میرے بدن پر گوشت تہین چھوڑا، اور ثوابِ آخرت کے یقین نے میرے گھر میں کوئی چیز نہیں رہنے دی،

جیب بن مسلمہ نے اون کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے، لیکن اونھوں نے واپس کر دیئے، اور کہا کہ ہمارے یہاں بکریان ہیں جن کو ہم دوہتے ہیں، ایک سواری ہے جس پر سواری ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ہکو کسی چیز کی ضرورت نہیں،

ایک شخص نے حضرت ابو عبیدہؓ سے سوال کیا، لیکن اونھوں نے اوس کو واپس کر دیا، پھر دوبارہ آیا اور سوال کیا تو اوس کو کچھ دیا، اور فرمایا کہ خدا ہی نے تجھے دیا اور خدا ہی نے تجھے واپس کیا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ دو مکروہ چیزیں یعنی موت اور فقر کس قدر محبوب ہیں، ان میں سے جس چیز کے ساتھ ابتداء کی جائے میں اوس پر راضی ہوں، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حوضِ پرورہ لاغواں دام لوگ وارد ہوں گے کہ جب رات آتی ہے تو وہ رنج و غم کے ساتھ اوسکا استقبال کرتے ہیں،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم حجرہ لوگ عہد نبوت میں صرف مسجد میں سوتے تھے ہمارے پاس کوئی مکان نہ تھا،

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے تھے کہ میرے لیے سب سے زیادہ خوشگوار دن وہ ہوتا ہے

جب میں اہل و عیال کے پاس جاتا ہوں اور وہ اپنی تنگدستی کا گلہ کرتے ہیں، اونکا قول ہے کہ ایک گھنٹے کی خواہش نفسانی انسان کو طویل رنج و غم میں مبتلا کر دیتی ہے، حضرت ابو ذرؓ ایک میل چلے لیکن اوس میں خدا کو یاد نہیں کیا، پھر پلٹ کر ایک میل تک خدا کو یاد کرتے ہوئے چلے اور اخیر میں پہونچ کر کہا کہ خداوند ابو ذرؓ کو نہ بھولنا کیونکہ وہ تجھ کو نہیں بھولتا،

حضرت عدی بن حاتمؓ حبشیوں کو روٹی چوراکر کے کھلا یا کرتے تھے، کیونکہ اون کو اونپر رحم آتا تھا،

حضرت زرارہ ابن اونیؓ نے ایک مسجد میں امامت کی اور یہ آیت

فاذا انقضى النافذ لك يومئذ عيبد  
جب مور بھڑکا جائیگا تو یہ نہایت سخت دن ہوگا،

پڑھی تو زمین پر گر کر جان دیدی،

اس قسم کے بہت سے اقوال کتاب الملح میں مذکور ہیں، اور تصوف کی دوسری

کتابوں میں بھی مل سکتے ہیں، لیکن محدثانہ حیثیت سے اون کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اسلئے ہم اون کو قلم انداز کرتے ہیں،

تصوف صحابہ کی حقیقت، تصوف کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، لیکن تصوف کی جو حقیقت صحابہ کرام کی روحانیت اور اخلاق کا معیار قرار دیا جاسکتی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل ہے،

”تشریعت نے جن چیزوں کو واجب یا حرام قرار دیا ہے، اونہی کا نام عمل ہے، لیکن ان اعمال میں

یہ حیثیت ملحوظ ہے کہ وہ ایسے روحانی اوصاف کو پیدا کرین جو قیامت کے دن روح کے لیے  
 مفید یا مضربوں، وہ ان اوصاف کو بڑھائیں، اور ان کی وضاحت کریں، اور اس کا قاب  
 اور حجم بنیں، اب ان اعمال پر وہ حقیقتوں سے بحث کیجا سکتی ہو، ایک تو یہ کہ وہ تمام لوگوں کیلئے  
 لازم اور ضروری کر دیئے جائیں جس کا بہترین طریقہ یہ ہو کہ وہ مواقع انتخاب کیئے جائیں،  
 جہاں ان اعمال سے یہ روحانی اوصاف پیدا ہو سکیں اور ایسا واضح طریقہ اختیار کیا جائے کہ لوگوں  
 سے علی روس الاشہاد اور پر مواخذہ کیا جاسکے تاکہ وہ جیلو الہ نہ کر سکیں اس کے لیے یہ ضروری ہے،  
 کہ ان کی بنیاد ضبط و اعتدال پر قائم کی جائے، دوسری حیثیت یہ ہو کہ ان اعمال سے لوگوں کی  
 تہذیب نفس ہو، اور ان سے جن روحانی کیفیات کا پیدا کرنا مقصود ہو، وہ پیدا ہو سکیں، اس کا  
 بہترین طریقہ یہ ہو کہ سب سے پہلے وہ روحانی اوصاف معلوم کر لئے جائیں پھر یہ بتایا جائے کہ یہ  
 اعمال انکو کیوں پیدا کر سکتے ہیں؟ لیکن اسکی بنیاد ایک تودوق سلیم پر ہو، اور دوسرے اس پر  
 کہ خود صاحب شریعت پر انکو محمول کر دیا جائے، پس پہلی حیثیت سے جو علم ان اعمال سے بحث  
 کرتا ہو وہ علم شریعت ہو، اور دوسری حیثیت سے ان پر علم الاحسان (علم تصورات) میں بحث کی جائے  
 اس بنا پر جو لوگ علم الاحسان کے مباحث پر نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں ان کو وہ چیز دن کی ضرورت ہو،  
 ایک تو یہ کہ خود ان اعمال پر نگاہ رکھیں کہ وہ اوصاف مطلوبہ تک پہنچاتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ  
 بسا اوقات یہ اعمال ریاکاری، شہرت طلبی اور ارفع و عادت کی بنا پر کیئے جاتے ہیں،  
 اور ان میں اثر اٹانے، احسان کرنے، اور اذیت دینے کا جذبہ شامل ہو جاتا ہے، اور اوقات میں  
 ان کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، اور بسا اوقات وہ اس طرح انجام پاتے ہیں کہ نفس کو اذیت



ایسا تنبہ نہیں حاصل ہوتا جو حسین کے خایان شان ہو اگر یہ بعض لوگ ادا نہ بھی تنبہ حاصل کر لیتے ہیں مثلاً جو شخص صرف فرض کو ادا کرتا ہو اور اس کی کیفیت اور مقدار میں کچھ اٹھانہ نہیں کرتا وہ زکی نہیں کہا جاسکتا، دوسری ضرورت یہ ہو کہ وہ خود ادا نہ رد جانی اوصاف پر نگاہ رکھیں، ادا نہ کو جانیں پہچانیں، اور علی وجہ البصیرۃ اعمال کو بجا لائیں تاکہ وہ اپنے نفس کے طیب ہوں،

اسی فن کا نام علم الاحسان ہے،

”اور اس میں جن اصولی اخلاق سے بحث کی جاتی ہو وہ چار ہیں،

- (۱) ایک طہارت جو انسان کو عالم ملکوت سے مشابہ کر دیتی ہے،
- (۲) دوسرے عجز و نیاز جو عالم جبروت کی جھلکیاں دکھاتے ہیں،
- (۳) تیسرے سماعت جس کا منشا یہ ہو کہ قوت علیہ محرکات بھیمت مثلاً حصول لذت، انتقام غصہ، اور بغل اور جاہ وغیرہ کے تابع نہ ہو، سماعت ہی سے متعدد اخلاق پیدا ہوتے ہیں یعنی اگر تشکم پڑی اور شہوت رانی کی خواہش کے ساتھ اوسکا لحاظ کیا جائے تو اوس کا نام عفت ہو اور اگر عیش طلبی کے ساتھ اوسکو ملایا جائے تو اوس کا نام زہد و تقشف ہے، اور اگر پریشانی اور گھبراہٹ کے ساتھ اوس کو غلو کیا جائے تو اوس کا نام صبر ہے، اگر جذبہ انتقام کے ساتھ اوس سے کام لیا جائے تو اوس کا نام عفو و درگزر ہو، مال و دولت کی حرص کے ساتھ اوسکا لحاظ رکھا جائے تو اوس کا نام سخاوت اور قناعت ہو، اور منہیات شریعت کے ساتھ اوس کا نام

سچۃ احمد البانہ جلد دوم ابواب الاحسان،

تقریبی ہو، اور صوفیہ کی اصطلاح میں اس کا نام القطار عن دنیا، فناء عن الخصال البشریہ یا حریت ہو، غرض وہ لوگ اس خصلت کو مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں،

(۴) چوتھے عدالت اور وہ اس ملک کا نام ہے جس سے ایک عاقلانہ نظام قائم ہوتا ہے جس سے تدبیر منزل اور سیاست مدن وغیرہ کی نہایت آسانی کے ساتھ اصلاح ہوتی ہے، اس ملک کی مختلف حیثیتوں سے مختلف اخلاق پیدا ہوتے ہیں، اگر انسان کے معمولی حالات یعنی اوٹنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں اس کا لحاظ رکھا جائے تو اس کا نام ادب ہے، اگر مال و دولت کے جمع کرنے میں اس کو استعمال کریں تو اس کا نام کفایت شعاری ہے، اگر تدبیر منزل میں اس کا لحاظ رکھیں تو اس کا نام حریت ہے، اگر تدبیر مالک میں اس کو پیش نظر رکھیں تو اس کا نام سیاست ہے، اگر گھائی بند، اور دوست انجباب کی اجتماعی زندگی میں وہ ملحوظ رہے تو اس کا نام حسن معاشرت ہے، اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اخلاق کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں؟

تو شریعت نے طہارت کے لیے وضو اور غسل، اور حج و تہجد کے لیے نماز کو، اور تلاوت کو فرض کیا ہے، اور جب یہ تمام چیزیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس کو سکینہ اور وسیلہ کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود کی نسبت جو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا ہے کہ

انہ اقرہمنا فی اللہ وسیلۃ وہ تمام صحابہ میں از روئے وسیلہ کے خدائے نزدیک ترین

اس کا یہی مطلب ہے، شارع علیہ السلام نے اس کو ایمان سے بھی تعبیر کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ،

الطہور شطآن الایمان

پاکی نصف ایمان ہے۔

اور حج و تہجد کی طرت ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے،



لکیر کا لحاظ رکھا جائے اور انجام پر نظر رہے، لیکن سماحت اور عدالت میں بعض خفیہوں سے  
 تناقض و تضاد ہی کیونکہ حصول سماحت کا ذریعہ یہ ہو کہ عالم تجرد کی طرت انسان کا  
 میلان ہو، اور اس کے لیے قطع تعلق اور غلیہ کی ضرورت ہو، لیکن عدالت لطف و  
 کرم اور محبت و مودت سے حاصل ہوتی ہو، (حس کے لیے اجتماع و معاشرت ضروری ہیں)  
 اس لیے اکثر لوگوں کے لیے یہ دونوں چیزیں باہم متضاد ہیں، بالخصوص اہل تجاذب  
 کے لیے تو بالکل ایک دوسرے کی نقیض ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہل افتدahl و  
 عیال کو چھوڑ کر دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، اور عام طور پر جب لوگ بال بچوں سے  
 ملتے ہیں تو ان کو خدا بھول جاتا ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام نے دونوں کا لحاظ رکھا ہے،  
 اس لیے ان دونوں کے قواعد و اصول کو نہایت احتیاط کے ساتھ منضبط کر دیا ہے،  
 بہت سے افعال اور بہت سی کیفیات ایسی بھی ہیں جو ان اخلاق ان خلاق کے برعکس  
 اثر کرتی ہیں، یعنی وہ فرشتوں یا شیطانوں کا مزاج پیدا کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حدیث  
 شریف میں آیا ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے، "تم لوگ فرشتوں کی طرح صفت کیوں  
 نہیں سیدھی کرتے؟ ان مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعائیں سکھائی ہیں جو  
 ہمیشہ عجز و نیاز کو پیدا کرتی رہتی ہیں، صبر اور فیاضی کا حکم دیا ہے اور موت یاد کرنے  
 کی ترغیب دلائی ہے، اور دنیا کو حقیر بتایا ہے، اور خدا کی عظمت اور قدرت کے متعلق غور  
 و فکر کی ہدایت کی ہے، اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ سماحت حاصل ہو، عیادت و صبر و جری

لے اس موقع پر حضرت خطبہ کی حدیث کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو آگے آئیگی،

احسان، اتا امت حدود امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور سلام کرنے کا حکم پہلئے دیا چڑھا کہ عدالت کا

ملکہ پیدا ہو،

مقامات و احوال | منازل سلوک کے طے کرنے کے بعد انسان کے اندر متعدد دروہانی اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں، جن کو تصوف کی اصطلاح میں مقامات اور احوال کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہی اوصاف تصوف اور فلسفہ اخلاق میں بابہ الامتیاز ہیں،

صحابہ کرام کے زمانے تک اگرچہ یہ اصطلاح نہیں پیدا ہوئی تھی، تاہم جن چیزوں کو مقامات و احوال کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ سب کی سب اون کی روحانی دنیا میں موجود تھیں، چنانچہ شاہ صاحب نے ان پر تفصیلی بحث کی ہے، اور ہر مقام اور حال کی مثال صحابہ کرام کے اوصاف روحانی سے دی ہے، شاہ صاحب کا یہ بیان اگرچہ اہل حدیث اور اہل تصوف دونوں کے لئے نہایت دلادیز ہے، تاہم بخوت طوالت ہم اس کا نہایت اجمالی خلاصہ درج کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں،

علم تصوف کے چند نتائج معنی مقامات اور احوال اس علم کے حامل ہونیکے بعد پیدا ہوتے ہیں

اور جو حدیثیں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، اون کی شرح و تفسیر پر موقوف ہے، ایک عقل، قلب

اور نفس کے اثبات اور اون کی حقیقت کے بیان پر، اور دوسرے اس بیان پر کہ یہ مقامات

اور احوال ان تینوں چیزوں سے کیونکر پیدا ہوتے ہیں، تو تم کو جاننا چاہیے کہ انسان کے اندر

تین لطائف ہیں، جو عقل، قلب، نفس کے نام سے موسوم ہیں، اور وہ نقل، عقل، تجربہ، اور

عقل کے اتفاق سے ثابت ہیں، عقل کے اوصاف اور اس کے افعال میں یقین، شک

وہم ہر نو پیدا چیز کے اسباب و علل کی تلاش طلب منفعت اور دفع مضرت کی تدبیر وغیرہ  
داخل ہیں،

غصہ، دلیری، محبت، ہمدلی، رضا مندی، ہمارا فنی، وقار، جاہ پرستی، نیاضی، بخل اور امید  
بیم وغیرہ قلب کاوصف اور قلب کا کام ہے، نفس کے اوصاف و اعمال میں سب سے زیادہ نمایاں  
چیز اطعمہ و انشربہ لذتہ کی حرص اور عورتوں کی محبت اور اذکاء عیش ہے،

اب مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہو کہ

جب کوئی شخص خدا کی کتاب اور پیغمبر کی ہدایات پر ایسا مکمل ایمان لاتا ہو جو اس کے  
تمام توانائے قلبیہ اور نفسیہ کی رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہو پھر اس کے بعد ذکر و فکر میں مشغول  
رہتا ہو اور اعضا و جوارح کے ساتھ حق عبودیت ادا کرتا ہو، اور متواتر ان اعمال کو بجالاتا رہتا  
تو ان تینوں لطیفوں کے اندر عبودیت کی روح حلول کر جاتی ہے، گویا شعلہ پر دسے کو خوب  
سینچ دیا جاتا ہو، اسلئے اس کی تمام شاخوں اور پتیوں میں رطوبت موجزن ہو جاتی ہے پھر اس سے  
پھول اور پھل نکلنے لگتے ہیں، اسی طرح یہ تینوں لطیفے عبودیت میں شرابور ہو جاتے ہیں اور  
اون کے ردیل ترین طبعی اوصاف صفات ملکوتیت سے بدل جاتے ہیں، اب اگر ان صفات کو  
ملکات راسخہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہو اور ان کے افعال میں مسترا ہمواری اور یک رنگی پائی جاتی ہے  
تو انہی کا نام مقامات ہے، اور اگر وہ کلی کی طرح کو ندر کہہ نظر نون سے غائب ہو جاتے ہیں، اور  
اون میں ثبات و قرار نہیں پیدا ہوتا (مثلاً خراب، یا غیب کی آواز یا مدہوشی وغیرہ) تو ان کو  
احوال اور اوقات کہتے ہیں، اور چونکہ فطرت انسانی کے غلبہ کی حالت میں عقل کا تقاضا یہ ہو کہ

جس چیز کے مناسبات جمع ہو جائیں وہ اسکی تصدیق کرے اسلئے عقل کی تہذیب کا اقتضا یہ ہے کہ شرعی امور پر اس طرح یقین کرے کہ گویا وہ اسکو علانیہ نظر آتے ہیں مثلاً جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ سے دریافت کیا کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ گویا مجھکو عرش الہی علانیہ نظر آتا ہے، اب کہنے کی بات یہ ہے کہ جو مقامات اور احوال عقل سے تعلق رکھتے ہیں، اون میں اصلی چیز یقین ہے، اور یقین ہی سے مختلف مقامات مثلاً توحید، اخلاص، توکل، شکر، انس، ہیبت، تقدیر، صدیقیت اور محدثیت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ یقین کل ایمان ہے، ہر حال یقین کامل کے بعد ہیبت سی شائیں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں ایک شکر ہے، اور انسان جب تک اپنی گزشتہ زندگی میں تبت کے عجائبات سے متنبہ نہ ہوتا رہے شکر کی تکمیل نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت عمرؓ جب اپنے آخری رج سے واپس آنے لگے، تو فرمایا کہ خدا کا شکر ہے، خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، جبکہ جو چاہتا ہے دیتا ہے میں اس وادی (شبنان) میں خطاب کا ادب چرایا کرتا تھا، جو نہایت سخت تھے، جب میں کام کرتا تھا تو مجھ پر بگڑتے تھے، اور جب میں کام میں کوتاہی کرتا تھا تو مجھے مارتے تھے لیکن آج یہ حالت ہے کہ خدا کے سوا مجھے کس کا ڈر نہیں،

یقین کی دوسری شاخ، ہیبت اتنی ہے، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے درخت پر ایک چڑیا کو دیکھ کر کہا کہ، تجھکو اسے چڑیا یہ حالت مبارک، کاش میں تیری طرح ہوتا کہ درخت پر بیٹھ کر پھل کھاتی ہو اور اوڑھ جاتی ہو، تجھے خدا کو اسکا کچھ حساب دینا نہیں پڑتا،

یقین کی تیسری شاخ صدیقیت اور محدثیت ہے، اور ان دونوں کی حقیقت یہ ہے کہ میں

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نقطہ انبیاء سے مشابہت رکھتے ہیں، اب اگر یہ مشابہت جو ہے  
عقلیہ میں ہو تو اس شخص کو صدیق اور محدث کہتے ہیں اور اگر تو اسے علیہ میں ہو تو وہ شہید یا جاری کہا جاتا ہے  
قرآن پاک کی اس آیت میں **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكَافُورُ الصَّالِحُونَ وَالْمُتَّقُونَ**

انہی دونوں مقامات کی طرف اشارہ ہے، لیکن صدیق اور محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق  
کی روح پیغمبر کا اثر نہایت سرعت سے قبول کرتی ہے، جس طرح گندہک آگ سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے  
اسلئے جب وہ پیغمبر کی زبان سے کوئی بات سنتا ہے، تو وہ اس کو اپنی روحانی شہادت سے فوراً  
تسلیم کر لیتا ہے، گویا اس کا علم تقلیدی نہیں ہوتا بلکہ خود اس کے اندر سے اوبال کھاتا ہے،  
حضرت ابو بکر صدیق کی نسبت جو یہ مروی ہے کہ جب آنحضرت پر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ حضرت  
جبریل علیہ السلام کے آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے، اس سے اسی امر کی طرف اشارہ ہے  
صدیق کے چند اور خصائص ہیں، ایک تو وہ پیغمبر کی محبت اور ہمدردی میں اپنی جان  
وال تک کو قربان کر دیتا ہے، کسی بات میں اس کی مخالفت نہیں کرتا، پیغمبر کی صحبت میں اکثر  
رہتا ہے، اور خواب کی تعبیر بہت صحیح بیان کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق  
سے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے، صدیق کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ سب سے  
پہلے ایمان لاتا ہے اور پیغمبر معجزہ کے لانا ہے، اور محدث کا خاصہ یہ ہے کہ بہت سے واقعات میں قرآن  
اس کی رائے کے مطابق نازل ہوتا ہے، اور صدیق خلافت کا سب سے بڑا مستحق ہوتا ہے، اور  
اس کے بعد محدث کو یہ استحقاق حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے  
ساتھ یہ تمام خصائص و علامات حضرت ابو بکر صدیق کی ذات میں جمع تھے، اسلئے یہ حضرت عمرؓ کی خصوصیت ہے،



بعد ابوکر اور عمر کی اتباع کرو،

عقل کے احوال میں ایک حال تجلی ہے جس کی تین قسمیں ہیں، ایک تجلی ذات جسکا نام مکاشفہ ہے، دوسری تجلی صفات ذات جو نور کا مقام ہے، تیسری تجلی حکم ذات اور وہ آخرت اور تمام اخروی چیزوں کا انکشاف ہے،

مکاشفہ کی حالت میں انسان پر یقین کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کو بھول جاتا ہے، جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو،

تجلی صفات ذات کی دو نسبتیں ہیں، ایک یہ کہ انسان مخلوقات میں خدا کے انحال کو نگاہ میں رکھے، اور اس کے اوصاف کو پیش نظر کرے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوپر خدا کی قدرت کا یقین غالب ہو جائیگا، اور وہ عالم اسباب سے منکر بنوے ہو جائیگا، اور اسباب سے اعانت نہ حاصل کرے، اور اس کو یہ یقین آجائیگا کہ خدا اس سے واقف ہے، اسلئے وہ اس کی بارگاہ میں مرعوب و مدہوش ہو جائیگا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو دیکھتا ہے، یہ درجہ نور کا مقام اسلئے ہے کہ نفس اس حالت میں مختلف انوار سے روشنی حاصل کرتا ہے، اور نور کے ایک عالم سے منکر نور کے دوسرے عالم میں اور ایک مراقبہ سے دوسرے مراقبہ میں جاتا ہے، بخلاف تجلی ذات کے کہ وہ ان تعادلات و تغیرات میں نہیں ہوتا، دوسری حیثیت یہ ہے کہ انسان کو صفت ذات یعنی خدا کے وہ انحال جو بواسطہ امر کن کے صادر ہوتے ہیں بلکہ توسط اسباب خارجیہ کے نظر آئیں، اور اس حالت میں نور کا منظر

وہ مثالی صورتیں ہیں جو عادت کو اس قدر نظر آتی ہیں جب وہ اس دنیا سے گم ہو جاتا ہے،  
تجلی حکم ذات یعنی تجلی آخرت کے معنی یہ ہیں کہ انسان چشم بصیرت سے عذابِ آخرت کو  
دنیا و آخرت میں دیکھے، اور اس کو اس طرح محسوس کرے جس طرح بھوکا بھوک کی تکلیف کو  
محسوس کرتا ہے،

تو پہلی تجلی (تجلی ذات یعنی مکاشفہ) کی مثال یہ ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ  
طواف کر رہے تھے اسی حالت میں کسی شخص نے اون کو سلام کیا جسکا اذھون نے  
جواب نہیں دیا، اوس نے اون کے بعض رفقاء سے اسکی شکایت کی تو اذھون نے  
فرمایا کہ ہم اوس جگہ خدا کا نظارہ کر رہے تھے،

تجلی صفات ذات کی دو حیثیتوں میں سے پہلی حیثیت کی مثال حضرت ابوبکر صدیقؓ اور  
دوسرے اکابر صحابہ کا یہ قول ہے کہ بھوکا طیب ہی ٹھے پیار بنایا، اور دوسری حیثیت کی مثال  
یہ ہے کہ ایک انصاری نے ایک روحانی سالبان میں چراغ کے شل روشنیاں دیکھیں،  
اس کی ایک مثال احادیث میں یہ بھی مروی ہے کہ دو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
سے اندھیری رات میں نکلے، تو اوکو اپنے سامنے دو چراغ نظر آئے، یہاں تک کہ جب یہ  
دونوں بزرگ حلقہ ہوئے تو ان میں ایک ایک چراغ ہر ایک کے ساتھ ہو گیا اور ایک  
مثال حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ نباشی کی قبر کے پاس نور نظر آتا تھا،  
تجلی حکم ذات یعنی تجلی آخرت کی مثال یہ ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکرؓ حضرت عقیلہؓ سے ملے

۱۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے،

اور پوچھا کہ غلطہ کیسے ہو؟ انھوں نے کہا کہ غلطہ متناقض ہو گیا، بولے کہ سبحان اللہ کیا کہتے ہو؟  
 بولے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ہم کو جنت اور دوزخ کی یاد  
 دلاتے ہیں، تو وہ ہم کو گویا آنکھوں سے نظر آ جاتی ہیں، لیکن جب آپ سے الگ ہو کر  
 اہل دعیال سے ملتے ہیں اور کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں، تو اکثر ان کو بھول جاتے ہیں  
 حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، اس غلطی کے شانے کے لئے دونوں بزرگ  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہمیشہ تمھاری یہی  
 حالت رہتی تو فرشتے تم سے آکر مصافحہ کرتے، غلطہ کبھی اس میں رہو (یعنی ذکر میں) اور  
 کبھی اوس میں (یعنی اہل دعیال میں) اس آخری قول سے گویا آپ نے اشارۃً یہ بتایا  
 کہ احوال میں استمرار اور مداومت نہیں پائی جاتی،

اسکی ایک مثال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خواب میں جنت اور دوزخ کا دیکھنا بھی ہے،  
 احوال عقلی کی ایک شاخ فراست صادقہ ہے حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ  
 بعض باتیں کہتے تھے اور میں خیال کرتا تھا کہ یوں نہیں بلکہ یوں ہوگی، لیکن اوس کا وقوع  
 حضرت عمرؓ کے خیال کے مطابق ہوتا تھا،

احوال عقلی میں ایک چیز محاسبہ بھی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا،  
 حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا حساب لینے سے پہلے اپنے نفس کا حساب کر لو

احوال عقلی میں ایک چیز حیا ہے، اور وہ اوس حیا سے مختلف ہے جو مقامات نفس میں سے ہے،  
 اور وہ صرف خدا کی عظمت و جلال اور اپنے عجز و در ماندگی کے اعتراف سے پیدا ہوتی ہے،

حضرت عثمانؓ نے جو یہ فرمایا کہ میں اندھیری کو ٹھری میں بھی نہاتا ہوں تو خدا کی شرم سے  
 بیچ کتاب لکھاتا ہوں، اس سے یہی حیا مرا ہو، مقامات قلب میں پہلا مقام جمع ہوا اور اسکو  
 صوفیہ ارادہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس مقام کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا اصلی مقصد آخرت ہو،  
 اور دنیا کو ایک حقیر چیز سمجھے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کا مقصد صرف آخرت  
 ہو، خدا اس کے مقصد کی حفاظت کرتا ہو، اور جس شخص کے بہت سے مقاصد ہوں تو خدا کو  
 اسکی پروا نہیں ہوتی، کہ وہ کس میدان میں تھامے، جب یہ مقصد سمٹ جاتا ہے، اور  
 انسان ظاہر و باطناً عبودیت پر قائم رہتا ہے تو خدا کے رسول کی محبت پیدا ہوتی ہے،  
 اور اس محبت سے ایمان کو صرف اعتقاد رتی نہیں ہوتی کہ خدا مالک الملوک ہے، اور  
 پینیر سچا ہے، اور خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے، بلکہ ایک ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جو پیدائش  
 کی بانی دیکھ کر ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ خداوند اپنی محبت کو میرے لئے سر دپانی  
 سے بھی زیادہ محبوب بنا، آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تک میں تمہارے لئے تمہاری جان  
 بھی محبوب تر نہ ہوں تم مومن نہیں ہو سکتے، انھوں نے کہا خدا کی قسم آپ مجھے میری  
 اس روح سے بھی زیادہ محبوب ہیں، جو میرے پہلو کے درمیان ہے، آپ نے فرمایا کہ اب تمہارا  
 ایمان مکمل ہو گیا،

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول ہے کہ جس شخص نے خدا کی خالص محبت کا مزہ چکھ لیا اور اسکا  
 منہ دنیا سے پھر جائیگا، اور اسکو تمام دنیا سے دشت ہو جائیگی،  
 جب خدا کے ساتھ مومن کی محبت اسدرجہ مکمل ہو جاتی ہے تو خدا بھی اسکو اپنا محبوب

بنالیا ہے، اور اس محبت کے مختلف نتائج پیدا ہوتے ہیں، جن میں ایک استجابت سوال اور استجابت دعا ہے، چنانچہ آثارِ صالحہ میں استجابت دعا کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، مثلاً جب حضرت سعدؓ نے ابوسعہ کو یہ بدو عادی کہہ خداوند! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو تو اس کی عمر دراز کر (یعنی ازلِ عمر تک پہنچا) اور اس کی احتیاج کو بڑھا، اور اس کی عزت و آبرو کو خطرے میں ڈال دے، تو انھوں نے جو کچھ کہا وہی ہوا، یا جب حضرت سعیدؓ نے اردی بنت اوس کو بدو عادی کہہ اگر وہ جھوٹی ہے تو خداوند! اس کو اندھا کر دے، اور اسی زمین پر جس کا اوس نے دعویٰ کیا ہے اس کو مار ڈال تو اون کی یہ دعا حق بکرت مقبول ہوئی،

مقاماتِ قلب میں دو مقام ایسے ہیں جو ان نفوس کے ساتھ مخصوص ہیں جنکو پیغمبروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، گویا یہ دونوں مقام بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ صدیقیت اور محدثیت کا تعلق نفس کی قوتِ عقلیہ کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ قلب کی قوتِ عملیہ سے پیدا ہوتے ہیں،

یہ شہید اور حواری کے مقامات ہیں، اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ شہید کفار پر غصہ، اور سختی کرتا ہے، اور موطنِ ملکوت میں سے کسی موقع پر جس میں خدا کرکشتوں سے انتقام لینا چاہتا ہے، دین کی مدد کرتا ہے، اور حواری وہ پیغمبر سے مخلصانہ محبت رکھتا ہے، مدتوں اوس کی صحبت میں رہتا ہے، اور اوس کو پیغمبر سے تعلقاتِ قرابت ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو شہادت دی ہے کہ وہ حواری اور شہید ہیں، پھر حواری کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں بعض کو ایمن بعض کو فریق کہتے ہیں، اور بنجابرہ، نقیہ بھی انھی لوگوں میں سے پیدا ہوتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل صحابہ میں اکثر ان اوصاف کو نمایاں کیا ہے، آپ نے فرمایا ہے کہ تمام پیغمبروں کے ساتھ نبیاء ہوتے تھے، اور میرے چودہ ہیں، لوگوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا وہ کون کون لوگ ہیں؟ فرمایا میں، میرے دونوں بیٹے حسن و حسین، جعفر، حمزہ، ابو بکر عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبد اللہ بن مسعود، ابو ذر، مقداد،

مقاتل، قلب میں ایک مقام سکر کا ہے، یعنی اس مقام میں رایاں عقل سے چھین کر دل میں آتا ہے، اور انسان تمام دنیوی مصلحتوں کو چھوڑ کر ایسی باتوں کو چاہنے لگتا ہے، جن کو لوگ عادی نہیں چاہتے، کیونکہ اس کی حالت خمور کی سی ہو جاتی ہے جس کی عقل عادت میں تغیر پیدا ہو جاتی، حضرت ابو ذرؓ نے اسی مقام میں فرمایا ہے کہ خدا کے شوق میں موت سے محبت رکھتا ہوں، اور مرض کو چاہتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے، اور خدا کے سامنے خاکسار بننے کے لیے فقر کو دوست رکھتا ہوں، حضرت ابو ذرؓ مال و دولت سے جو نظری نفرت رکھتے تھے وہ اسی مقام کا نتیجہ تھی،

احوال قلب میں ایک حال کا نام غلبہ ہے، جسکی دو قسمیں ہیں، ایک غلبہ وسوق پیدا ہوتا ہے، جب مومن کا دل نور ایمان سے اس قدر لبریز ہو جاتا ہے کہ وہ چھلک اٹھتا ہے، اور قلب اس کو سنبھال نہیں سکتا، تو اس حالت میں وہ بعض باتوں کے ظہار پر مجبور ہو جاتا ہے، چاہے وہ شریعت کے موافق ہوں یا نہ ہوں کیونکہ شریعت بہت سے مقاصد پر مشتمل ہوتی ہے، اور اس مومن کا قلب اس مقاصد کا احاطہ نہیں کر سکتا، مثلاً کبھی وہ رحم کرنا چاہتا ہے، اور شریعت اس موقع پر رحم کی اجازت نہیں دیتی، خدا خود کہتا ہے،

لَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا سَأْفَةٌ فِي اللَّهِ، تم کو ذہنی معاملات میں اون دنوں پر غم نہیں کرنا چاہیے،

بعض اوقات اس کے دل میں بغض پیدا ہوتا ہو، اور شریعت اس موقع پر لطیف و کرم چاہتی ہو، جسکی مثال اہل ذمہ ہیں، صحابہ کرام کے حال میں غلبہ کے اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں مثلاً جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے قطع سے نکلے، اور انھوں نے حضرت لبابہ بن مندثر سے مشورہ کیا، تو انھوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کئے جاؤ گے، پھر اس افتائے راز پر اون کو ندامت ہوئی اور سیدھے مسجد میں جا کر انھوں نے اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا، اور کہا کہ جب تک خدا میری توبہ قبول نہ کرے گا میں یہاں سے نہ ٹلون گا، یا مثلاً مقام حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے دبا کر صلح کی تو حضرت عمرؓ حقیقت اسلام سے از خود رفتہ ہو گئے، اور نہایت تیزی سے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا "ہیں" بولے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا "ہیں" بولے کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا "ہیں" بولے تو پھر تم کیوں مذہبی معاملات میں دبا کر صلح کرتے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں، اون کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اسی قسم کے سوالات کیئے، اور اپنے بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا، اور فرمایا کہ میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں، اس کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا، خدا مجھے ضائع نہ کرے گا، حضرت عمرؓ نے بعد کو اس صلح کے مصالح کو سمجھا تو ان کا بیان یہ کہ اس والہانہ

بے ادبی کے کفارے میں ہمیشہ روزہ رکھتا رہا، صدقہ و یتا رہا، غلام آزاد کرتا رہا،  
 تازی پڑھتا رہا، یا مثلاً جب ابو طلحہ جراح نے آپ کو بچپنا لگایا تو آپ کا خون پی گئے، خون  
 حرام ہو، لیکن چونکہ انھوں نے اس کو حالت غلبہ میں پایا تھا، اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اولن کو معذور رکھا،

شریعت میں غلبہ کی ایک قسم اور بھی ہو جو اس سے زیادہ مکمل ہے یعنی جن نفوس کو  
 پیغمبروں کے نفوس سے مشابہت ہوتی ہے، جب وہ فیضان الہی کے قبول کرنے کے لئے آمادہ  
 ہوتے ہیں، تو اگر وہ فیضان اولن کی قوت عقلیہ کو پہنچتا ہے، تو اس کو فراست اور الہام  
 کہتے ہیں، اور اگر قوت عملیہ اس فیضان کو قبول کرتی ہے، تو وہ عزم یا توجہ یا نفرت یا رکاوٹ  
 کی صورت اختیار کر لیتا ہے، مثلاً جب غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ خداوند  
 میں تجھ سے تیرے عہد کے ایفاء کی درخواست کرتا ہوں، خداوند اکیلا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری  
 پرستش نہ ہو، تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور کہا کہ بس! اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے،

یٰھٰمُ الْجَمْعُ دِیُونُ الدِّیْنِ کُفَّارُکِی جَمِیْعُ ثُوْتِ جَائِکِی اُوْر دُوْہِیْجِیْہِیْ لَکِیْ

اس سے معلوم ہوا کہ فیضان الہی کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق کے قلب میں ایک میلان  
 پیدا ہوا جس سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احکام و ذاری کو پسند نہیں کیا  
 اور آپ کو روک دیا، آپ نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ یہ ایک سچی خواہش ہے، اسلئے  
 خدا کی مدد کا اظہار کرتے ہوئے اس آیت کو پڑھتے ہوئے نکلے،



اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کاخازہ  
 پڑھنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے آپ کو روک دیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے جنازہ پڑھنے کا  
 اختیار دیا گیا اور میں اسے اختیار کر لیا، لیکن اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا  
 اُن میں سے کسی کے جنازہ کی مناسبت نہ پڑے،  
 حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو خود تعجب ہے، کہ میں نے ایسی دلیری کی حالانکہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زیادہ عالم تھے،

غلبات کے اقسام میں ایک غلبہ خون بھی ہے، اس حالت میں انسان پر گریہ طاری  
 ہو جاتا ہے، اور اس کا جسم کاٹنے لگتا ہے، حضرت ابو بکرؓ پر یہ غلبہ اکثر طاری ہو جاتا تھا  
 اور وہ اپنے آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتے تھے، حضرت جبریلؓ کا بیان ہے  
 کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت ام خلقوا من غیر شیء ام ہما الخ القول  
 سنی تو میرا دل اڑنے لگا،

احوال قلب میں سے ایک حال یہ ہے کہ انسان صرف خدا کی اطاعت کو اختیار کر لیتا ہے،  
 اور اُس کو بقیہ چیزوں سے نفرت ہو جاتی ہے، اسلئے جو چیز میں اس اطاعت میں خلل انداز  
 ہوتی ہیں، ان کو بھی وہ الگ کر دیتا ہے، حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے ایک باغ میں  
 نماز پڑھ رہے تھے، دفعتاً ایک خوش رنگ چڑیا آکر گنجان شاخوں میں اوجھ گئی اور  
 چڑھنے لگی وہ اس دلچسپ منظر کے دیکھنے میں اس قدر محو ہوئے کہ ان کو یہ نہ معلوم ہوا  
 کہ کتنی رکعتیں پڑھیں، اسلئے اس باغ کو صدقہ کر دیا،

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا ہو گا کہ اگر تصوف اخلاق و روحانیت، اور مقامات  
 اور احوال کا نام ہو تو صحابہ کرام کا دل اس کا اصلی ماخذ، اس کا اصلی منبع، اور اس کا اصلی حشر و  
 نقا، لیکن اگر صرف جبہ، خرقہ، رقص و سرود، اور حال و قال اس کے اجزاء ہیں، تو ہندوستان  
 اور دوسرے ممالک اسلامیہ کی خانقاہیں، اس کا بہترین مرکز ہیں، صحابہ کرام کی چھوٹی  
 میں اس کا پتہ نہیں مل سکتا،



## علم الانساب

علم الانساب اوس علم کا نام ہے جس کے ذریعہ سے خاندان اور قبائل کے نسب و تعلق معلوم ہوتے ہیں، عہد صحابہ کے بعد جب فتوحات کی غیر معمولی وسعت نے عرب و عجم میں اختلاط پیدا کر دیا تو اوس وقت اگرچہ اس فن کی اہمیت زائل ہو گئی، تاہم چونکہ عرب کو اپنے حسب و نسب پر ہمیشہ فخر و غرور رہا، اسلئے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں یہ فن نہایت ضروری اور اہم خیال کیا جاتا تھا، خود قرآن مجید میں بھی اس فن کی اہمیت اور ضرورت کو یہ تصریح بیان کیا گیا ہے،

وجعلناکم شعوباً و قبائل  
ہم نے خاندانوں اور گھرانوں میں تمہاری تقسیم کی تاکہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ،

چونکہ اشعار عرب میں مدح و ذم کے موقعوں پر اکثر حسب و نسب سے تعرض کیا جاتا تھا، اسلئے حضرت عمرؓ نے حفظ اشعار کو جن اسباب کی بنا پر ضروری قرار دیا اون میں ایک یہ بھی تھا کہ اون کے ذریعہ سے لوگوں کو علم الانساب کی تعلیم ہوتی ہے، چنانچہ ایک زمان میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا،

مرو من قبلک يتعلم الشعرا فانه يبدل علم  
لوگون کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو، کیونکہ وہ اخلاق  
معانی کا اخلاق و صواب اسے دے دے  
کی بلند باتیں اور صحیح راستے اور انساب کی طرف  
معارفہ الانساب، راستہ دکھاتے ہیں،

بہر حال جاہلیت اور اسلام دونوں میں یہ علم نہایت اہم خیال کیا جاتا تھا، اور تمام صحابہ  
میں حضرت ابو بکرؓ اس علم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو کفار کی جو کہنے کا حکم دیا، تو انکو انساب کے متعلق حضرت  
ابو بکرؓ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا،

ائت ابابکر فانه اعلم بالانساب  
ابو بکر کے پاس جاؤ کیونکہ وہ انساب کے تم سے  
القوم منك زیادہ عالم ہیں،

چنانچہ ان کی ہدایت کے بموجب انھوں نے کفار کے حسب و نسب پر طعن و تشنیع شروع  
کی تو خود کفار بے اختیار بول اڑے

ان هذا الشعر ما غاب عنه ابن  
ابن ابی قحاضہ یعنی حضرت ابو بکرؓ ان اشعار سے بے تعلق  
نہیں ہیں،

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا درجہ تھا، اور اس علم کو انھوں نے اپنے باپ خطاب سے  
سیکھا تھا، چنانچہ جاحظ نے لکھا ہے، کہ جب وہ انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو اپنے باپ  
خطاب کا حوالہ دیتے تھے، حضرت عمرؓ کے بعد حضرت جیسر بن مطعمؓ اس فن کے ماہر خیال کیے

طہ کتاب بیان راہین مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ طہ استیعاب تذکرہ حسان بن ثابتؓ طہ کتاب بیان راہین مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۱۱،

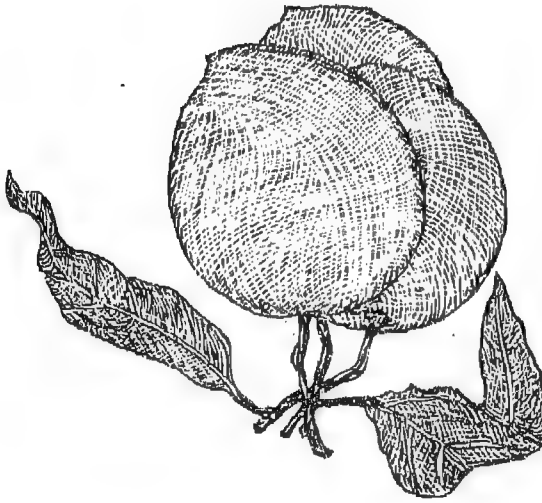
جاتے تھے، اور انھوں نے اس فن کو حضرت ابو بکرؓ سے حاصل کیا تھا، حضرت سعید بن المسیبؓ نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے اس کی تعلیم حاصل کی اور ان سے محمد بن سعید بن المسیبؓ نے اس علم کو سیکھا اس طرح اسلام میں اس علم کا سلسلہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات سے قائم ہوا، حضرت عائشہؓ بھی علم الانساب کی بہت بڑی ماہر تھیں، چنانچہ حضرت عروہ کا قول ہے:

میں نے کسی کو ایام عرب اور علم نسب کا ماہر حضرت عائشہؓ سے زیادہ نہیں دیکھا،

ما رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَعْلَمَ

بِحَدِيثِ الْعَرَبِ وَالنَّسَبِ مِنْ عَائِشَةَ

لیکن یہ بھی حضرت ابو بکرؓ ہی کا فیض تربیت تھا،



## علم تاریخ

اسلام سے پہلے اگرچہ عرب میں اور علوم و فنون موجود نہ تھے، تاہم علم الانساب، ایام العرب، اور شعر و شاعری نے فن تاریخ کا کافی ذخیرہ فراہم کر دیا تھا، جو اگرچہ اب تک کسی کتاب کی صورت میں مدون نہیں ہوا تھا، تاہم عام زبانی روایتوں نے اس کے ایک ایک حرت کو محفوظ رکھا تھا، اسلام کے بعد اگرچہ صحابہ کرام مختلف مہمات میں مشغول ہو گئے، لیکن انھوں نے عرب کے اس علمی سرمایہ کو ضائع نہیں کیا، بلکہ اس کو محفوظ رکھا، چنانچہ نماز فجر کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمول طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر نشست فرماتے تھے، تو صحابہ کرام اشعار پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے اس مقدس صحبت کے علاوہ عموماً اون کی جلسوں میں ان واقعات کا تذکرہ ہوتا تھا، اور اشعار پڑھے جاتے تھے،

عام صحابہ کے علاوہ جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے، جو صحابہ خاص طور پر علم الانساب، اور ایام العرب کے ماہر خیال کئے جاتے تھے، اون میں حضرت ابو بکرؓ سب سے مقدم تھے،

لہذا اب المفرد باب الکبر

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا درجہ تھا، اور ان کے بعد حضرت جبرینؓ مطہر تھے جنہوں نے اس فن کو حضرت ابو بکرؓ سے سیکھا تھا، حضرت ابو بکرؓ کے فیض تربیت سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع حضرت عائشہؓ کو ملا تھا، اسلئے اور ان کو بھی ان فنون میں بہت بڑی دستگاہ حاصل تھی، چنانچہ سند ابن جنبلؒ میں ہشام بن عروہ سے روایت ہو کہ

حضرت عروہؓ بقول عائشہؓ یا امتا کلا عجب	حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے کہتے تھے کہ اے ماں
صبر، تمک، اقول وجہ رسول اللہ صلی اللہ	مجھے تمہاری سمجھ پر تعجب نہیں آتا، کیونکہ آپ رسول اللہ
علیہ وسلم و بنت ابی بکر و کلا عجب من	صلعم کی بی بی اور ابو بکرؓ کی بی بی ہیں، اور آپ کو ابو بکرؓ
علمک یا لشع و ایا مرا الناس اقول ایستہ	اور شاعری کا جو علم حاصل ہے مجھے اس پر بھی تعجب
ابی بکر و کان اعلم الناس اومن	نہیں ہوتا، کیونکہ آپ ابو بکرؓ کی بی بی ہیں جو لوگوں میں
اعلم الناس و لکن اعجب من علمک یا	بہت بڑے عالم تھے، لیکن میں آپ کے علم طب پر تعجب
طب، کیف هو و من این هو	ہوں کہ یہ آپ کو کیونکر آیا؟ اور کہاں سے آیا؟

غور و احادیث میں انہوں نے اس کثرت سے تاریخی واقعات کی روایت کی ہو کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو حالات قبل الاسلام، اور واقعات بعد الاسلام کے متعلق ایک متوسط درجہ کا تاریخی رسالہ مرتب ہو سکتا ہے، لیکن خلفائے راشدین کے زمانے تک یہ تمام تاریخی معلومات صرف سینوں میں محفوظ تھیں، سفینوں میں نہیں آئی تھیں، لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں یہ کمی بھی پوری ہو گئی،

حضرت امیر معاویہؓ کو فن تاریخ سے نہایت شغف تھا، اسلئے معمولاً روزانہ رات کا تہائی حصہ تاریخی واقعات کے سننے میں بسر کرتے تھے، اس کے بعد سو جاتے تھے، پھر اٹھتے تھے تو یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوتا تھا، چنانچہ مسعودی مروج الذهب میں لکھتا ہے،

و یستمر الی ثلث اللیل فی اخبار العرب	وہ ایام عرب، اخبار عرب، اخبار عجم و سلاطین عجم
و یاہم ہا و البعم و طوکھا و سیاستھا السریعہا	اون کے طریقہ حکمرانی اور تمام قوموں کے بادشاہوں
و سائر ملوک الامم و حروبھا و مکائدھا و	اون کی لڑائیوں، اون کی داؤ گھات، اون کے
سیاستھا السریعہا و غیر ذلک من اخبار	طرز جہان بینی اور دوسری گذشتہ قوموں کے حالات
الامم السابقہ .. تعریف و تہلیل	تہائی شب تک برابر سننے تھے، پھر اندر جا کر تہائی
فی نام ثلث اللیل ثم یقوم فیقعد	شب تک موٹے تھے، پھر اٹھ کر بیٹھتے تھے، تو کتا بن
فیحصن الدفان فیہا سیر الملوک	لائی جاتی تھیں جن میں بادشاہوں کے حالات
و اخبارھا و الحروب و المکائد	و واقعات اور لڑائیوں کے تذکرے صبح ہوتے
فیقعد ذلک علیہ غلمان مرتبون	تھے، اور ان کو وہ لڑکے پڑھ کر سناتے تھے جو

اس کام پر مامور تھے،

اس تاریخی سلسلے میں حضرت امیر معاویہؓ کو قبیلہ حمیر کے حالات کی خاص طور پر جستجو و تلاش تھی، چنانچہ اون کو حضرت عمر بن العاصؓ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ عبید بن بشرؓ کو بلائیے کہ وہ حمیر کے واقعات اور حالات کا سب سے زیادہ ماہر ہے، چنانچہ انھوں نے

لے مروج الذهب بحاشیہ نفع الطیب جلد دوم صفحہ ۴۲۵،



اوسکو طلب کیا تو اوس نے ان معلومات کو ایک کتاب کی صورت میں قلمبند کر دیا،  
اور غالباً یہ پہلی تاریخی کتاب تھی جو اسلام میں لکھی گئی، اور اس لحاظ سے اسلام میں  
فن تاریخ کی ابتدا صحابہ کرام کے عہد مبارک میں ہوئی،



## شعرو شاعری

صحابہ کرام اگرچہ اکثر ملکی مہات، مذہبی خدمات، اور علمی مشاغل میں مصروف رہتے تھے تاہم ان میں شعرو سخن کا مذاق عام طور پر پایا جاتا تھا، اس لیے جب ان مشاغل سے فرصت ہوتی تھی تو خود اشعار پڑھتے تھے، دوسروں سے اشعار پڑھوا کر سنتے تھے، اور ان سے لطف اندوز ہوتے تھے، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول بعد نماز فجر طلوع آفتاب تک مصلی پر نشست فرماتے تھے تو اس حالت میں صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے، اشعار پڑھتے تھے، ہنستے تھے، اور آپ ان تذکروں کو سن کر مسکراتے تھے، اس مقدس صحبت کے علاوہ ان کی مجالس میں عام طور پر شعرو شاعری کا چرچا رہتا تھا، اور یہ ان کی زندہ دلی کی ایک بڑی علامت تھی، چنانچہ ادب المفرد میں ہے،

ام یکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رسول اللہ مردہ دل اور خشک مزاج نہ تھے  
متحرقین و لامتناہین، و کافوا فیما شذو وہ اپنی مجلسوں میں اشعار پڑھتے تھے، اور زمانہ جاہلیت  
الشعر فی مجالسہم و ینکرون ام حبیباً علیہم السلام کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے،

عند شاعرانہ  
والا شعر و شاعری  
فی مجلسہم و ینکرون  
عند ادب المفرد باب

لہ شاعری صحابہ کرام کے متفاخرین و داخلین ہیں اس عنوان کو سید قدس نے مختصراً کے ساتھ لکھا ہے "حسن الصحابی فی شرح اشعار صحابہ کرام" سے حال میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جن لوگوں کو صحابہ کرام کے اشعار کا زیادہ شوق ہو وہ اس کو بلا غلط فہمی سکتے ہیں،

خلفاء میں حضرت عمرؓ اگرچہ ہمیشہ بڑی بڑی ہمت ملی ہیں مصروف رہتے تھے، تاہم جب موقع ملتا تھا تو نہایت شوق سے شعراء کے اشعار سنتے تھے، اور اون سے لطف اٹھاتے تھے، ایک بار سفر حج کو نکلے تو قافلہ کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ بھی تھے، لوگوں نے حضرت خواتؓ سے کہا کہ ”ضرار بن خطاب کے اشعار سناؤ“ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ”ان کو اپنے ہی اشعار سنانے دو“ چنانچہ وہ صبح تک متصل اپنے اشعار پڑھتے رہے، صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ”اب بس کرو“ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے رات بھر اشعار پڑھوایا کیے، جب صبح ہونے لگی تو کہا کہ اب قرآن پڑھو یہ ذوق صرف سننے سنائے اشعار پر موقوف نہ تھا، بلکہ اون کو بذات خود ہر قسم کے اشعار اس کثرت سے یاد تھے کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اس پر کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھ دیتے تھے، اس کے ساتھ بہت بڑے ناقدین تھے اور تمام شعراء کے کلام کے متعلق اس قدر صحیح رائے رکھتے تھے کہ تمام اہل ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ اون کے زمانے میں اون سے بڑھ کر کوئی شعر کا پرکھنے والا نہ تھا، چنانچہ علامہ ابن رقیق القروانی کتاب العدد میں لکھتے ہیں،

وكان من النقد زمانه للشعر الفذ لم فيه  
معرفته،  
یعنی حضرت عمرؓ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر  
شعر کے نقاد اور دانشمندان تھے،

جاحت نے کتاب البیان والبتین میں لکھا ہے،

لے امام تذکرہ حضرت خوات بن جبریلؓ ص ۱۷۸ کتاب البیان والبتین جلد ۱ صفحہ ۹۸، ص ۱۷۸ کتاب العدد ذکر اشعار الخلفاء جلد ۱ صفحہ ۱۲،

کان عمر بن الخطاب اعلم الناس

یہ حضرت عمر بن الخطاب اپنے زمانے میں سب سے بڑھکر

بالشعر،

شعر کے فنار تھے،

خود اون کے زمانے کے مشہور شعراء نے اون کی اس خصوصیت کا اعتراف کیا ہے۔  
چنانچہ انھوں نے حطیہ کو جو مشہور ہجو گو تھا، ہجو گوئی کے جرم میں قید کر دیا تھا، لیکن جب اس کو  
را کیا تو فرمایا کہ اب ہجو مقدس نہ کہنا، اس نے کہا اے امیر المومنین ہجو مقدس کیا چیز ہے؟  
بولے یہ کہ تم کسی کو کسی پر ترجیح دو یا ایک شخص کی مدح اور اس کے مقابل میں دوسرے  
کی ہجو کرو، اس نے یہ سنکر کہا اے امیر المومنین آپ تو مجھ سے بھی زیادہ اسالیب شعر کے  
ماہر ہیں، حضرت عمرؓ کو اگرچہ تمام مشہور شعراء کے کلام پر عبور تھا، لیکن تین شاعروں کو  
انھوں نے سب میں انتخاب کر لیا تھا، امرؤ القیس، زہیر نابغہ، ان سب میں وہ  
زہیر کا کلام سب سے زیادہ پسند کرتے تھے اور اس کو اشعار الشعراء کہا کرتے تھے، اہل  
عرب اور علمائے ادب کے نزدیک اب تک یہ مسئلہ طے نہیں ہوا کہ عرب کا سب سے بڑا  
شاعر کون تھا؟ لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فضیلت انہی تینوں میں محدود ہے  
حضرت عمرؓ کے نزدیک زہیر کو سب پر ترجیح تھی، اور جریر بھی اسی کا قائل تھا، ایک دفعہ  
ایک غزوہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اون کے ساتھ تھے، انھوں نے حضرت  
عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ اشعار الشعراء کے اشعار پڑھو، حضرت عبداللہ بن عباسؓ  
نے کہا وہ کون؟ فرمایا زہیر، انھوں نے ترجیح کی وجہ پوچھی تو اس کے جواب میں یہ

الفاظ فرمائے،

کان لایعاصل بین الکلام ولا یتبع  
وہ ناما نوس الفاظ کی تلاش میں نہیں رہتا، ارکے  
حوشیر ولا یتاح السرجیل الا  
کلام میں پیچیدگی نہیں ہوتی، اور چپ کھ کی میٹ کرتا ہو،  
یما فیہ،  
تواوئی اوصاف کا ذکر کرتا ہو جو واقعی اس میں  
ہوتے ہیں،

اور ناقدین فن نے بھی زہیر کی جو خصوصیتیں بتائی ہیں وہ یہی ہیں،  
زہیر کے بعد وہ نابعہ کے معترف تھے اور اس کے اکثر اشعار اون کو یاد تھے، امام  
شعبی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ لوگوں  
نے کہا آپ سے زیادہ کون جانتا ہے، فرمایا یہ شعر کس کا ہے؟

ایتک ما دیا خلقا مثالی  
علی خوف تظن بی الخنون  
لوگوں نے کہا نابعہ کا، پھر پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟  
حلفت فلم اترك لنفسک ریبہ  
ولیس وراً للہ عذیب  
لوگوں نے کہا نابعہ کا، فرمایا یہ شخص اصل شعر العرب ہے

بایں ہمہ وہ امر و القیس کی استاد سی اور ایجا و مضامین کے منکر نہ تھے، ایک دفعہ  
حضرت عبدالقدیر بن عباس نے شعراء کی نسبت ادن کی رائے پوچھی، تو امر و القیس کی  
نسبت یہ الفاظ فرمائے،

لے کتاب العمدة باب المشاہیر من الشعراء جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، آغانی مذکورہ نابعہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۵، ابن اشعار کے متعلق حضرت عمرؓ  
سوال کیا کہ آغانی میں ادن کی تعداد زیادہ ہے،

سابقہ خُصِف لہم عین الشعر فاقتف  
روہ سب سے آگے ہو اسی نے شعر کے چشے سے پانی نکالا

عن معان عوسر اصح بصرا  
اسی نے اندھے مفہام کو مینا کیا،

حضرت عمرؓ کے ذوق سخن کا یہ حال تھا کہ اچھا شعر سنتے تھے تو بار بار مرنے لے لیکر پڑھتے تھے  
ایک دفعہ زہیر کے اشعار سن رہے تھے، یہ شعر آیا،

دان الحی، مقطعة ثلاث  
میں ادلفاسر اوجلاو

تو حسن تقسیم پر بہت مخطوط ہوئے اور دیر تک بار بار اس شعر کو پڑھائے، ایک اور دفعہ  
عبدہ ابن الطیب کا لامیہ قصیدہ سن رہے تھے، اس شعر کو سنا،

والمرء ساء اذا مرّ ليس يدركه  
والعیش شح والشقاق دنا میں

پھر ٹک اٹھے اور دوسرا مصرع بار بار پڑھتے رہے، اسی طرح ابوقیس بن الاصلت کا قصیدہ  
سنا تو بعض اشعار کو دیر تک دھرایا کیئے،

حضرت ابو بکر صدیق اگرچہ زہد مجسم تھے تاہم شعور سخن کے بڑے ادا شناس تھے  
اور خود شعر کہتے تھے، چنانچہ ایک غزوہ میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے جس کے چند شعریہ ہیں،

امن طیف سلی بالبطاح المائث  
ادقت ادا من فی القصیرۃ حادث

تم دادی میں سلی کے خیال سے  
جاگتے رہے، یا کوئی واقعہ قبیلہ میں پیش آیا

توی من لوی فرقة لا تصدھا  
عن الکف تذکیر ولا بعث باعث

تم قبیلہ لوئے کے ایک گروہ کو دیکھتے ہو  
کہ اس کو کفر سے نہ وعظا نہ دندہ رکھتی، نہ نبوت نبوت

لے کتاب عمدہ جلد صفحہ ۵۹ باب انشاہیر انشوار، لے کتاب البیان والتبین مطبعہ مصر صفحہ ۹۰ و ۹۱،

رسول اتاہم صادق فکذبا . علیہ وقاوالست فینا ما کث  
اون کے پاس ایک سچا پیغمبر آیا جس کو  
اذا ما دعونا هم الى الحق اذ بدوا  
جب ہم نے اُن کو دعوت حق دی  
حضرت عثمانؓ کے اخلاقی اشعار کا نمونہ یہ ہے،

غنى النفس يغني النفس حتى يكفها . وان اعضا حتى يضربها الفق  
نفس کی بے نیازی نفس کو بے نیاز کر دیتی ہے  
وما عسوة فاصبر لما ان يلقها  
اگر تنگ دستی پر صبر کر دے گے  
بكا فنته الا يستعصا يسر  
تو فراخ دستی لازمی طور پر حاصل ہوگی

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے غزوہ صفین کے متعلق نہایت پر جوش اشعار کہے ہیں  
چنانچہ اس غزوہ میں قبیلہ ہمدان کی اعانت کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے،

ولما دایت الخيل ترجمہ یا تقی  
اور جب میں نے اُن گھوڑوں کو دیکھا  
عجا حمر الخور دوحی  
جن کے سینے شریخ اور خون آلود تھے  
وا عرض نقم فی السماء کاتہ  
اور آسمان کی نصحاء  
ونادی ابن ہند فی الکلاع وحیہ  
اور ابن ہند نے قبیلہ کلار، حمیر  
وکندۃ فی لحم دوحی جن ام  
کندہ، لحم اور جذام کو پکا را

یقیمت ہمدان الذین ہم  
 اذ اناب دھر جنتی وسمی  
 تو سینے ہمدان کی طرت رخ کیا  
 جو حوادث میں میرے پیر اور میرے تیرین  
 نجاء بنی من خیل ہمدان عصبة  
 فارس من ہمدان غیر لیہ نام  
 زہمدان کے ایک گروہ نے  
 میری صدارت لیک کہا، جو نہایت شریف سوار تھے  
 فخاصوا نظاها واستطاروا شراہا  
 دکانوالدی ایجا کشب مدام  
 وہ لوگ لڑائی کے شعلوں میں گھس گئے  
 اور وہی چکار دینے کو پھر لادور جنگ میں بڑے کھیلنے والے تھے  
 فلو کنت بواہ علی باب جنتہ  
 نقلت ہمدان ادخلوا السلام  
 تو اگر میں جنت کا دربان ہوتا  
 تو ہمدان سے کہتا کہ اے ایمان کیساتھ آئیں ان کے لئے سلام  
 خلفاء کے علاوہ اور جیسے صحابہ تھے سب کے سب شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے، چنانچہ  
 زمانہ حال کے ایک مصنف نے جمہرۃ العرب کے حوالے سے لکھا ہے،  
 ولم یبق من الصحابة من لم یقتل  
 کوئی صحابی ایسا نہ تھا جس نے کوئی نہ کوئی شعر  
 الشہر اذ یتشیل بہ  
 نہ کہا ہو، یا نہ پڑھا ہو،  
 اور کتاب العیوہ میں بنو و خاندان رسالت کے متعلق تصریح کی ہے،  
 ولیس من نبی عبد المطلب رجلاً و نساء  
 بنو عبد المطلب کے مرد و ان اور عورتوں میں رسول اللہ  
 من لم یقل شعر جاشی انہی صلی اللہ علیہ وسلم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس نے شعر نہ کہا ہو،  
 اور اس کے بعد حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت  
 لے جمہرۃ العرب صفحہ ۱۶، بحوالہ آداب اللغۃ العربیہ البحر ج۱ زیدان، ص ۱۵ کتاب مذکور جلد ۱ صفحہ ۱۵



جعفر بن ابی طالبؑ حضرت ابوسفیانؑ حضرت فاطمہؑ وغیرہ کے متعدد اشعار نقل کیے ہیں، لیکن تمام صحابہ میں شاعرانہ حیثیت سے چار بزرگ یعنی حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت کعب بن الکرؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہیں، ان چاروں بزرگوں میں حضرت حسانؓ بن ثابتؓ غنصری شاعر ہیں یعنی انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں میں شعر کہے ہیں، اور دونوں زمانوں میں داد سخن دی ہے، زمانہ جاہلیت میں وہ بہترین شاعر تسلیم کیے جاتے تھے، اور ملوک غسان سے جو اذن کے ممدوح تھے گران قیمت صلے پاتے تھے، ان سلاطین کی مدح میں انھوں نے جو قصائد لکھے ہیں، اذن میں عرب کے مشہور شاعر حطیبہ نے اس شعر کو بہترین مدحیہ شعر تسلیم کیا ہے،

لا یسئلون عن السواد المقبل

یغشون حتی ما تھر کلاھم

عبد الملک ابن مروان کا قول ہے،

اہل عرب نے جو بہترین مدحیہ اشعار کہے ہیں ان میں

ان امدح بیت قالتم العاب

حسان کا یہ شعر سب سے بہتر ہے،

بیت حسان هذا

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ شہری باشندوں میں اہل عرب کے نزدیک سب سے بڑے شاعر یثرب کے لوگ تھے، اس کے بعد قبیلہ عبد القیس، پھر قبیلہ ثقیف کے لوگ بڑے شاعر تسلیم کیے جاتے تھے، لیکن ان سب میں حضرت حسان بن ثابتؓ سب سے بڑے شاعر تھے، زمانہ اسلام میں

لے حضرت حسانؓ کے یہ حالات استیعاب اور طبقات الشعراء ابن قتیبہ سے ماخوذ ہیں،

وہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے، اور یہ اذکار سب سے بڑا امتیازی وصف خیال کیا جاتا تھا، ابو عبیدہ کا قول ہے کہ حسان کو تمام شعرا پر جو ترجیح حاصل ہو اوس کے تین سبب ہیں، ایک یہ کہ وہ زمانہ جاہلیت میں انصار کے شاعر تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہوئے، اسکے بعد زمانہ اسلام میں تمام میں کے شاعر تسلیم کیے گئے، لیکن ان میں اُن کا اصلی شرف یہ ہے کہ اُن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شاعر منتخب فرمایا، چنانچہ شکرین قریش میں عبد اللہ بن الزبیری، ابوسفیان بن حارث، عمرو بن العاص، اور ضرار بن خطاب نے آپ کی ہجو کوئی شروع کی، تو آپ نے فرمایا

ما منع القوم الذين نصروا رسول الله صلى الله عليه وسلم لبلاهم ان ينصروا بالسنة  
 جس قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اختیار سے کی وہ اپنی زبان سے کیوں آپ کی مدد نہیں کرتی؟

یہ منکر حضرت حسان ابن ثابتؓ نے کہا اس کام کے لیے میں تیار ہوں، اسکے بعد آپ کی طرف سے کفار کی شاعرانہ ممانعت اذکار کا عام مشغلہ ہو گیا، اور بارگاہ نبوی میں اُن کی اس خدمت کو اس قدر حسن قبول حاصل ہوا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا،

محمد و روح القدس معك  
 کفار کی ہجو کو روح القدس تمھارے ساتھ ہے،  
 ایک بار یہ وعادی،

المهم ايداه بروح القدس  
 خداوند اروح القدس کے ذریعہ سے اُنکی تائید کر،  
 ایک دفعہ اُن کی ہجوں کی ان الفاظ میں داد دی،

ان قوله فيهم اشد من وقع البس  
 کفار کے دلوں میں اُن کے اشعار تیرے زیادہ اثر کرتے ہیں

آپ نے مسجد نبوی میں اون کے لئے ایک منبر بھی بنوایا تھا جس پر بیٹھ کر وہ ان ہجو یہ اشعار کو سناتے تھے،

حضرت کعب بن الکب بھی مخضرمی شاعر ہیں، یعنی وہ زمانہ جاہلیت میں بھی مشہور شاعر تھے، اور اسلام میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص شاعر ہونے کی حیثیت سے صاحب امتیاز ہوئے، چنانچہ استیعاب میں ہے،

والتداب لحو المشرکین ثلاثۃ من الانصاف  
حسان بن ثابت وکعب بن مالک و  
عبد اللہ بن رواحہ،  
مشرکین کی ہجو گوئی کی خدمت انھار کے تین مخصوص تھے  
قبول کی، یعنی حسان بن ثابت، کعب ابن الکب  
اور عبد اللہ بن رواحہ نے،

لیکن ان تینوں بزرگوں کی ہجو گوئی کا موضوع مختلف تھا، حضرت حسان بن ثابتؓ مشرکین کے نسب پر حملہ کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اون پر کفر کا الزام لگاتے تھے، اور حضرت کعب ابن الکبؓ اون کو لڑائی کی دھمکیاں دے دے کر ڈراتے رہتے تھے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ دوس نے اون کے ان اشعار سے خوف زدہ ہو کر اسلام قبول کیا،

تضییاً من تھامة کل وتر  
وخیبر شاعرنا الیوم

ہم نے تھامہ اور خیبر سے  
انتقام لے کر تماریاں میں کر لی

فخیروا ہاؤن نطق لعالی  
قوا طعمین دوسا او ثقیف

اب ہننے اپنی تلواروں کو قبائل کے انتحالی تہ تیہ کیا  
اگر وہ بوئین تو دوس اور ثقیف کا نام لیتیں

۱۔ استیعاب و آغانی مذکورہ حضرت کعب بن الکبؓ،

خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشعار کو نہایت شوق سے سنتے تھے اور داد دیتے تھے ایک بار آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، تو انھوں نے گھر سے نکل کر اشعار سنائے، آپ نے ان کو سن کر فرمایا ”اور“ انھوں نے پھر اشعار پڑھے، آپ نے دوبارہ فرمایا ”اور“ اسی طرح ان سے تین بار فرمائش کر کے اشعار سنے، اور اخیر میں فرمایا،

لہذا اس شد علیہم من وقع البیل، کفار پر انکی زرد تیر سے بھی زیادہ سخت ہے،

حضرت عبداللہ بن رواحہ نہایت بڑیہ گوشتاعر تھے، چنانچہ ایک موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب حال اشعار کہنے کی فرمائش کی تو انھوں نے اسی وقت اٹھ کر رحمتہ یہ اشعار سنائے،

ان تفرست فيك الخير اعرفه      والله يعلم ان ما خا ننى البصر

میں نے آپ کی ذات میں نیکی کو دیکھا اور خدا کی قسم میری آنکھوں نے آسمان کا نہیں کیا

انت النبي ومن يحرم شفاعته يوم الحساب لقد ادرى به القدر

آب بغیر ہیں اور جو شخص

بخاری میں بھی اول کے متعدد حجاز اور متعدد نعتیہ اشعار موجود ہیں، لیکن ادنیٰ

شاعری کا اصلی موضوع کفار کی جھوگوئی تھا، اور اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ غزوہ احزاب سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سے کفار تم سے لڑائی نہ کریں گے، بلکہ تمہاری ہر چیز کے لئے تمہارے کون محفوظ رکھے گا؛ حضرت عبداللہ

۱۱۱۱ استیجاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن رواحہ و تذکرہ حضرت حسان بن ثابت و آغانی تذکرہ حضرت کعب بن مالک،

ابن رواحہ یہ شکر ادھٹھے، اور فرمایا کہ میں اس کے بعد سے اونکا یہ مخصوص مشغلہ ہو گیا، چنانچہ وہ ہمیشہ کفار کی جو کہتے تھے، اور اون پر صرت کفر کا الزام لگاتے تھے، لیکن اون کے رفتار یعنی حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ اون کے نسب پر حملہ کرتے تھے اور جنگ کی دھمکی دیتے تھے، جب تک کفر اور زمانہ جاہلیت کا نشہ سر میں تھا کفار پر اپنی دونوں بزرگوں کی ہجوین اثر کرتی تھیں، لیکن جب یہ نشہ اتر گیا تو حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے اشعار کفار پر ان سے زیادہ اثر کرنے لگے،

حضرت کعب ابن زہیرؓ بھی مخضرمی شاعر ہیں اور اونکا شمار عرب کے بہترین شعراء میں ہے، عرب میں اسلام کا چرچا پھیلا تو وہ اولادوں کے بھائی بحیر رسول اللہ صلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے، چنانچہ ایک مقام پر پہونچ کر حضرت کعبؓ ٹھہر گئے، اور بحیر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، حضرت کعبؓ کو اون کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو یہ اشعار کہے،

الا ابلقا عنی بحیرا رسالة	علی اے شی دیب غیرک د لکا
میری طرف سے بحیر کو پیغام پہونچا د	کہ کس چیز کی طرف تمہاری غیر نے تمہاری نہائی کی
علی خلق لم تلف اما ولا ابا	علیہ ولم تدرک علیہ اخا لکا
اوس خلق کی طرف جس پر نہ تمہاری مان تھی	نہ تمہارا باپ اور نہ تمہارا بھائی
سقاک ابو بکر بکاس ر دیتہ	فا تھک المامون منها وعدکا
ابو بکرؓ نے تم کو چھلکے ہوئے پیالے	بار بار پلائے

لیکن اس کے بعد خود مسلمان ہو گئے اور ایک قصیدہ کہہ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور ارگردگر صحابہ کی صفیں تھیں، حضرت کعب بن صفون کو حیرت ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور اپنا مشہور قصیدہ بابت سعاد پڑھنا شروع کیا، جب ان اشعار تک پہنچے،

ان الرسول سیف لیستصاۃ بہ مہند من سیوف اللہ مسلول

رسول اللہ دست خدا کی کھنچی ہوئی ایک ہندی تلوار میں جس روشنی حامل کجائی ہو

فی فیتۃ من قریش قال قائلہم بیطن مکۃ لما اسلموا نزلوا

قریش کے نوجوانوں میں سے ایک نے کہ میں اسلام لانے کے بعد مکہ ہجرت کر جاؤں

تو آپ نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کعب کے ان اشعار کو سنو،

آپ نے اس قصیدے کے صلیب میں اون کو خود اپنی چادر عطا فرمائی، جس کو امیر معاویہ نے خرید لیا اور اون کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اڑھ کر نکلتے تھے،

لیکن اس شاعرانہ ذوق کے ساتھ صحابہ کرام نے اپنے اصلی منصب کو فراموش نہیں کیا، اسلئے ادبی حیثیت کے ساتھ زیادہ تر اخلاقی حیثیت سے اشعار عرب کی تردید و اشاعت کی اپنا نچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کی یہ فرمان بھیجا،

مومن قبلک بتعلم الشعر فانہ یدل علی معالی لوگون کو اشعار یاد کرنے کا حکم دے، کیونکہ وہ اخلاق کی

اخلاق و صلوب المرأی و معرفۃ الانساب بلند باتوں صحیح رائے و انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں

سلۃ آغانی و استیعاب و احباب تذکرہ حضرت کعب بن زہیرؓ کا یہ عمدہ جلد ۱۰۱

تمام اضلاع میں جو حکم بھیجا اوس کے الفاظ یہ تھے،

علموا اولادکم العوم والفرس نزد دوہم اپنی اولاد کو تیرنا، اور شہساری سکھاؤ اور ضرب ثلین

ما سآمن المثل حسن من الشعر اور عمدہ اشعار یاد کرو،

بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں،

سروا من الشعر اعفہ اون سے پاکیزہ اشعار کی روایت کرو،

حضرت امیر معاویہؓ شعر کو ایک بہترین اخلاقی طاقت سمجھتے تھے، اور اسی بنا پر لوگوں کو اوس کے یاد کرنے کی ترغیب دیتے تھے، چنانچہ ایک بار فرمایا،

يجب على الرجل تاديب ولده والشعر آدمی پر اپنی اولاد کی تادیب فرض ہو، اور ادب کا اعلیٰ مراتب الادب، بلند ترین مرتبہ شعر ہے،

ایک بار اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر لوگوں کو ہدایت کی،

اجلوا الشعر اکبرهمم واكثر ايلکم فقلد التینی شعر کو اپنا سب سے بڑا ملح نظر بناؤ، اور اوس کے عادی

لیلة الہریر یصفین فانا اذیل الحرب شدائیلو ہو جاؤ، کیونکہ جنگ صفین میں لیلۃ الہریر کو مینے بھگایا

فما خلفی علی الاقامۃ الا بیات عمر بن الاطنابہ تو مجھ کو عمرو بن الاطنابہ کے اشعار نے ثابت قدم رکھا،

صحابہ کرام نے شعر و شاعری کے وہ تمام عیوب بھی مٹا دیئے جو بد اخلاقی کی طرف منجر ہوتے تھے، مثلاً صحابہ کرام کے زمانے تک تمام عرب میں یہ طریقہ جاری تھا کہ شعرا علانیہ شریف عورتوں کا نام اشعار میں لاتے تھے اور اون سے اپنا عشق جتاتے تھے

لیکن حضرت عمرؓ نے اس طریقہ کو بالکل مٹا دیا اور اسکی سخت سزا مقرر کی، اسی طرح  
 ہجو کوئی کو بھی ایک جرم قرار دیا اور خطیہ کو جو مشہور ہجو گو تھا، اس جرم میں قید کر دیا لیکن  
 ان تمام باتوں کے ساتھ اہل ادب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ زمانہ اسلام میں شاعری دفعتاً اپنے  
 اوج کمال سے گر گئی، اور صحابہ کرام نے اس کو بحیثیت فن کے کسی قسم کی ترقی نہیں دی  
 جس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ عرب میں فخر و غرور، جنگجوئی، انتقام اور عشق و ہوس  
 وغیرہ شاعری کا اصلی عنصر تھے اور اسلام نے ان تمام اخلاقی برائیوں کو مٹا کر صحابہ کرام  
 کو خیر مجسم بنا دیا تھا، اس لئے ان کی ذات میں خیر و شر کے یہ دونوں تضاد عناصر جمع نہ ہو سکے  
 چنانچہ اجمعی نے صاف صاف کہہ دیا،

الشعر نکد باب الشرف اذا دخل

شعر کو نیکی سے کوئی تعلق نہیں، اس کا دروازہ

فی الخیر ضعف هذا احسان بن ثابت

بڑائی ہو جب وہ نیکی کے دروازے میں داخل ہوتا ہے

فخل من فحول الجاهلیۃ فلما جاء

تو کمزور ہو جاتا ہے، مثلاً احسان بن ثابت کا شمار جاہلیت

الاسلام سقط شعرہ

کے اکابر شعراء میں تھا، لیکن جب اسلام آیا تو ان کے

اشعار پست ہو گئے،





# خطابت

اور

## زورِ تقریر

اہل عرب میں ابتداء ہی سے خطابت اور تقریر کا ملکہ موجود تھا، اور خود زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے خطباء گزر چکے تھے، لیکن اس قوت سے جو کام لیے جاسکتے تھے زمانہ جاہلیت میں اُنکا دائرہ محدود تھا، اسلئے اس زمانے میں خطابت اور زورِ تقریر کو وہ اقتدار و اثر حاصل نہ ہو سکا، جو شعر و شاعری کو حاصل تھا، لیکن زمانہ اسلام میں یہ حالت بدل گئی اور سیاسی واقعات، اور غزوات، و فتوحات نے عرب کی پرچوش طبیعتوں کے لئے بہت سے میدان کھول دیئے، جن میں اون کو زبانِ آوری کے جوہر دکھانے کا موقع ملا، اس بنا پر اسلام کے بعد اگرچہ عربی شاعری میں زمانہ جاہلیت کا زور باقی نہ رہا تاہم اس کی طاقت خطابت اور تقریر کی طرف منتقل ہو گئی، اور صحابہ کرام کی حقیقی زندگی کے پہلے ہی دن سے اس کے کامیاب نتائج ظاہر ہونے لگے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام میں جو خطرناک اضطرابی حالت پیدا ہو گئی، اس کے

مٹانے کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے جو خطبہ دیا وہ صرف چند فقرہ پر مشتمل تھا،

اَلَا مَن كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا اَفَانُ مُحَمَّدًا  
 صلعم قدامات ومن كان يعبد الله  
 فان الله حي لا يموت انك ميت  
 وانهم ميتون وما محمد الا رسول  
 قد خلت من قبله الرسل افانك  
 مات او قتل انقلبتم على اعقابكم  
 من ينقلب على عقبيه فلن  
 يضر الله شيئا وسيجزي الله  
 الشاكرين

ہاں! جو لوگ پرستارِ ان محمدؐ تھے، ان کو معلوم ہو جائے  
 چاہیے کہ محمدؐ وفات پانچے، لیکن جو لوگ پرستارِ ان  
 خدا ہیں ان کو معلوم ہو جاتا چاہیے کہ خدا زندہ ہو  
 مرا نہیں، خدا اپنے پیغمبر سے خود کہتا ہے، تو مر گیا  
 اور تمام لوگ مریں گے، محمدؐ تو صرف ایک پیغمبر تھے، ان کے  
 پہلے بھی اور پیغمبر گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر گئے، یا شہید  
 ہو گئے تو تم لوگ پھر رحمتِ تقویٰ کو چاؤ گے، یقین کرو کہ جو  
 لوگ مرتد ہو جائیں گے وہ خدا کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے، اور  
 خدا شکر کرے ان کو جلد جزائے خیر دیگا،

لیکن انہیں چند فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بند گئیں  
 اور لوگ نکلے تو اس آیت کو پڑھتے ہوئے نکلے، اس کے بعد جب خلافت کے لیے انصار  
 و مہاجرین کے دو جتھے قائم ہو گئے اور انصار نے علانیہ کہا،

منا امیر ومنکم امیر، ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے،

تو ان کی طرف سے حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک پرزور تقریر کی جس کے چند فقرے  
 یہ ہیں،

اما بعد فہن انصار الله وکیتبہ ہم خدا کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور تم

الاسلام وانتم معاشر المجاہدین رہط  
 وقد دفت دافتر من وکم فاذا هم یبیدون  
 الن یختزلوننا من اهلنا دان یحفونا ملکاً  
 حضرت عمرؓ اس موقع پر تقریر کرنے کے لیے پہلے سے تیار تھے، لیکن حضرت ابو بکرؓ نے  
 اون کو موقع نہیں دیا اور خود تقریر کی جس کے چند فقرے یہ ہیں،

لاولکنا الامراء وانتم الومراء  
 فانتم له اهل ولن یعرف هذا الامر  
 الا لهدی الحی من القریب هم اوسط  
 العرب نسباً وداً  
 نہیں، لیکن ہم امراء ہیں اور تم دزرا، تم بے شہر  
 اوس کی اہلیت رکھتے ہو، تمام عرب صرف قریش  
 کو خلافت کا مستحق سمجھتا ہے، کیونکہ وہ خاندان و نسب کے  
 لحاظ سے افضل ترین عرب ہیں،

حضرت عمرؓ کو اپنی تقریر پر بڑا ناز تھا، لیکن اس تقریر کو سنکر انھوں نے اعتراض کیا،  
 فکان هوا حلم منی وادب واللہ ما  
 ترک من کلمۃ عجبتنی فی تزویری  
 الا قال فی بدیعہ مثلہا وادفضل  
 منها،  
 وہ تقریر کرنے میں مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے  
 خدا کی قسم جن فقرہوں پر جھکنا زنا تھا اون میں ایک کو  
 بھی انھوں نے نہیں چھوڑا، بلکہ فی البدیہہ ویسے ہی  
 یا اون سے بہتر فقرے کہے،

حضرت عمرؓ نے فرائض خلافت اور فتوحات کی وسعت کی وجہ سے سیاسی  
 معاملات کے متعلق جو تقریریں کی ہیں، اون میں ایک طرف تو اس مقدور جاہلیت  
 بخاری کتاب المناقب باب فضل ابی بکر و کتاب الحارث بن ابی رجم اصحی من الزنی اذا حضرت،

سادگی، روانی اور وضاحت پائی جاتی ہے، کہ ایک کچھ بھی اون کے مفہوم کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہو، دوسری طرف اس قدر زور و قوت اور جوش و اثر پایا جاتا ہے کہ سننے والوں کے دل لرز اٹھتے ہیں،

مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ اونھوں نے جو خطبہ دیا اوس کے ابتدائی فقرے تھے

اللهم انی غلیظ فلینی اللهم انی ضعیف خداوند امین سخت ہوں بھکونم کر میں ضعیف ہوں

فقونی الاوان العرب جمل الف مجھے قومی بنائے ان عرب ایک سرکش اونٹ ہی

وقد اعطیت خطامہ الاوانی جس کی مار میرے ہاتھ میں دیدی گئی ہے، ان

حاملہ علی الحجۃ میں اوسکو سیدھی راہ پر چلاؤنگا،

ایک بار ایک تقریر کی جس میں امرا و عمال سے ان پر زور الفاظ میں خطاب کیا،

الاوانی لما بعثکم امراء ولا جبارین ان میں نے تم کو نہ امیر بنا کر بھیجا نہ ظالم دستبد

ولکن بعثکم ائمة الہدی یتدی میں نے صرف تم کو امیر ہی بنا کر بھیجا، تاکہ تم سے

یکم ولا تغلقوا ابواب دوغم فیما کل ہدایت حاصل کیجائے، رعایا پر اپنے دروازے

توقیم ضعیفتم، بند نہ کرو، کہ قومی ضعیف کو دکھا جاے،

حضرت عثمانؓ نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ جب پہلی تقریر کرنا چاہی تو

چونکہ پہلے سے تیار نہ تھے اسلئے خاموش ہو گئے، اور ان الفاظ میں معذرت کی،

انتم احوج الی الامام العادل تم کو بولنے والے خلیفہ سے زیادہ انصاف کرنے

الہ کتاب خزائن صفحہ ۶۷، یہ ایک نہایت پر زور اور مطول تقریر ہے جس میں خلیفہ عمال در رعایا کے حقوق و فرائض بیان کیے ہیں

من الامام القائل

والے خلیفہ کی ضرورت ہے،

لیکن تمام اہل ادب متفق اللفظ ہیں کہ اس سے زیادہ مبلغ معذرت آج تک کسی نے نہیں کی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اکثر خطبے زہد و قناعت پر دیئے ہیں، جو ادب کا خزانہ کی کتابوں میں منقول ہیں، ان خطبوں میں اگرچہ عموماً سلاست و روانی پائی جاتی ہو، لیکن زور بلاغت کا عالم وہاں نظر آتا ہی، جہاں انھوں نے پولیکل تقریر کی ہے اور قوم کو جنگ پر ابھارا ہی، مثلاً

ایھا الناس المجتمعۃ ابدانکم المختلفة  
اھو اھم کلامکم یوھن الصم الصلاب  
وفعلکم لیطعم فیکم عدوکم ووددت  
واللہ ان لی بکل عشر منکم رجلاً  
من بنی فرائس بن غنم صوف الدینا

اے وہ لوگو، جنکے جسم تو متحد ہیں لیکن مقاصد مختلف ہیں  
تمھاری باتوں سے تو بھر کی چٹانیں چرچر ہو جاتی ہیں  
لیکن تمھارے افعال تمھارے دشمنوں کو تم پر حیرت سی کی  
ملنے دلاتے ہیں، اندکی قسم اگر تمھارے دس آدمیوں کے بدلے  
میں مجھے بنی فرائس بن غنم کا ایک آدمی بھی ملتا تو میں ایک

بالدرہم،

اشرفی کو ایک درہم کے بدلے میں دیدیتا،

صحابہ کرام نے اپنی اس قوت تقریر سے بڑی بڑی مذہبی خدمتیں انجام دی ہیں  
حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف کفار کی تقریروں کے  
جواب دینے کے لیے مامور فرمایا تھا، اسلئے وہ خطیب رسول اللہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے

سیلہ کذاب مدینہ میں آیا، تو آپ اوس کے پاس تشریف لگے اور ابتدائی سوال و جواب کے بعد یہ کہہ کر چلے آئے کہ ”یہ ثابت بن قیس ہیں، جو میری طرف سے تمہارا جواب میں آئے گئے“ اقرع بن حابس وغیرہ جب اپنے خطباء و شعراء کے ساتھ آپ کی خدمت میں مناظرہ کے لئے آئے تو انہی نے ادن کے خطیب کا جواب دیا، اور اقرع نے تسلیم کیا کہ وہ غالب رہے، حضرت سہیل بن عمرو نہایت پر جوش خطیب تھے، حالت کفر میں وہ اسلام کی مخالفت میں تقریر کیا کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ”ان کے نیچے کے اگلے دانت توڑ دو“ آپ نے یہ تقریر کرنے میں زبان نہ چلنے پائے آپ نے فرمایا میں شک کرنا نہیں چاہتا، ممکن ہو کہ ان کی تقریر سے کبھی اسلام کو بھی فائدہ پہونچے“ چنانچہ وہ اسلام لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب تمام عرب میں ارتداد کی ہوا چل گئی تو انھوں نے قریش کے سامنے ایک مظلوم تقریر کی جس کے چند فقرے یہ ہیں:

یا معشر قریش لا تکنوا آخر من	اسے گردہ تریں یہ تو کہ تم سب کے اخیر میں اسلام لائے
اسلم و اول من امرتہ و اللہ ان	اور سب سے پہلے مرتد ہو جاؤ، خدا کی قسم میں
ہذا الدین لیمتد ان امتداد الشمس	وہاں پہونچ جائے گا جہاں سے چاند سورج
والقمر من طلع و عصارا الی غروبہما،	نکلے اور ڈوبتے ہیں،

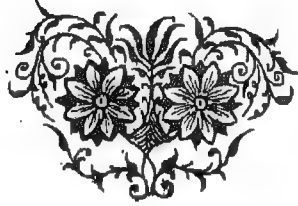
چنانچہ اسی تقریر کے اثر سے تمام قبیلہ قریش اسلام پر قائم رہا،

صحابہ کرام ہجرت کر کے حبش کو گئے، تو کفار نے ادن کو وہاں سے واپس لانے

لے بخاری کتاب المغازی باب قصۃ الاسود انسی، اسد الغابہ تذکرہ اقرع بن حابس، کتاب البیان و التبيين للباحث جلد ۱ صفحہ ۲۲۲، اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمرو،

کے لیے مخفی طور پر بہت سی تدبیریں کیں، لیکن حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے نجاشی کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو جس موثر اور واضح طریقہ سے بیان کیا، اوس نے اون کی تمام تدبیریں کو بے اثر کر دیا، اونہوں نے کہا کہ اسے بادشاہ اہم ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، قطع رحم کرتے تھے، اور ہمایوں کے ساتھ بڑا سلوک کرتے تھے، ہم میں جو لوگ توی تھے، وہ ضعیف کو کھا جاتے تھے، یہ حالت تھی کہ خدا نے ہمارے پاس ایک پیغمبر بھیجا، جو ہمیں مین سے تھا، اور ہم اوس کے نسب، راستبازی، امانت اور پاکبازی سے واقف تھے، اوس نے ہم کو خدا کی طرف بلایا، کہ اوسکو ایک سمجھیں، اوسکی عبادت کریں، اور ہم اور ہمارے آباؤ اجداد جن پھروں اور بتوں کو پوجتے تھے، اونکی پرستش چھوڑ دیں، اوس نے ہم کو سچائی، امانت داری اور صلہ رحمی کی تعلیم دی اور ہمایوں کے ساتھ سلوک کرنے اور محرمات اور خونیازی سے بچنے کا حکم دیا، بدکاری اور دروغ بیانی سے روکا اور یتیموں کے مال کھانے اور عقیقہ عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا، اور ایک خدا کی عبادت کرنے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کی ہدایت کی، پس ہم نے اوس کی تصدیق کی، اوس پر ایمان لائے، اور اوس کا اتباع کیا، ہم نے تنہا خدا کو پوجا، اوس نے جن چیزوں کو ہم پر حرام کیا، ہم نے اوس کو حرام سمجھا، اور جن چیزوں کو حلال کیا ہم نے اوس کو حلال قرار دیا، اسلئے ہماری قوم نے ہم پر بہت تقدس رکھا، ہم کو آدمیتین دین، اور ہم کو ہمارے دین سے برگشتہ کرنا چاہا، تاکہ ہم کو خدا کی عبادت سے پھیر کر بتوں کی پرستش کی طرف لائیں، اور جن ناپاک چیزوں کو

ہم پہلے حلال سمجھتے تھے اب بھی ادن کو حلال سمجھیں، تو جب اونھوں نے ہم پر جبر و ظلم کیا،  
 ہم کو تکلیفیں دیں، اور ہمارے مذہب میں دست اندازیاں کیں تو ہم تیرے ملک میں  
 چلے آئے اور سب لوگوں پر تجھ کو ترجیح دی، تیری ہمسائیگی سے توقعات قائم کیں اور یہ  
 امید باندھی کہ تیرے پاس ہم پر ظلم نہ کیا جائیگا، اسے بادشاہ انجاشی نے یہ تقریر سن کر کہا کہ  
 ”تم کو کلام اتھی کا کوئی ٹکڑا یاد ہے“ حضرت جعفرؑ نے سورہ کہسص کی چند ابتدائی آیتیں  
 پڑھیں تو انجاشی پر یہ اثر پڑا کہ روتے روتے داڑھی تر ہو گئی، اور بے اختیار بول وٹھا  
 کہ ”خدا کی قسم یہ اور وہ جو موسیٰ لائے، ایک ہی چراغ کے پر تو ہیں، جاؤ، میں کبھی تمہیں  
 کفار کو واپس نہیں دیکھتا“





# خاتمہ

## صحابہ کرام کا اثر

صحابہ کرام کی موثر زندگی کے تمام خال و خط تمہارے سامنے آگئے، اون کے مذہب، اخلاق، اور معاشرت کی روشن مثالیں تمہاری نگاہ سے گزر چکیں، اون کی حکومت و سیاست کے تمام کارنامے تم نے پڑھ لئے، لیکن تمہارے دل نے اون کا کچھ اثر بھی قبول کیا؟ اگر ان احترام تابندہ کی روشنی نے تمہاری راتوں کو دن نہیں بنایا تو یہ تمہاری سیاہ بختی کی سب سے بڑی دلیل ہے، لیکن ہر شخص تمہاری طرح سید گلیم اور سیہ بخت نہیں ہو سکتا، آج سے تیرہ سو برس پہلے صحابہ کرام کے مختلف فضائل نے سیکڑوں اشخاص کو اپنا گرویدہ بنایا، اور اون کے مذہبی، اخلاقی اور علمی اثر نے دلوں کے اندر کی دنیا کو تہ و بالا کر دیا، اگر تم خود صحابہ کرام کے مذہب، اخلاق، اور معاشرت وغیرہ کا اثر قبول نہیں کرتے تو کم از کم دوسروں کی تقلید و مثال سے تو تم کو عبرت و بصیرت حاصل کر لینا چاہیے،

صحابہ کرام کا مذہبی اثر | حضرت جند بن کعبؓ نے ایک جادوگر کو ایک حدیث کے بموجب قتل کر دیا اور اس جرم میں اون کو ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو زہر کو نہ نے سزائے قید دیدی، لیکن جیلر اون کے صوم و صلوة کی پابندی سے اس قدر متاثر ہوا کہ خود اون کو رہا کر دیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا، وہاں یہو نکراؤنھون نے نماز فجر میں بلند آہنگی کے ساتھ تکبیر کہی، تو حضرت عمرو بن مسمون الازدی پر اس کا جو اثر پڑا اس کو وہ خود بیان کرتے ہیں،

فالتیعت محبتی علیہ فما فارقتہ حتی  
میں ہم تن اذکا عاشق ہو گیا اور اس وقت تک  
دفنتہ بالشام، اذکی صحبت سے الگ نہ ہوا جب تک شام میں دفن نہ ہو گیا

اون کے بعد یہ روحانی اثر اون کو کھینچ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لایا، اور تا دم مرگ اون کی خدمت سے الگ نہ ہوئے،

صحابہ کرام کو جو مذہبی عزت حاصل تھی اس کا یہ اثر تھا کہ لوگ اون کے پاس آ کر طالب دعا ہوتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت انس بن مالکؓ کے پاس بصرہ سے کچھ لوگ آ کر طالب دعا ہوئے، اور اونھوں نے دعا کی،

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو لاتے تھے اور وہ ان کے لئے دعائے برکت کرتی تھیں،

۱۔ اسد الغابہ ذکر حضرت جند بن کعبؓ، ۲۔ البدایہ و النہایہ باب الاثر الامام الصلوٰۃ علی لوقت، ۳۔ ادب المفرد باب ۴۔ ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن،

امراے بنو امیہ پر صحابہ کرام کا یہ اثر تھا کہ یہ لوگ مذہبی معاملات میں ادن کی اقتدا کو اپنا فرض سمجھتے تھے، چنانچہ ایک بار عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھ بھیجا کہ منار کے حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کر، اس حکم کی بنا پر حجاج خود ادن کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا ارشاد ہے؟ بولے کہ ”اب چلنا چاہیے“ اوس نے کہا ”اس وقت“ بولے ”ہاں“ بولا بدن پر پانی ڈال لون تو حاضر ہوئے۔

یہ اثر نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ کفار پر بھی پڑا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی، اور اوس میں نماز ادا کرتے تھے، لیکن جب وہ نماز میں قرآن پڑھتے تھے تو کفار کے اہل و عیال ادن کی رقت خیز آواز سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ خود کفار کو یہ خوف پیدا ہو گیا، کہ کہیں ادن کے بچوں اور بی بیوں کو وہ شدید اسلام نہ بنالیں۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ قسطنطنیہ میں خود - دیون سے لڑ کر شہید ہوئے تھے تاہم ادن کا یہ اثر تھا کہ جب قحط پڑتا تھا تو رومی ادن کی قبر کے واسطے سے پانی برسنے کی دعا مانگتے تھے۔

صحابہ کرام کا اخلاق انہما ہر مقدمہ میں گواہ کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن صحابہ کرام کو اونکی دیانت نے اس سے مستثنیٰ کر دیا تھا، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ پر ایک عورت نے غصب کا دعویٰ کیا، لیکن اونھوں نے کہا ”غیب سے میں نے رسول اللہ صلیم سے

لے سالی کتاب الحج باب لودج یوم عرفہ، ص ۱۱۰ بخاری باب الکفایہ ج ۱۰ ابی بکر السدی، ص ۱۱۰ حسن الخاضر جلد ۱ ص ۱۰۰

یہ سنا کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی ایک بالشت بھر زمین لگا خدازمین کے ساتوں طبقوں کو  
اوس کے گلے کا طوق بنائیگا، مین نے اس کی زمین کا کوئی حصہ نہیں لیا، مردان کے  
بیان مقدمہ پیش تھا اوس نے کہا اب مین آپ سے گواہ نہیں مانگتا،

امرا و سلاطین تو پھر بھی مسلمان تھے سب سے زیادہ یہ اثر کفار پر پڑا تھا،  
حضرت ابو بکر کفر زار مکہ کو چھوڑ کر نکلے تو راہ مین ابن الدغنه مل گیا، جو عرب مین  
سید القارہ کے خطاب سے ممتاز تھا، اوس نے پوچھا کہ مان جاتے ہو؟ بولے ”مجھے  
میری قوم نے نکال دیا ہے، اب سیاحت کر کے خدا کی عبادت کر دینگا“ اوس نے کہا تم  
جیسا شخص نہ وطن سے نکل سنا نہ نکالا جاسکتا تم غریبون کے لیے مال پیدا کرتے ہو، صلہ رحمی  
کرتے ہو قوم کی دیت و تاوان کا بار دھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصائب قومی  
مین اعانت کرتے ہو، مین تمہارا ضامن ہوں، چلو اور اپنے ملک مین خدا کی پرستش  
کرو“ چنانچہ وہ پلٹے اور چند شرائط کے ساتھ کفار نے اوس کو عبادت گزاری کی  
اجازت دیدی،

حضرت نعیم بن عبدالقدیس تمام نہایت فیاض صحابی تھے، اور قبیلہ بنو عدی  
کی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے، کفار پر اوس کی اس نیکی کا یہ اثر تھا کہ  
جب اوسھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک لیا، اور کہا کہ جو مذہب  
چاہو اختیار کرو، اگر کوئی تم سے تعرض کرے گا تو سب سے پہلے ہماری جان

لے لے گا، لیوے اب تحریم غصب الارض، علیہ تجاری، ابی کفالت، ابی جوارابی، ابو الصدیق فی عبد الباقی و عہدہ،

تم پر قربان ہوگی۔

صحابہ کرام کا علمی اثر، صحابہ کرام کو علمی فیوض و برکات نے ایک چشمہ شیریں بنا دیا تھا، جس کے گرد تشنگانِ علم کا ہمیشہ مجمع رہتا تھا، حضرت قزحہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فتویٰ دیر بہتھے، اور لوگ اون پر ٹوٹے پڑتے تھے، میں نے انتظار کیا جب بھیڑ بھاڑ چھٹی تو میں نے خود اپنا سوال پیش کیا۔

حضرت سلیم بن خالد کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں ایک تجارتی مقصد سے آیا مسجد میں جا کر دیکھا کہ جوق کے جوق لوگ ایک مشہور اور نمایاں شخص کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حجازی آدمی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے مجھے آنکھیں دکھائیں اور کہا کہ تم ان کو نہیں جانتے؟ یہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔

حضرت ابو ادریس خولانی کا بیان ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک جوان جس کے دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں لوگوں کا پیشوا ہے، لوگ اگر کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو اسی کی سند پکڑتے ہیں اور وہ جو کہہ دیتا ہے اس پر رُک جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا معاذ ابن جبلؓ۔

صحابہ کرام کی علمی عزت و اثر کا صرف اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر کسی کو صحابہ کرام سے کچھ پوچھنا ہوتا تھا تو وہ دوسروں سے اعانت و سفارش کا خواستگار نہ ہوتا بلکہ صحابہ کرام سے پوچھ کر حضرت نسیم بن عبد اللہ التمامؓ سے پوچھتا اور کتاب الصیام باب فی الصوم فی السفر، ابو داؤد کتاب الفتن، موطائے امام مالک کتاب بایع باب اجار فی المتجاربین فی الشراء

ہوا تھا، ہلال غرہ می کو حضرت انس بن مالک سے ایک حدیث دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو انھوں نے حضرت ثابت کو شفیع بنایا،

حضرت عائشہ بنت طلحہ نے حضرت عائشہؓ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی اور کیا بیان ہے، کہ لوگ دور دور سے اون کے پاس حاضر ہوتے تھے، اور چونکہ جھکو حضرت عائشہؓ سے تقرب حاصل تھا اسلئے بوڑھے بوڑھے لوگ میرے پاس آتے تھے، جو ان لوگ مجھ سے بھائی چارہ کرتے تھے، اور جھکو ہدیہ دیتے تھے، اور اطراف ملک سے خطوط بھیجتے تھے جب میرے پاس کوئی خط آتا تو میں کہتی کہ ”اے خالہ یہ فلان کا خط ہے اور فلان کا ہدیہ، فرمائیں کہ جواب لکھ دو اور ہدیہ کا معاوضہ دیدو“

عوام تو عوام امرا و سلاطین کی مغرور گردن بھی صحابہ کرام کے علمی اثر کے سامنے جھک جاتی تھی، ایک بار امیر کہنے رویت ہلال کے متعلق خطبہ دیا اور اخیر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ”تم میں ایک ایسا بزرگ ہے جو خدا اور رسول کے احکام کا مجھ سے زیادہ عالم ہے“

خلفاء حضرت امینؓ کی فصاحت بیانی اور طلاقت لسانی کے اس قدر گرویدہ تھے کہ اون کو خلیل ان خلفاء کہا جاتا تھا، باوجودیکہ اون کے جسم پر برص کے داغ تھے، تاہم عبدغفر بن مروان گورنر مصر اون کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا تھا،

صحابہ کرام کا عام اثر | صحابہ کرام اگر یہ دنیوی حیثیت سے ایک فقیر بنوا تھے، لیکن عام اثر نے  
 ۱۔ مسلم کتاب الطہارۃ باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدين من النار ۲۔ اول نقود باب الکتابۃ الی النساء وجوابہن، ۳۔ البدایہ  
 کتاب الصیام باب شہادۃ طلحہ علی روئے ہلال شرال، ۴۔ حسن المحاضرہ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۷۰،

اولن کو بادشاہ بنا دیا تھا، اسلئے جہان جاتے تھے نہایت دھوم دھام سے اون کا استقبال ہوتا تھا، حضرت انس بن مالکؓ شام کو گئے تو لوگ عین التمر تک استقبال کو آئے، ایک شخص حج کو جا رہے تھے، راہ میں حضرت ابوذرؓ مل گئے اور باہم کچھ سوال و جواب ہوا، ادھون نے مکہ پہنچ کر دیکھا کہ لوگوں نے ایک شخص کو گھیر لیا ہے، بھیڑ بھاڑ کو پھیرتے پھاڑتے وہاں تک پہنچے تو دیکھا کہ وہی بزرگ ہیں جو مقام ربذہ میں ملے تھے یعنی ابوذرؓ،

ایک بار حضرت ابن عمرؓ کے ہاتھ ایک شخص نے اپنا مریض اونٹ فروخت کیا، اسکا دوسرا شریک آیا تو اس نے کہا کہ ”میں نے ایک بڑے کے ہاتھ جو ایسا ایسا تھا اونٹ کو بیچ دیا“ اس نے کہا کہ ”مغضب کیا وہ ابن عمرؓ تھے“ وہاں سے دوڑا ہوا آیا اور اونٹ کو واپس لے جانا چاہا، مگر حضرت ابن عمرؓ نے خود ہی واپس کرنا پسند نہیں کیا،

ایک بار حضرت بلالؓ کے بھائی نے ایک عرب گھرانے میں شادی کرنی چاہی، اون لوگوں نے کہا کہ ”اگر بلالؓ آئیں تو ہم شادی کر سکتے ہیں“ حضرت بلالؓ آئے تو کہا کہ ”میں بلال ابن رباح ہوں، اور یہ میرا بھائی ہے، لیکن اس کی مذہبی اور اخلاقی حالت اچھی نہیں ہے، اسلئے تمہیں نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے“ اون لوگوں نے کہا کہ ”تم جس کے بھائی ہو ہم کو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے؟“

حضرت حارث بن ہشامؓ ایک بار جہاد کی غرض سے شام کو روانہ ہوئے، تمام

۱۔ سلم کتاب الصلوٰۃ باب جواز الصلوٰۃ علی الداعی فی السفر حیث توہمت، ۲۔ طوطاے امام ایک کتاب الحج باب جامع الحج  
۳۔ بخاری کتاب بیوع باب شری الاہل الہیم، ۴۔ طبقات ابن سعد ذکرہ حضرت بلالؓ،

کہ میں کرام بیچ گیا، اور تمام لوگوں نے اون کی مشایعت کی، جب وہ مقام بطارین پہنچے تو کھڑے ہو گئے، اور لوگ اون کے گرد کھڑے ہو کر رونے لگے،

حضرت امیر معاویہؓ حضرت اکرک کی نہایت عزت کرتے تھے، اور چونکہ اپنی قوم پر اون کا نہایت اثر تھا، اسلئے اون کے ذریعہ سے اون کی قوم کو اپنے ساتھ لانا چاہتے تھے جب مروان نے مصر کا محاصرہ کیا تو اونھوں نے اپنی قوم کو اس کے خلاف میدان جنگ میں لا کر کھڑا کر دیا، مروان نے اہل مصر سے مصالحت کر لی، اور حضرت اکرک کو ایک حیلے سے قتل کر دیا، جب وہ قتل ہو گئے تو تمام فوج نے شور کیا کہ اکرک قتل ہو گئے، اس آواز کا سننا تھا کہ اسی ہزار آدمیوں نے مروان کے محل کو گھیر لیا، یہاں تک کہ مروان نے اون کے خوف سے دروازہ بند کر لیا،

ایک بار حضرت عقبہ بن عامرؓ جہنمی مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو اور لوگ بھی اون کے ساتھ ساتھ ہو گئے، اونھوں نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں آتے ہو؟ بولے صرف اس لئے کہ آپ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ چلیں اور آپ کو سلام کریں،

بد نہایت وحشی، خود غرض اور بے تعلق ہوتے ہیں، لیکن وہ بھی اس شدت کے ساتھ صحابہ کرام کے گردیدہ تھے کہ ایک بار حضرت برابر بن عازبؓ اونٹ کی تلاش میں صحرا میں پہنچے تو بد اون نے گھیر لیا اور اون کے گرد طواف کرنے لگے،

۱۔ استیجابہ ذکر حضرت حارث بن ہشامؓ، ۲۔ صلہ حسن الخاضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، حضرت اکرکؓ غفر لی عنہ، یعنی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو حالت کفر میں دیکھا لیکن آپ کے وصال کے بعد اسلام لائے، ۳۔ مسند ابن جنبل جلد ۲ صفحہ ۴۴، ۴۔ ابوداؤد کتاب الحد و دباب فی الزوال یزنی بحرمہ،



امراء و سلاطین کا گروہ سخت مغرور ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام کے سامنے ان کا نشہ غرور بھی بالکل اتر جاتا تھا، ایک بار زمانہ حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پانوں میں نیزے کی نوک چبھ گئی، حجاج خود عیادت کو آیا، اور کہا کہ کاش ہم کو اس شخص کی پتہ لگ جاتا، جس کے نیزے سے آپ کے پانوں میں زخم لگا ہے۔ بولے یہ تمہارا ہی تصور ہے کہ تم نے حدود و حرم میں ہتھیار لانے کی اجازت دی۔

ایک بار اونھون نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا اور طریقہ سنت کے موافق پہلے اپنے نام سے ابتدا کی عبدالملک کے حاشیہ نشینوں نے کہا کہ یہ بے ادبی ہے۔ عبدالملک نے کہا اؤن کی ذات سے یہی غنیمت ہے، نہ صرف صحابہ، بلکہ صحابہ کے ادنیٰ درجہ کے متوسلین تک بھی امراء و سلاطین کی نگاہ میں معزز ہو جاتے تھے،

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز شام میں لوگوں کا وظیفہ تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص اس غرض سے حاضر ہوا اور کہا کہ میں قریش سے ہوں۔ اونھون نے کہا کہ قریش کی کس شاخ سے ہو؟ بولا بنو ہاشم سے، فرمایا بنو ہاشم کے کس خاندان سے؟ بولا میں علی ابن ابی طالب کا غلام ہوں، اونھون نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں بھی علی کا غلام ہوں پھر اپنے خزانچی سے کہا کہ غلاموں کو کیا وظیفہ دیا جاتا ہے؟ اس نے کہا سو سے دو سو درہم تک، فرمایا یہ علی ابن ابی طالب کا غلام ہے، اس کو ۶۰ دینار دو۔

سہ بخاری کتاب العیدین باب ۱۶ من حل سلاح فی العید والحرم، ملہ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

پھر کہا کہ اب اپنے ملک میں جا دہر سال تم کو اس قدر رقم پہنچتی رہے گی، جتنی غلاموں کو ملتی ہے۔“

صحابہ کرام کا اثر عقائد پر | خواراج کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کی شفاعت قبول نہوگی، ایک بار خواراج کا ایک گروہ حج کے لیے روانہ ہوا اور مدینہ پہنچا تو دیکھا کہ حضرت جابر ابن عبد اللہؓ حدیث کی روایت کر رہے ہیں، جہنمیوں کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا ایک قوم کو شفاعت کے ذریعہ سے جہنم سے نکالے گا، یزید فقیر بھی خواراج کے گروہ میں شامل تھے، انھوں نے اعتراض کیا، کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ خدا خود کہتا ہے،

انک من تدخل النار فقد اخذتہ  
کلما ارادوا ان یخرجوا منها  
اعیدوا فیہا،  
تو نے جس کو جہنم میں ڈال دیا پھر ادا سیس  
چھوڑ دیا جب وہ لوگ جہنم سے نکلنے کا قصد  
کر گئے اوس میں لوٹا دیئے جائیں گے،

بولے تم قرآن پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں بولے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس مقام کو بھی جانتے ہو، جان خدا آپ کو مبعوث کرے گا؟ کہا ہاں“ بولے ”یہ آپ کا وہی مقام محمود ہے جس کی برکت سے خدا جس کو چاہے جہنم سے نکالے گا“ اس کے بعد اور دو تابع تیاست کا ذکر کیا، تو لوگوں پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ سب نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹی روایتیں بیان کر سکتا ہے، چنانچہ یہ لوگ پلٹے تو ایک آدمی کے سوا کوئی دوسرا

۱۔ اسد الغابہ ذکر حضرت عمر بن عبد العزیز،

شخص خارجی نہ رہ سکا،

صحابہ کا اثر سیاست پر اسلام کی تاریخ میں صحابہ کرام نے اپنی آزادانہ کتبہ چینی اور عملی مخالفت سے مختلف سیاسی انقلابات پیدا کر دیئے ہیں،

ایک بار حضرت ابو مریم از دئی حضرت امیر معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور ان کو اون کا آنا ناگوار گذرا اور بولے کہ ”ہم تمہارے آنے سے کچھ خوش نہیں ہوئے“ اونیھون نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلم سے ایک حدیث سنی ہے، میں آپ کے سامنے اوسکو بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا ہے کہ خدا جس کو مسلمانوں کا والی بنا دے وہ اگر اون کی حاجتوں ضرورتوں اور ناداریوں سے (آنکھ بند کر کے) پردے میں چھپ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اوس کی حاجتوں، ضرورتوں اور ناداریوں سے (آنکھ بند کر کے) آڑ میں چھپ جائیگا، حضرت امیر معاویہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ رعایا کی حاجت برآری کے لئے ایک مستقل شخص کو مقرر کر دیا،

ایک غلام ایک شخص کے باغ سے کھجور کا پودا چرا لایا، اور اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا، مروان بن الحکم اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، صاحب باغ نے غلام پر مقدمہ دایر کیا، اور مروان نے غلام کو حراست میں لے لیا، اور اوس کا ہاتھ کاٹنا چاہا، غلام کا آقا حضرت رافع بن خدیج کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس معاملہ کے متعلق گفتگو کی، اونیھون نے کہا کہ ”رسول اللہ صلم نے فرمایا ہے کہ پھل کی چوری میں

لے صلیح مکر کتاب الامان، باب ثبات الشفاعة وخراج المؤمنین من النار، ابو داؤد کتاب الخراج والامان باب فیما یلزم الامان من الزعمیہ،

ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا، اوس نے کہا تو مروان کو بھی اس حدیث کی خبر کر دیجیے، وہ  
 گئے اور مروان کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو اوس نے غلام کو رہا کر دیا،  
 بیت المال سے مسلمانوں کا جو وظیفہ مقرر تھا، اخیر زمانے میں اوس کی وصولی  
 کے لئے ایک چک ملتی تھی جس پر لکھا ہوتا تھا کہ فلان شخص کو اس قدر غلہ ملنا چاہیے،  
 چنانچہ بعض لوگ یہ کرتے تھے کہ اس چک ہی کو فروخت کر ڈالتے تھے، چونکہ حدیث میں  
 ہے کہ جب تک مال پر بائع کا قبضہ نہ ہو جائے اوس کی بیع جائز نہیں، اسلئے حضرت  
 ابو ہریرہؓ نے اس پر اعتراض کیا اور مروان نے حکم دیا کہ یہ طریقہ موقوف کر دیا جائے،  
 راوی کا بیان ہے کہ اس حکم کی اس سختی کے ساتھ تعمیل کی گئی کہ مین نے پولیس کو دیکھا کہ  
 لوگوں کے ہاتھ سے ان رقون کو چھین رہی ہے،



سہ ابوداد و کتاب الحدود باب الاقطع فیہ، سہ سلم کتاب البیوع باب بطلان البیع قبل القبض،



# دارالمصنفین اعظم گڈھ کی کتابیں

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ ہے	علامہ شبلی نعمانی
۱۲ مجموعہ کلام شبلی، اردو	سیرۃ النبی صلعم، حصہ اول طبع دوم تقطیع خروے، علم
۱۳ مثنوی صبح امید، اردو	ایضاً حصہ دوم طبع اول تقطیع کالان، علم
مولانا حمید الدین حسینی کے	الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ہے
تفسیر سورہ تحریم، جدید طرز عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ہے	العزائی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ ہے
۱۴ " " " تفسیر سورہ قیامہ	سیرۃ النعمان امام غلام کے حالات اور انکی فقہ پر تبصرہ ہے
۱۴ " " " تفسیر سورہ لشمس	الماملون غلیفہ مامون کے حالات اور اسکی سلطنت اور بار
۱۴ " " " تفسیر سورہ والکفرون	اور علمی کارناموں کی تفصیل
۱۴ " " " تفسیر سورہ والعصر	شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت فارسی شاعری
الرأی الصبیح فی من ہو الذبیح عربی میں حضرت	کا آغاز اور قدام کا دو صفحہ ۲۵ ہے
اسٹیل کے ذبیح ہوئے پر ایک مدل اور پندرہ سالہ ۱۰	ایضاً حصہ دوم، خواجہ زید الدین عطار سے حافظ اور
۱۵ اسباق النجی، سہل طرز عربی گرامر، اردو	ابن بیین تک صفحہ ۳۰۲
دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲	ایضاً حصہ سوم شعرائے متاخرین صفحہ ۲۳
خردنامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال	(حصہ چہارم زیر طبع ہے)
۱۸ سلیمان کا ترجمہ	ایضاً حصہ پنجم، اصناف شاعری پر یولیو، علم
۲ تحفۃ الاعراب، عربی کی خوب جدید اور نظم میں	الانتقاد علی التمدن الاسلامی اجرجی زیدان کے تمدن اسلامی
دیوان فیض ہندوستان کے یاد ناز استاد اب	پروبی میں یولیو
مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحہ ۸۲ علم	سفرنامہ مصر و شام، مطبوعہ مطبع معارف
مولانا سید سلیمان ندوی	موازنہ انیس و دسیر میر انیس کی شاعری کے محاسن ہے
ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے عرب	مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا احترامات
اصحاب الایکثر قوم الیوب، بنو سمیل، اصحاب لیس، اصحاب الجح	اور انکے جہازات، بندہ علم ۱۲

بنو قیدار انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت  
 زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحثہ صفحہ ۲۵۱  
 سیرۃ عائشہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، فردن اولیٰ کی  
 علی نمود بھی، قیمت

خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے  
 فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل  
 تبصرہ ضخامت ۳۵۰ صفحے قیمت

لغات جدیدہ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی لکشری  
 دروس الما و سابعی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترجمہ  
 دوسری ریڈر طبع دوم

رسالہ السنۃ واجتماع فرقۃ اہل السنۃ واجتماع  
 کے اصولی عقائد کی تحقیق  
 خلافت اور ہندوستان خلفائے اسلام اور مسلمانان

ہند کے باہمی تعلقات کی تاریخ، آثار فرامین شاہی اور  
 سکون کے ذریعہ سے تشریح و تفصیل  
 حیات امام مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور

ان کی موطنی حدیث پر تبصرہ  
 بہادر خواتین اسلام  
 مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز ابنی اموی خلیفہ عمر بن  
 عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد حکومت  
 کے تمام علمی، مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ  
 اعمال کی تشریح و توضیح صفحہ ۱۹۰ قیمت

اسوہ صحابہ صحابہ کرام کے عقائد و عبادات اور  
 اخلاق کے بر اثر اوقات مستند حوالوں سے جنگو  
 پر کبر آج کے معلوم ہو گا کہ ان کی زندگی کتاب و سنت کا  
 علی نمود بھی، قیمت

مولوی عبد الباقی ندوی  
 پر کئے اور اس کا فلسفہ مشہور فلاسفر کے  
 حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح جلد ۱ وغیرہ جلد ۲

مبارمی علم انسانی، ادبیت کی تردیدیں بر کئے کی  
 مشہور کتاب پر سبس آف ہیومن لارج کا تہا یہ تہذیب و  
 اور سجدہ ترجمہ جلد

مذہب و عقلیات اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ  
 مذہب و عقل میں تضاد کا امکان ہی نہیں

مولوی عبد الماجد بی اے  
 حکامات پر کئے کے ڈاکٹر کا ترجمہ قلم اولیٰ  
 الیہ

مولوی محمد یونس فرنگی علی  
 روح الاجتماع، موجد لیان کی کتاب جماعت  
 انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ کتاب پنجاب

اردو آنرز کورس میں داخل کی گئی ہے صفحہ ۳۴۴

” پیغمبر “





**DUE DATE**

BOOK 91.	
4	No.
Date	

